1045

سلسلۂ انجمن ترقیٔ اردو نمبر ۱۱۲

نصرتی

ملک الشعرائے بیجاپور کے حالات اور کلام پر تبصرہ

مؤلفہ

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب

آنریری سیکرٹری انجمن ترقیٔ اردو (ہند)

شائع کردہ

انجمن ترقیٔ اردو (ہند) - نئی دہلی

نصرتی

فہرست مضامین

نصرتی کا حسب و نسب

اور حالات زندگی

عادل شاہی حکومت

عادل شاہی حکومت دکن کی ان یادگار زمانہ حکومتوں میں سے ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی - بہمنی سلطنت کے ضعف و زوال پر یوسف عادل شاہ نے بیجاپور میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی (سنہ ۸۹۵ ھ ۱۵۱۱ ع) جس کی حدود مغرب ساحل گوا تک پہنچتی تھیں - اس کی وفات پر اس کا بیٹا اسمعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا (سنہ ۹۱۶ ھ ۱۵۱۱ ع) - اس کے زمانے میں حکومت کو خوب فروغ ہوا یہ دونوں فارسی کے اچھے شاعر تھے اور ان کے کلام کے نمونے تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں - اسمعیل کے بعد ابراہیم عادل شاہ اول (۹۴۱ ھ) اور اس کا جانشین علی عادل شاہ اول (سنہ ۹۶۵ ھ ۱۵۵۷ ع) ہوا - یہ بادشاہ بڑا اولوالعزم اور قدردان علم و ہنر تھا - بیجاپور کا قلعہ، جامع مسجد، آب رسانی کی نہریں اور دوسری کئی خوبصورت عمارتیں اس کی تعمیر کی ہوئی ہیں - اس کے جانشین ابراہیم عادل شاہ ثانی

(سنہ ۹۸۸ ھ ۱۵۷۹ ع) کے وقت ملک کا عروج و فروغ، رعیت کی خوش حالی اور علم و کمال کی سرپرستی برابر قائم رہی۔ علمی دنیا میں نورس نامہ اس کی بڑی یادگار ہے۔ لیکن اس کے بعد محمد عادل شاہ کے عہد (سنہ ۱۰۳۷ ھ ۱۶۲۸ ع) میں ایک طرف مرہٹوں نے، شیواجی کی سرکردگی میں اُبھرنا شروع کیا اور دوسری طرف شاہ جہاں کی ہوس ہولناک صورت میں نمودار ہوتی نظر آئی۔ اس کے عہد میں بھی اردو کے اچھے اچھے شاعر گزرے ہیں۔ محمد عادل شاہ کی وفات پر علی عادل شاہ ثانی تخت پر بیٹھا (سنہ ۱۰۶۷ ھ ۱۶۵۶ ع) اور جب اس کا وقت آپہنچا تو حکومت اس کے شیر خوار بیٹے سکندر عادل شاہ کو پہنچی اور اس نام کے سکندر پر بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔

شہر بیجاپور | بیجاپور اس وقت شہر کی حیثیت سے کچھ بھی نہیں لیکن اس میں ایسے تاریخی اور شاندار آثار اور بے مثل یادگاریں موجود ہیں کہ دلی آگرہ کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ سلطان محمد عادل شاہ کا مقبرہ جو گول گنبد یا بول گنبد کے نام سے مشہور ہے دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اتنا عظیم الشان گنبد تمام عالم میں کہیں نہیں۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کا مقبرہ جو عام طور پر ابراہیم روضہ کہلاتا ہے، روضۂ تاج محل کے بعد دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت ہے۔ مشہور

توپ ملک میدان جو دنیا کی سب سے بڑی توپ ہے اب تک وہاں موجود ہے - ان کے علاوہ قلعہ، فصیل، برج و بارہ، بے شمار مقبرے، مسجدیں، کارواں سرائیں، محلات جو اب تک زمانے کے انقلاب اور حوادث کی دست برد کا مقابلہ کرتے رہے ہیں، اب بھی کسی نہ کسی صورت میں گزشتہ عظمت و شان کی شاہد ہیں - وہ محل سرائیں اور عشرت کدے جہاں کبھی مال و منال حسن و جمال اور عروج و اقبال کے جمگھٹے تھے اب جنگلی کبوتروں کا بسیرا ہیں جن کی غٹرغوں سے بھیانک گونجیں پیدا ہوتی ہیں —

عادل شاہوں کی ہنر پروری اور دکنی زبان کی سرپرستی

علی عادل شاہ ثانی کے زمانے میں شعر و سخن کا گھر گھر چرچا تھا فارسی کا رواج تو خیر تھا ہی اور سالہا سال سے چلا آرہا تھا لیکن دکنی کو اس عہد میں اور زیادہ فروغ ہوا - بادشاہ خود بہت بڑا سخن سنج اور موزوں طبع تھا اور خوش کلام شعرا کی قدر کرتا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ اپنی ملکی زبان یعنے دکنی کی طرف زیادہ میلان تھا اور اس کے کلام سے جو ہمیں دستیاب ہوا ہے اس کے صحیح ذوق کا پتہ لگتا ہے - صاحب بساتین السلاطین لکھتے ہیں —

> '' در عہد ہمایونش سخنوران فارسی گو چند فرد نادر روزگار بودند، اما چوں طبع ہمایون بادشاہ اکثر میل بجانب لغت خاص خویش یعنے زبان دکنی

داشت بر طبق الناس علی دین ملوکہم شعرائے ہندی گو بسیار از خاک بیجاپوری برخواستہ اند، خانہ بخانہ ہنگامۂ شعر تازہ گوئی گرم داشتہ اند" —

"لغت خاص خویش" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ شخصی حکومتوں میں اکثر اوقات بادشاہ جدت و بدعت کا سرچشمہ ہو جاتا ہے جدھر اس کا میلان دیکھتے ہیں سب اسی طرف ڈھل جاتے ہیں اور اس کی مرضی مذہب، رسم و رواج وغیرہ پر سبقت لے جاتی ہے۔ بادشاہ کی ادب پروری نیز شاعری کی داد خود نصرتی نے ان اشعار میں دی ہے :—

بسارِیا فصاحت نے حسان کو
چھپایا بلاغت نے سحبان کو

سخن سنج کامل ہنر روز تمہیں
زباں آوراں کا بھی داور تمہیں

ترے شعر تے شاعراں کوں ہے نور
مضامین معانیاں کے گردوں کا نور

مضامین کے گل دکھایا تمہیں
ارت کا چ میوہ چکھایا تمہیں

جگت گُر * کے نورس کو نورس دیا
ہر یک رس چکھا لے توں سورس دیا

* اس سے مراد ابراہیم عادل شاہ ہے جس کا نورس نامہ مشہور ہے اور جو جگت گرو کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ دکنی زبان کو کبھی اس قدر فروغ نہ ہوتا اگر قطب شاھی اور عادل شاھی بادشاہ اس طرف توجہ نہ کرتے اور خود اس زبان میں شعر کہہ کر اس کی قدر و منزلت نہ بڑھاتے ۔ علی عادل شاہ کا یہ رجحان دیکھہ کر لوگوں کا اور شوق بڑھا اور دکنی شاعری ملک میں عام ہو گئی۔ علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں دکنی زبان کے بہت اچھے شاعر گزرے ھیں لیکن ان سب میں ملا نصرتی کا پایہ بہت بڑھا ہوا ھے ۔

نصرتی کا نام

مصنف تذکرۂ شعراے دکن نے نصرتی کا نام محمد نصرت لکھا ھے اور چمنستان شعرا کی پیروی میں یہ بھی لکھا ھے کہ وہ حاکم کرناٹک کے قرابت داروں میں سے تھا لیکن کوئی حوالہ یا ثبوت اس کے لیے پیش نہیں کیا۔ بغیر سند کے اس کے تسلیم کرنے میں تامل ھے - تخلص کی مناسبت سے محمد نصرت نام ہونا قرین قیاس تو ھے مگر یقینی نہیں ۔

نصرتی برہمن نہیں تھا

گارساں د تاسی نے گلشن عشق کے ایک قلمی نسخے کی سند پر جو کانجی ورم میں لکھا گیا تھا اُسے برہمن بتایا ھے - یہ بیان بھی مبہم ھے - اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود کتاب میں اس قسم کا کوئی اشارہ ھے یا کاتب نے آخر میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ھے - بعد کے بعض تذکرہ نویسوں نے بھی گارساں دتاسی کے اس

یہاں کی بنیاد پر اُسے برہمن لکھ دیا ہے - اس کتاب کے متعدد نسخے میری نظر سے گزرے ہیں - ان میں کہیں اشارتاً بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے یہ استنباط کیا جائے کہ نصرتی برہمن تھا بلکہ خود نصرتی نے اپنے متعلق گلشن عشق میں ایک آدھ جگہ جو سرسری سا ذکر کیا ہے اُس سے اس قول کی تردید ہوتی ہے - حضرت بندہ نواز گیسودراز کی مدح میں لکھتے لکھتے ایک شعر یہ لکھا ہے : —

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی مری
چلی آئی ہے بندگی میں تری

یہاں کرسی سے مراد پیڑھی یا پشت ہے یعنی میں پشت در پشت یا نسلاً بعد نسل تیری بندگی میں ہوں - اس سے ظاہر ہے کہ اس کے باپ دادا مسلمان تھے —

حضرت بندہ نواز کی مدح میں ایک رباعی بھی لکھی ہے جو یہ ہے —

اے تونچہ ولی حق سوں اچھے نت ہمراز
درگاہ تری قبلہ ارباب نیاز
مخدوم تو میرا ترا خادم میں
کر بندہ نوازی سوں مجھے سرافراز

نصرتی کا تعلق بیجاپور کی حکومت سے

بادشاہ کی مدح کے آخر میں دو چار شعر اپنے متعلق یہ لکھے ہیں

کہ میں اصل میں یک سپاہی اتھا
نِت اس در کہ بادشاہی اتھا

مجھے تربیت کرتوں ظاہر کیا
شعور اس ہنر کا دے شاعر کیا
وگرنہ نہ تھا مجھ یہ کسب کمال
کتا ہوں اتا یو سخن حسب حال

ان اشعار سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی سپاہی زادہ تھا اور اس کا تعلق فوج سے تھا - آگے چل کر اس تعلق کو اس نے اور بھی صاف کر دیا ہے - "حسب حال" کے تحت میں لکھتا ہے : —

کہ تھا مجھ پدر سو شجاعت مآب
قدیم یک سلحدار جمع رکاب
وو شہ کام پر زندگانی ملے
کمر بستہ تھا جانفشانی ملے

علی نامے میں بھی ایک جگہ اس نے اس کا اشارہ کیا ہے کہ شاعری میرا آبائی پیشہ نہیں ہے —

اے شاہ رتن کا کہن ہوا مجھ من سو تیرا فیض ہے
کچھ کسب موروثی نہ ہوئی حقا کہ مجھ یو شاعری

مصنف تذکرۂ شعرائے دکن نے جو یہ لکھا ہے کہ "مدت تک کرناٹک میں رہا پھر سیر کرتے ہوئے بیجاپور میں آیا اس وقت علی عادل شاہ کا زمانہ شباب پر تھا، باریاب ہوا، عمدہ منصب سے سرفراز ہوا" صحیح نہیں معلوم ہوتا - خصوصاً آگے چل کر نصرتی نے اپنے بچپن اور ابتدائی زمانے اور بادشاہ کی شہزادگی کا ذکر کیا ہے - اس سے اس واقعہ کی صحت اور بھی

مشتبہ ہو جاتی ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ عالم شہزادگی ہی سے میرا خریدار تھا —

میرا شہ جو بوجک اہے جوہری
وہ شہزادگی میں اتھا مشتری
نوی چاند سا شہ پو ہالا اتھا
چڑت بڈ کا دن دن اجالا اتھا
دسے گرچہ ظاہر نہلے سن میں سخت
اتھے پن ازل تے عطا اسکوں بخت
میری طبع کی کہن کو قابل پچھاں
نکوی کہن ہے کر اس مقابل پچھاں
دھر نہار اکثر اثر مہر کی
رکھیا مجھہ طرف نت نظر مہر کی

ابتدائی تعلیم و تربیت

گلشن عشق میں نصرتی نے اپنی تعلیم و تربیت کا بھی ذکر کیا ہے جس کے لیے وہ اپنے والد کی شفقت و تربیت کا ممنون ہے - ذیل کے اشعار میں بڑی سادگی سے اس کا بیان لکھا ہے —

کہ تھا مجھہ پدر سو شجاعت مآب
قدیم یک سلحدار جمع رکاب
وو شاہ کام پر زندگانی ملے
کمر بستہ تھا جانفشانی ملے
بچانے جلم آپنا ننگ و نام
اپس زندگی میں کیا خوب کام

ادک تھیچ اگ مجھہ میں نھلو ادگی
میرے حق میں اندیھں استادگی

نظر دھر کہ مجھہ تربیت میں سدا
رکھیا نہیں کدھیں مجھہ اپس تھے جدا

سکیچ مجھہ تھے جانے کوں دن نس سلے
پھرے لے بزرگاں کی مجلس ملے

معلم جو میرے جتے خاص تھے
دھرنہار وو مجھہ سوں اخلاص تھے

نجانے سبق کوں میرا بار دل
دھرنہار تھے پیار ہو یار دل

کچھہ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور
کیا کر کتاباں پو اکثر عبور

نصرتی نے اپنی تصانیف میں اپنے متعلق اس سے زیادہ کچھہ نہیں لکھا - لیکن روضۃ الاولیا بیجاپور مولفۂ محمد ابراھیم صاحب بیجاپوری (سنہ تالیف ۱۲۴۱ ھ) میں شیخ منصور کے حالات میں یہ لکھا ھے کہ شیخ نصرتی ملک الشعرا ان کے برادر میلی تھے - اس کتاب کا ترجمہ شاہ سیف اللہ صاحب ایک بزرگ نے کیا ھے جس K قلمی نسخہ ایک دوست کی عنایت سے میری نظر سے گذرا ھے - انھوں نے شیخ منصور کے حالات میں اپنی معلومات سے یہ اضافہ کیا ھے *:

* اس ترجمہ کا مطبوعہ نسخہ بھی موجود ھے جو مطبع صبغۃاللہی رائچور میں سنہ ۱۳۱۴ ھ میں طبع ہوا تھا - اس میں یہ عبارت درج نہیں -

"آپ کے دو برادر مولانا شیخ ملا نصرتی ملک الشعرا اور شیخ عبدالرحمن سپاہی تھے - یہ ہر سہ برادران حقیقی ہیں - ہر ایک صاحب ایک ایک فن میں کمال رکھتے تھے - شیخ منصور علم دعوت میں' شیخ عبدالرحمن سپاہ گری میں اور شیخ ملا نصرتی شاعری میں - مولانا شیخ منصور اور شیخ عبدالرحمن دونوں کو اولاد صلبی نہیں ہے - مولانا شیخ ملا نصرتی ملک الشعرا کو آل ہے اولاد نہیں اور اُن کی آل سے پانچ چادر والے' گھوپال والے' ملور والے' ہاشم پیر والے' مقبل والے' گولسنگی والے' نگیلہ باغ والے' ہم ساگر والے موجود ہیں" —

بیجاپور جاکر میں لے مزید حالات کی تحقیق و تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ مولانا نصرتی کی اولاد اب تک موجود ہے - ایک مہربان کی بدولت محمد ملتانی قادری صاحب عرف جعفر صاحب جاگیردار گولسنگی (ضلع بیجاپور) سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنی عنایت سے اپنے خاندان کی سند جاگیر جس میں خاندان کا شجرہ بھی ہے میرے حوالے کر دی - یہ سند انعام شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی ہے اور اس پر امانت خاں عالمگیر شاہی اور محمد کاظم مرید شاہ عالمگیر کی مہریں ثبت ہیں - یہ در حقیقت قدیم عادل شاہی سند کی تجدید ہے چنانچہ خود اس

سند میں اس کا حوالہ ان الفاظ میں موجود ہے :

" باغ مذکور مع درختہائے و چاہا بشیخ پیر محمد بطریق انعام ابدی باولاد و احفاد دادہ شد و محضرے کہ برگم شدن سند انعام ابدی باغ مذکور بمہر علی عادل خاں بیجاپوری بنام شیخ منصور بدست دارد صحیح و از لوث تجمیل و تلبیس مبرا است " —

چونکہ شیخ منصور لاولد مرے اس لیے ان کی معاش موقوعہ نگینہ باغ ان کے خواہر زادہ شیخ پیر محمد صدیقی (قادری) کو ملی - سند مذکور میں ان کا شجرہ ضمناً آگیا ہے - وہ عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے —

" کہ یک قطعہ باغ نگینہ کہ موازی نوازدہ بیگہ محدودہ و معروفہ و معلومہ متصل باغ و مسجد ملک جہاں اندرون قلعہ است بموجب اسناد احکام سابق در قبض و تصرف مالکاں شیخ پیر محمد قادری ابن شیخ برہان الدین بن شیخ علی خواہر زادۂ شیخ منصور بن شیخ مخدوم بن شیخ ملک بود و شیخ پیر محمد مذکور حی و قائم است " -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملا نصرتی نسلاً بعد نسلٍ مسلمان تھے اور ان کی بہن کی اولاد اب تک موجود اور ان کے بھائی شیخ منصور کی جاگیر پر قابض و متصرف ہے - یہ معاش شیخ پیر محمد صدیقی کے انتقال پر ان

کی بیوی اور تین لڑکیوں پر تقسیم ہوئی - جیسا کہ پہلے بحوالۂ ترجمۂ روضۃ الاولیا ذکر ہو چکا ہے ملا نصرتی کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی البتہ بیٹی تھی جس کی "اولاد سے جعفر صاحب اور صاحب حسلی نگینہ باغ والے گولسنگی میں موجود ہیں" * —

میں نے بیجاپور میں نصرتی کی قبر کا پتا لگایا، یہ اسی نگینہ باغ میں ہے جس کا ذکر سند انعام میں آیا ہے اور اب یہ زمین گورنمنٹ ہائی اسکول کے احاطے میں ہے - قبر کا عکس اسی صفحے کے مقابل دیا جاتا ہے - مقبرے کے جائے وقوع کی تصدیق روضۃ الاولیا سے بھی ہوتی ہے - چنانچہ شیخ منصور کے حالات میں لکھا ہے :

"خدمت شریفش اہل اللہ و از کاملان اہل دعوت است و در تصرف دعوت و تکسیر ممتاز وقت بود - سلطان عادل شاہ و اسکندر شاہ اعزاز و اکرام ایشاں می کردند - قبرش در نگینہ باغ است و شیخ نصرتی ملک الشعرا کہ برادر عیلیٰ ء ایشاں می شود ہم دراں جا مقبور است" —

غرض ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ ملا نصرتی بیجاپور کے معززین میں سے تھے اور یہ اور ان کے دونوں بھائی اپنے اپنے فن اور کمال کی وجہ سے خاص

* ترجمہ روضۃ الاولیا (مطبوعہ) صفحہ ۱۲۹ —

شہرت رکھتے تھے اور مقبول بارگاہ شاہی تھے —

بادشاہ کے دربار میں پہنچنے کا واقعہ اس نے اس طرح لکھا ہے کہ جب میں تعلیم و تربیت پا چکا تو میری تقدیر چمکی - بادشاہ شہزادگی ہی کے زمانے سے اس پر مہربان تھا - اب جو تخت پر بیٹھا اور عین کامرانی و جہانبانی کا عالم تھا تو :

بلا بھیج بندے کو اس حال میں
نظر کر مرے بے بہا مال میں

پرکھتا چلیا یو رتن سر بسر
تھکے دیکھہ پا رکھہ یو اہل نظر

وہیں جگ میں بندہ رہنے بے نیاز
رکھیا اپنی خدمت میں کر سر فراز

میں ابھی اوپر لکھہ آیا ہوں کہ بجز ان چند مقامات کے جو نقل ہو چکے ہیں نصرتی نے اپنی تصانیف میں اپنے متعلق اور کچھہ نہیں لکھا - البتہ علی نامے کے ایک قصیدے میں ضمناً بادشاہ سے اپنی بے سر و سامانی کی شکایت کی ہے اور عرض کیا ہے کہ جس گھر میں میں رہتا ہوں وہ بہت تنگ ہے - پڑوس بہت نامعقول ہے ' آس پاس سب اراذل و انفار آباد ہیں - گھر کی یہ حالت ہے کہ بارش ہوئی تو صحن حوض بن جاتا ہے اور اب کی برسات میں تو غضب ہی ہو گیا کہ پانی کی رو گھر کا سارا سامان بہا لے گئی - آخر میں التجا کی ہے کہ کوئی ایسا مکان عنایت

فرمایا جائے جو میری طبیعت کے مناسب ہو اور جہاں میں اطمینان اور فراغت سے کام کرسکوں - ان اشعار کا یہاں نقل کرنا لطف سے خالی نہ ہوگا - پہلے وہ اپنی شاعری کے متعلق تعلی کرتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے :

پن کیا کروں اے شاہ میں کئی باب بے سامان ہوں
اول تو ایسا گھر نہیں جہاں تھار ہوے راحت بھری
گھر بی نہنا یک ہے ولے دائم ہے علت لئی اوسے
لڑکا ند سوں ہمسایہ بد ویسیچہ بھوین کی بد تری
مطلق اراذل قوم او ہیں گرد ایسے بے حیا
سمجیں وو گالی کھاؤ کوں سمجیں گمتا ہور مسخری
جن کی زبان تے لام کاف آتا ہے شیطان سیکلے
سانجے پے سوں جب کریں تعلیم جانگ زر گری
ہنگام پر برسات تک پڑنے میں لرکا نہر بھر
گھر حوض ہوکر کیچہ کے رہے دھوپ کالے لگ تری
اِس سال تو لر* کا ستم سامان گھر کا لے گیا
او بریا ہے یک نہالی لحاف یعلے گگن ہور دھر تری
بندے کی آخر عرض یو ہے اے جہاں کے سایہ بان
یا کر پڑے گھر کو کھڑا یا کر کرم سے یاوری
فرمان سوں عالی حکم کے بخشش مجھہ ایسا گھر دلا
جو صاف تر مج طبع کوں جہاں ہوے صفائی بہتری

* یہ لفظ لر لہر کا بگاڑ ہے - بعض صاحبوں نے اسے " لڑکا " پڑھا ہے اور مطلب یہ پیدا کیا ہے کہ اس کا لڑکا بہت نالایق اور اوباش تھا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ملا نصرتی کے لڑکا تھا ہی نہیں - نیز سیاق و سباق عبارت سے اس کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا -

ایک دوسرا واقعہ علی نامہ کی تمہید میں نصرتی نے ضمناً بیان کردیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں بھائی اس کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے - چنانچہ وہ لکھتا ہے :

دو بازو میرے دین ودنیا کے زور
توٹے تھے سو تھا جیو میں مجھ سخت شور

چلم جگ دیکھت دل کوں مج باغ باغ
دیا تھا فلک داغ بالائے داغ

صاحب بساتین السلاطین نے نصرتی کی بدیہہ گوئی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز بادشاہ محل میں رونق افروز تھے اور حوض میں فوارہ عجیب بہار دے رہا تھا ' بادشاہ کی زبان سے بے ساختہ یہ مصرع نکلا —

اُرتا سو یو فوارہ پانی کا کیا نچھل ہے

ملا نصرتی نے فوراً جواب میں یہ مصرع کہا :

تجھ شاہ پر اُڑالے موتی کا مورچل ہے

بادشاہ چونکہ خود ایک خوش مذاق اور خوش گو شاعر تھا اس لیے نصرتی جگہ جگہ اپنے تئیں بادشاہ کا شاگرد ظاہر کرتا ہے - اسے نصرتی کی شاہی عقیدت مندی یا انکسار پر محمول کرنا چاہیے ورنہ وہ کسی کا شاگرد نہ تھا اور فطرتاً شاعر تھا - بادشاہ کی مدح میں پہلے ہی دو شعر یہ ہیں —

مجھے یو سخن باد شاہ یاد ھے
پچھیں پھر کے وصف استاد ھے

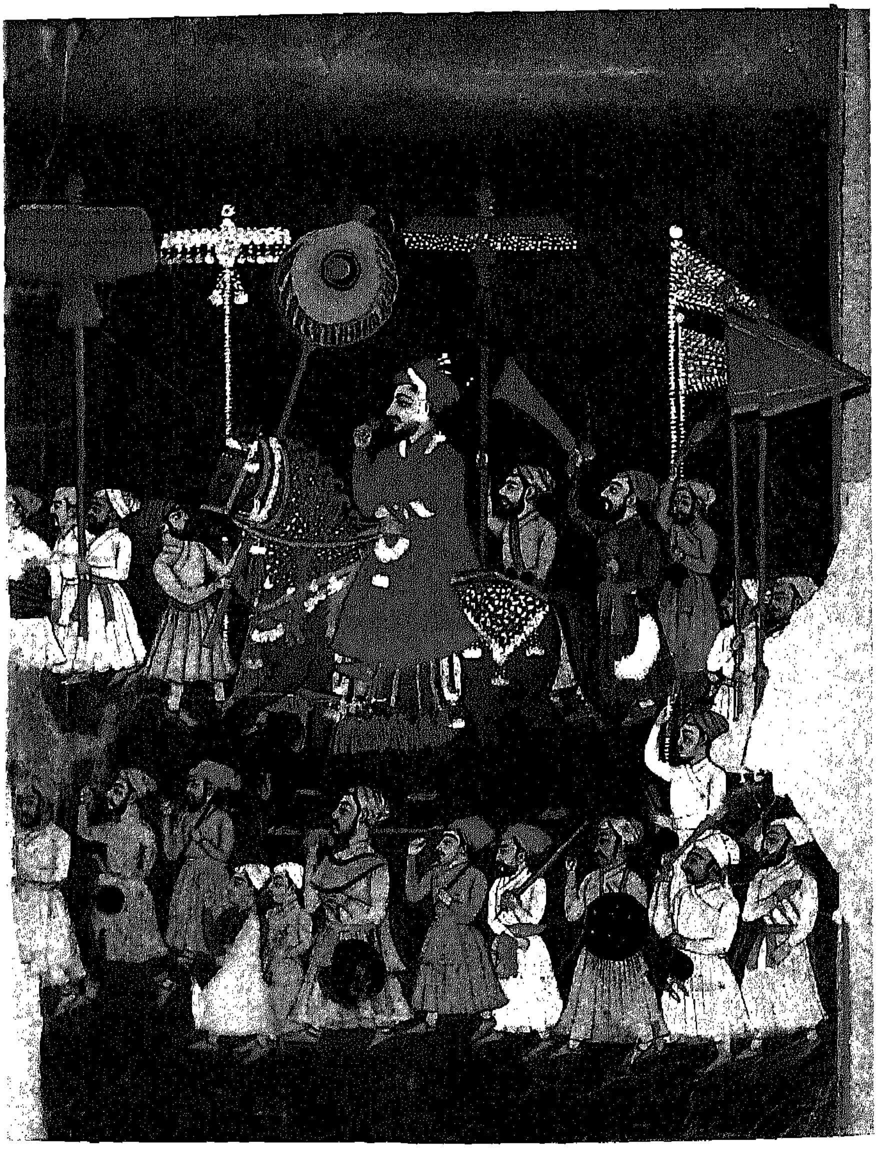
مجھہ اُستاد اُستاد عالم اچھے
جتا علم از بر جسے جم اچھے

بحمداللہ کیا مجھہ بڑے بخت آج
نہ اُستاد کوئی مجھہ علی شہ کے باج

اس قسم کا خیال اس نے کئی جگہہ ظاہر کیا ھے - لیکن اصل حقیقت بھی وہ ایک جگہہ لکھہ گیا ھے -

نہ کچھہ شاعری کسب کا کام ھے
کہ یو حق کی بخشش تھے الہام ھے

نصرتی نے تین بادشاہوں یعنی محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا - فتوت نے اپنے تذکرۂ ریاض حسنی میں لکھا ھے کہ جب شاہ اورنگ زیب عالمگیر نے دکن فتح کیا تو وھاں کے شعرا کو حاضر کرنے کا حکم دیا - ان میں نصرتی بھی تھے اور ان کے کلام کو سب سے افضل تسلیم کیا اور خطاب ملک الشعرائے ھند سے سر افراز فرمایا - مولوی عبدالجبار مرحوم نے تذکرۂ شعرائے دکن میں ان کا سنہ وفات ۱۰۹۵ ھ لکھا ھے لیکن یہ معلوم نہیں ھوا کہ یہ اطلاع انھیں کہاں سے حاصل ھوئی - اگر یہ سنہ وفات صحیح ھے تو فتوت کا بیان صحیح نہیں ھوسکتا کیونکہ عالمگیر نے بیجاپور کو سنہ ۱۰۹۷ ھ میں فتح کیا تھا —



نصرتی کی تصانیف

نصرتی کی تصانیف جو اب تک ہمیں دستیاب ہوی ہیں وہ یہ ہیں : ۱ - گلشن عشق - ۲ - علی نامہ - ۳ - تاریخ اسکندری - ۴ - قصائد و غزلیات و رباعیات -

اور غالباً ان کے سوا نصرتی کی اور کوئی تصنیف ہے بھی نہیں - اب ان میں سے ہر ایک کا ذکر الگ الگ کیا جاتا ہے اور آخر میں نصرتی کے کلام کی خصوصیات پر ایک نظر ڈالی جائے گی —

گلشن عشق | یہ نصرتی کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور ایک عشقیہ مثنوی ہے - جس میں منوہر و مدمالتی کے عشق کا فسانہ بیان کیا گیا ہے - قصہ کہاں سے لیا گیا ہے اس کا معلوم کرنا دشوار ہے کیونکہ نصرتی نے اس کا کہیں اشارہ نہیں کیا - صرف اس قدر لکھا ہے کہ ان کے ایک دوست " مسمیٰ نبی ابن عبدالصمد " نے اس قصے کے لکھنے کی ترغیب دی - تحقیق سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ اس سے قبل بھی تحریر میں آ چکا تھا - ایک صاحب شیخ منجھن نامی نے اسے ہندی میں لکھا تھا - یہ کتاب اب تک کہیں دستیاب نہیں ہوئی - اس کا حوالہ ایک دوسری کتاب مسمیٰ " قصۂ کنور منوہر و مدمالتی " * میں ملتا ہے - یہ فارسی مثنوی ہے - مصنف کا نام معلوم نہیں ہوا ' البتہ سنہ تصنیف ۱۰۵۹ ہجری ہے - اس میں مصنف

* فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم جلد دوم صفحہ ۸۰۳ -

نے شیخ منجھن کی ہندی کتاب کا ذکر کیا ہے اور اپنے قصے کی بنیاد اسی پر رکھی ہے - تیسری کتاب عاقل خاں رازی عالمگیری کی مثنوی مہر و ماہ ہے جو سنہ ۱۰۶۵ کی تصنیف ہے جیسا کہ وہ خود اپنی مثنوی کے آخر میں لکھتا ہے :-

ز ہجرت یک ہزار و شصت و پنج است
کزیں غم نامہ طبعم نکتہ سنج است

چو من زیں داستاں از غم زدم دم
بخواں تاریخ آں "دیباچۂ غم"

اس میں بھی یہی قصہ ہے' رازی نے منوہر کو مختصر کرکے مہر کر دیا ہے - نصرتی کی گلشن عشق کے بعد بھی بعض شعرا نے اس فسانے کو نظم کیا ہے - ان میں سے ایک حسام الدین حصار کا رہنے والا عالمگیر کے عہد میں ہوا ہے - یہ بھی فارسی مثنوی ہے - کتاب کا نام حسن و عشق اور اس کا سنہ تصنیف ۱۰۷۱ ہجری ہے - یہ کتاب میرے پاس موجود ہے - اگرچہ ان سب کتابوں میں قصہ ایک ہے لیکن ہر مصنف نے کسی قدر رد و بدل یا اختصار سے بیان کیا ہے - ان سب میں گلشن عشق بہت جامع اور ضخیم ہے - نصرتی نے اصل قصے میں چنپاوتی اور چندر سین کی داستان ضمنی طور پر بڑی خوبی سے ملائی ہے- یہ کہنا دشوار ہے کہ کس نے کس سے اس قصے کو لیا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ قصہ بہت مقبول اور مشہور تھا اور ہر مصنف نے اسے اسی طرح بیان کر دیا ہے جیسا کہ مقامی

طور پر مشہور چلا آرہا تھا - میرا خیال ہے کہ عاقل خاں کو بھی قصہ دکن ہی سے ملا ہے - جب عالمگیر برہان پور میں تھا تو وہ بھی وہیں تھا اور غالباً وہیں اس نے اپنی مثنوی لکھی - چنانچہ کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے :—

چو در ملک دکن قطب زماں است
دکن دلکش تر از ہندوستاں است

ز نور اوست برہاں پور معمور
ہمیشہ باد این معمورہ پر نور

یہ ممکن ہے کہ نصرتی کے نظر سے عاقل خاں کی مثنوی مہر و ماہ گزری ہو اور اس نے تصرف کرکے اسے زیادہ پر لطف بنا دیا ہو' یا جس طرح اس نے اپنے وطن میں یہ داستان سنی ہو اسی کو کسی قدر درست کرکے نظم کر دیا ہو - قصے کا خلاصہ یہ ہے —

قصے کا خلاصہ

ایک راجا تھا اس کا نام تھا - بکرم اس کا پایۂ تخت کلک گیر تھا - کوئی بیٹا نہ تھا اس غم سے دل فگار رہتا تھا - ایک دن راجا رسوی پر بیٹھا تھا کہ ایک فقیر نے صدا دی - راجا ویسے ہی کھانے کا تھال اٹھا کر اس کے پاس لے گیا - جب آنکھیں چار ہوئیں تو وہ کچھ لیے بغیر چل دیا - راجا کو اس کا بہت دکھ ہوا اور فقیر سے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بانجھ کے گھر سے کچھ نہیں لینا چاہتا - یہ

سلتا تھا کہ راجا کے ھاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ غم و رنج سے نڈھال ھو گیا - رانی نے سمجھایا کہ اس طرح رنج کرنے سے کیا حاصل - اس فقیر کو ڈھونڈو اور جو وہ کہے وہ کرو - شاید دُرّ مقصود ھاتھ آ جائے - میں تمھاری غیر حاضری میں راج پاٹ سنبھال لوں گی - غرض راجا سدھارا اور جنگل بیابان بستی اور آبادی میں مارا مارا پھرا - اتفاق سے ایک بن میں حوض کے کنارے پہنچا - وھاں کچھہ پریاں نہا رھی تھیں ' ان کے کپڑے لے کر درختوں میں چھپ گیا - پریاں بہت پریشان ھوئیں اور روی دھوئیں تو یہ نکلا اور اپنی واردات سنائی - پریوں نے اسے درویش تک پہنچانے کا وعدہ کیا اور اپنا ایک ایک بال بھی دیا - کپڑے پہن وہ اسے اڑا کر اس بن میں لے گئیں جہاں وہ درویش رھتا تھا - وھاں پہنچا تو فقیر اسے دیکھہ کر سمجھہ گیا اور کہنے لگا ' دیکھہ یہ درخت ھے اس کا پھل توڑ لے اور اپنی رانی کو لے جا کر کھلا دے ' خدا تجھے بیٹا دے گا - راجا نے باھر آکر جونھیں پریوں کے بال جلائے کہ پریاں حاضر ھو گئیں اور اسے اڑا کر لے چلیں اور محل پر لاکر چھوڑ دیا - راجا رانی سے ملا اور اسے وہ پھل کھلا دیا - نو مہینے کے بعد بیٹا ھوا - سارے ملک میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجنے لگے - نجومیوں نے زائچہ دیکھا اور اس کا نام منوھر رکھا اور کہا کہ یہ بڑا خوش نصیب اور با اقبال ھوگا -

لیکن چودہ برس پر گیارہ مہینے گذرنے پر اس کے لیے خطرہ ہے۔ اس وقت اس پر بڑی بپتا پڑے گی لیکن وہ پھر ہر بلا کو بھگت کر صحیح سلامت آجائے گا۔ اس مصیبت کو کوئی دور نہیں کر سکتا، اس کا آنا اٹل ہے۔ راجا یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور حکیموں کو بلا کر پوچھا کہ وہ کون سی ایسی بلا ہے۔ انہوں نے سوچ کر جواب دیا کہ وہ عشق ہے۔ پوچھا اس کا علاج؟ کہا کہ اس وقت تک ایسی جگہہ رکھا جائے کہ آسمان تک نہ دیکھہ سکے تو اس کا بچنا ممکن ہے۔ چنانچہ اس مشورے کے مطابق اس کے لیے ایک بہت پر فضا اور خوش نما محل تیار ہوا اور اس میں وہ پلنے لگا۔ جب چار برس چار مہینے چار دن کا ہوا تو پڑھنے بٹھایا اور ضروری علوم و فنون کی تحصیل کرنے لگا۔ یہ سارے انتظام ہوئے لیکن جو وقت آنے والا تھا وہ نہ ٹلا —

چودھویں رات ہے، چاندنی کا نور سارے عالم پر چھایا ہوا ہے، کچھہ پریاں سیر کو نکلیں، اس محل اور باغ کو دیکھہ کر ایسی ریجھیں کہ آسمان سے اُتر کر وہاں آگئیں۔ اب جو محل میں داخل ہوئیں تو کنور کے حسن و جمال کو دیکھہ دنگ رہ گئیں۔ آپس میں کہنے لگیں کہ ایسا حسین دنیا میں کوئی نہیں، اس کا جوڑا بھلا کہاں مل سکتا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ خالق نے ہر ایک کا جوڑا بنایا ہے اور وہ

کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا - دوسریوں نے کہا کہ ہماری تمہاری شرط کہ یہ انسان بے جوڑ ہے - یہ سن کر وہ پری ملول ہوئی اور کہنے لگی اچھا ہم ایک کام کریں کہ ہم نو پریاں ہیں نوکھنڈ میں جائیں اور اس کا جوڑا تلاش کریں - غرض ہر ایک ایک جانب کو چلی- آٹھوں تو ڈھونڈھ ڈھانڈ کے چلی آئیں اور ناکام رہیں- نویں کا انتظار کرنے لگیں - اتنے میں وہ آئی اور کہنے لگی شکر ہے کہ میں نے اس کا جوڑا پالیا ' سات دریا پار ایک دیس ہے مہارس نگر نام ' اس کا راجا دھرم راج ہے اور اس کی بیٹی (مدمالتی) چندے آفتاب چندے ماہتاب ہے - اگر تم کو شک ہو تو آؤ چلو دیکھ لو - غرض انہوں نے آپس میں صلاح کرکے منوہر کا پلنگ اٹھایا اور مہارس نگر کے محل میں لے آئیں - اور جہاں مدمالتی سو رہی تھی وہیں لاکے رکھ دیا - اتنے میں منوہر کی آنکھ جو کھلی تو حیران ہوکے دیکھنے لگا کہ میں کہاں آگیا - پھر جو دوسری طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک ماہ رو نازنین سو رہی ہے جس کے حسن کی تاب سے سارا محل جگمگا رہا ہے - یہ دیکھتے ہی سو جان سے عاشق ہوگیا - تھوڑی ہی دیر میں مدمالتی کی بھی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ پلنگ پر ایک حسین نوجوان لیٹا ہوا ہے ' بگڑ کر کہنے لگی کہ تو کون ؟ کیا تو جان سے بیزار ہے جو یہاں آیا ہے - منوہر نے کہا یہ تو میرا

محل ہے ' راجا بکرم کا بیٹا اور کلنک گیر کا کنور ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت ہنسی کہ تو دیوانہ ہے ' یہ مہارس نگر ہے اور اس محل میں میں رہتی ہوں میرا باپ دھرم راج یہاں کا راجا ہے - دونوں حیران و ششدر تھے - آخر آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے پر فدا ہو جاتے ہیں - ایک پلنگ پر آجاتے ہیں اور ایک دوسرے سے انگوٹھی بدلتے ہیں بات چیت کرتے کرتے آنکھ لگ جاتی ہے - اتنے میں سحر کرکے پریاں واپس آجاتی ہیں - ان کو ایک جگہ دیکھ کر جدا کرتے ہوے جی کڑھتا ہے - پھر یہ خیال آتا ہے کہ اگر واپس نہیں لے جاتیں تو اس کے ماں باپ رو رو کے جان دیدیں گے - اور خدا سے دعا مانگتی ہیں کہ ہم اسے لے تو جاتے ہیں لیکن اے کارساز تو انہیں پھر ملادے۔ منوہر کو اٹھا کر اس کے محل میں پہنچا دیتی ہیں۔ جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو سخت بے چین ہوتا ہے اور حالت روز بروز ابتر ہونے لگتی ہے - راجا یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوتا ہے - نجومیوں کو بلا کر پوچھتا ہے وہ کچھ نہیں بتا سکتے - منوہر کی ایک دائی تھی جسے وہ اپنی ماں کی برابر سمجھتا تھا اور بہت محبت کرتا تھا - وہ مہر و محبت کی باتیں کرکے منوہر سے اس کا حال پوچھتی ہے - وہ سارا قصہ بیان کرتا ہے - دائی بہت تسلی تشفی دیتی ہے اور پھر راجا سے ساری کیفیت بیان کرتی ہے - راجا بہت سے ہوشیار اور طرار

شاطر لوگوں کو مہارس نگر کی تلاش میں بھیجتا ہے - وہ ملک ملک پھرتے ہیں مگر مہارس نگر کا کہیں پتا نہیں لگتا اور مایوس ہوکر واپس آجاتے ہیں - تب راجا بیٹے سے کہتا ہے کہ مہارس نگر کا کہیں پتا نہیں ملتا یہ تیرا وہم ہے یا سایہ ہے، اس خیال کو چھوڑ دے - ملوھر نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ تم مجھے جانے دو میں خود ھی اپنی محبوبہ کو تلاش کروں گا - باپ نے چار و ناچار منظور کرلیا اور کہا اچھا جاتے ہو تو بادشاہوں کی طرح جاؤ کہ تمھاری عزت بھی ہو —

سامان سفر تیار ہوتا ہے اور کلور جہاز پر تمام ساز و سامان اور مصاحبوں اور ملازموں کولے کر روانہ ہوتا ہے - رستے میں ایک بڑا اژدھا ملتا ہے وہ جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے - سب ساتھی ڈوب جاتے ہیں اور یہ بمشکل کنارے پہنچتا ہے - پھر ایک صحرائے آتشیں ملتا ہے - وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوتی ہے - وہ اسے رستہ بتاتے ہیں اور ایک چکر دیتے ہیں جو سب آفات کو دفع کرتا ہے - چلتے چلتے ایک عظیم الشان باغ میں جا پہنچتا ہے جہاں وہ ایک عالیشان مکان دیکھتا ہے اور دروازہ کھول کو اندر جاتا ہے - کیا دیکھتا ہے کہ اندر ایک حسین نازنین لیٹی ہے - تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھ کھلتی ہے تو اس اجنبی کو دیکھ کر حیرت کرتی ہے اور پوچھتی ہے کہ تو کون ہے اور یہاں کیسے آیا - وہ اپنا سارا حال بیان کرتا

ہے - یہ حال سن کر وہ حسینہ ہنسی اور پھر روئی - اس نے سبب پوچھا تو کہا کہ تیرے نصیب میں سکھ ہے اور میرے نصیبوں میں دکھ - میں تجھے خوش خبری دیتی ہوں کہ تو اپنی محبوبہ سے ملے گا - میں مد مالتی کی بڑی عزیز سہیلی ہوں - میرا نام چلپاوتی ہے اور میرا باپ سورمل ہے اور اپنے ملک کا راجا ہے - ہم میں اور دھرم راج میں بڑا میل ملاپ ہے اور مجھ میں اور مد مالتی میں بہناپا ہے - میں ایک روز اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ کی سیر کر رہی تھی کہ یکایک ایک آندھی آئی - اس آندھی میں سے ایک دیوزاد نکلا اور مجھے اُڑا کر لے گیا - اب اس کے پھندے میں ہوں - یہ کہہ کر وہ رونے لگی - منوہر نے کہا رومت، میں تجھے اس کے پنجے سے چھڑاؤں گا - اُس نے کہا وہ بڑا قوی اور زبردست دیوزاد ہے' بنی آدم کی کیا مجال کہ اس کا مقابلہ کرے - اتنے میں دیو کی آمد کا غلغلہ ہوا - اس نازنین نے کہا کہ چھپ جا ورنہ ہلاک کر دے گا اور میں بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں گی - وہ نہ مانا اور لڑنے پر مستعد ہو گیا - اور دیو کو ہلاک کر کے چلپاوتی کو ساتھ لے روانہ ہوا - چلتے چلتے وہ کنچن نگر میں پہنچے اور ایک باغ میں جاکر ٹھہر گئے - مگر دیکھا کہ سارے شہر پر اُداسی چھائی ہوئی ہے ہر شخص اُداس ہے اور ہر طرف ویرانی ہی ویرانی نظر آتی ہے - کنور نے یہ حال دیکھ کر پوچھا

تو معلوم ہوا کہ یہاں کے راجا کی ایک لڑکی تھی وہ یکا یک غائب ہوگئی، اُس وقت سے راجا پرجا سب مغموم اور پریشان ہیں - آخر جب کنور نے چلپاوتی کو ماں باپ سے ملایا تو ان کی جان میں جان آئی اور سارے شہر میں خوشیاں منائی گئیں - راجا اور رانی نے کنور کی بڑی خاطر مدارات کی اور حال معلوم ہونے پر اسے بہت تسلی دی اور کہا کہ غم نہ کر! تو جس لیے پریشان ہے وہ تجھے بہت جلد مل جائے گی —

چلپاوتی کی ماں نے مدمالتی کو بلا بھیجا - وہ اپنی سہیلی سے مل کر بہت خوش ہوئی - چلپاوتی کی ماں نے ترکیب سے مدمالتی کا حال پوچھا اور ایسی ہمدردی سے باتیں کیں کہ اس نے اپنی ساری حقیقت کہہ سنائی - تب اس نے چپکے سے مدمالتی اور منوہر کو ملا دیا - یہ دونوں بچھڑے ہوئے آپس میں ملے تو دنیا و مافیہا کو بھول گئے - جب مدمالتی کو بہت دن ہوگئے تو اس کی ماں نے مدمالتی کو بلانے کے لیے اس کی ایک سہیلی کو بھیجا - چلپاوتی کی ماں نے اُسے کسی کام پر لگا دیا - پھر دوسری آئی پھر تیسری - مگر وہ ٹالتی رہی - یہ حال دیکھ کر مدمالتی کی ماں کو طرح طرح کے وسواس آنے لگے - آخر اُس سے صبر نہ ہوسکا اور خود پہنچی - آتے ہی کہنے لگی بہن مالتی کہاں ہے، مجھے اس کی صورت دیکھے بغیر چین نہیں - اس نے کہا چتر سال میں ہے - میں ابھی

بلا لاتی ہوں - ماں سے صبر نہ ہو سکا خود بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولی - جب چاہاوتی کی ماں نے چتر سال کے دروازے پر مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہے کہ سریکا (مد مالتی کی ماں) بھی آ پہنچی ہے - اس نے کہا بہن تمھیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں میں بلا لاتی ہوں - سریکا کو شبہ ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے ' وہ بھی اندر گھسی چلی آئی - دیکھا کہ مد مالتی اور منوھر گلے میں بانہیں ڈالے بیٹھے ہیں - دیکھتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی - گلاب کا شیشہ قریب ہی رکھا تھا ' اس میں سے کچھ گلاب نکال ایک ایسا منتر پڑھ کر مد مالتی پر چھینٹا مارا کہ وہ طوطی بن کر اُڑ گئی - اب جو دیکھا کہ چڑیا اُڑ گئی تو رونے پیٹنے لگی - مگر اب کیا ہوتا ہے —

یہ طوطی فراق کی ماری جنگلوں میں پھرتی اور چھپ چھپ کر رہنے لگی - اتفاق سے جس روز یہ ایک باغ میں جا کر اُتری وہاں ایک راجا کا بیٹا جس کا نام چندرسین تھا شکار کھیلتا ہوا پہنچا - اس کی نظر جو طوطی پر پڑی تو وہ اسے بہت بھائی اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جیتی پکڑلو' خبردار جو اسے کچھ بھی ایذا پہنچی - ان لوگوں نے بہتیری کوشش کی کسی طرح دام میں نہ پھنسی - آخر خود کنور نے ایک خوبصورت جال لگایا - طوطی کو اس کی محبت پر رحم آیا اور خود جال میں آ گئی - اب چندرسین

کو طوطی سے اس قدر الفت ہوگئی کہ کسی وقت اپنے سے جدا نہ کرتا تھا۔ مگر اسے مغموم دیکھ کر خود بھی مغموم رہتا تھا - ہر چند وہ اسے کھلانا پلانا چاہتا تھا مگر وہ کچھ کھاتی پیتی نہ تھی - آخر کنور نے بھی کھانا پینا چھوڑ دیا - جب طوطی نے یہ دیکھا تو ناچار اس نے زبان کھولی اور سمجھانا شروع کیا - وہ کسی طرح نہ مانا اور کہا کہ تو سچ سچ اپنا حال بتا ورنہ میں اپنی جان دیدوں گا - تب طوطی نے اپنا سارا حال جو گزرا تھا بیان کر دیا - اس سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے کہا کہ میں تیرے کنور کو جہاں کہیں بھی ہوگا ڈھونڈھ کر لاؤں گا اور تجھ سے ملاؤں گا - دوسرے ہی دن اس نے باپ سے پردیس میں شکار کھیلنے کی اجازت لی اور فوج اور ساز و سامان لے کر نکلا - طوطی کا پنجرہ ساتھ تھا - چلتے چلتے مہارس نگر پہنچے - دیکھا کہ اس دیس کی حالت بہت خراب اور ویران ہے - شہر سنسان اور لوگ پریشان حال ہیں - ایک باغ میں پہنچ کر جو جنگل سے بدتر تھا ایک بوڑھی مالن سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ راجا کی کنیا غائب ہوگئی ہے' راجا رانی اور سارے لوگ غم و الم میں مبتلا ہیں - یہ کہہ کر وہ ضعیفہ رونے لگی - چندر سین نے بہت کچھ تسلی دی اور پنجرہ کھول کر اس کا نام و نشان بتایا - وہ خوشی سے باغ باغ ہوگئی اور خبر لے کر راجا کے پاس پہنچی - دونوں دوڑے

آئے اور چلدر سین سے ملے اور بڑی خاطر تواضع کے ساتھہ گھر لے گئے - اور طوطی کا جادو اتارا اور وہ پھر انسان ہوگئی - بچھڑے ہوے ملے اور اس کے ماں باپ چلدر سین کے بہت ہی ممنون ہوے - لیکن مد مالتی پر عشق کا جنون سوار تھا اور وہ منوہر کے فراق میں سخت بے تاب اور بے قرار تھی اور روز بروز اس کی حالت خراب ہوتی جاتی تھی - چلدر سین نے جب یہ دیکھا تو اس کے ماں باپ سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں منوہر کو ڈھونڈھ لاؤں ورنہ مد مالتی کا جینا دشوار ہے - وہ اس بات سے بہت خوش ہوے اور اقرار کیا کہ ہم اس معاملے میں ہرگز خلاف نہ کریں گے —

مد مالتی کے گم ہو جانے کے بعد سے دھرم راج اور سورمل کے دلوں میں نفاق پیدا ہوگیا تھا اب جو مد مالتی آگئی تو دل سے کینہ جاتا رہا اور ایک خط لکھہ کر چلدرسین کے ہاتھہ بھیجا - چلدرسین جب خط لے کر سورمل کے پاس پہنچا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور چلدرسین کو راجا اور رانی نے اپنی آنکھوں پر بٹھایا - وہاں جاکر معلوم ہوا کہ مد مالتی کے جاتے ہی منوہر کی حالت ابتر ہو گئی اور جنون کی حالت میں کہیں نکل گیا بہتیرا ڈھونڈا کہیں پتا نہ لگا - یہ لوگ افسوس کے ساتھہ یہ ذکر کر ہی رہے تھے کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا اور

کھلنے لگا کہ ملوھر بازار میں دیوانہ وار پھرتا ہوا نظر آیا ہے - لڑکے اس کے پیچھے تالیاں بجاتے ھیں اور لوگوں کا آس پاس ہجوم ھے - یہ سنتے ھی سورمل اور چلدرسین دوڑتے ھوے گئے اور اسے لے کر آے - جب اسے مدمالتی کی واپسی کی خبر سنائی تو وہ ان کے پانووں پر گر پڑا - تب اسے نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے اور سورمل اور چلدرسین ملوھر کو لے کر مہارس نگر چلے - اُن کے آنے کی خبر ھوئی تو دھرم راج پیشوائی کے لیئے گیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے لے کر آیا - سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی - شادی کی تو ٹھیر ھی چکی تھی' خوب خوب جلسے ھوے - شادی کے بعد ملوھر اپنی دلہن کو لے کر کنچن نگر کی طرف روانہ ھوگیا - وھاں یہ عیش و عشرت سے رھنے لگے - مدمالتی چلدرسین سے بے حجابانہ ملتی تھی لیکن چلپاوتی چہرے پر نقاب ڈالے رھتی تھی - اتفاق سے ایک روز اس نے چلپاوتی کو دیکھہ لیا - دل و جان سے عاشق ھوگیا - اور حالت کچھہ سے کچھہ ھوگئی - جب یہ کیفیت مدمالتی اور ملوھر پر ظاھر ھوئی تو انہوں نے چلپاوتی کے والدین سے گفتگو کرکے ان دونوں کی شادی کردی —

اب ملوھر اور چلدرسین کو اپنے اپنے وطن کی یاد آئی اور اجازت لے کر روانہ ھوے - ملوھر اور مدمالتی بہت سے شہر اور ملک طے کرکے کلک گھر کے قریب پہنچے - یکرم کو جو معلوم ھوا کہ کوئی راجا لاو لشکر

لیے چلا آرہا ہے تو اس نے جنگ کی تیاری کی - جب اس کا قاصد غنیم کے کیمپ میں خبر لیلے کو پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ تو کنور ہیں - پھر کیا تھا جنگ کا سامان سامان عیش و عشرت ہوگیا اور بچھڑے باپ بیٹے ملے' ماں کے پاس آئے اور وہ دونوں کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئی اور سارے ملک میں خوشی و خرمی کا سماں نظر آنے لگا —

مثنوی کی خصوصیات

اس مثنوی میں بھی اردو فارسی کی اکثر مثنویوں کی طرح دیووں اور پریوں اور سحر و طلسمات وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے - قطع نظر اس کے یہ مثنوی دکنی اردو میں خاص امتیاز رکھتی ہے —

علاوہ حسن شاعری اور زور کلام کے جس کا ذکر آگے آئے گا اس میں بعض ایسی خصوصیتیں ہیں جو اس سے قبل کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں - مثلاً وہ ہر عنوان کے شروع میں ایک شعر لکھتا ہے جس میں اس باب کے مطالب کا خلاصہ آجاتا ہے - تمام عنوانات کے اشعار ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں - اگر ان تمام اشعار کو ایک جا کر لیا جائے تو ایک قصیدہ ہوجاتا ہے جس میں سارے قصے کا خلاصہ آجاتا ہے - مومن اور وجدی وغیرہ نے بھی اپنی مثنویوں میں اس طرز کی پیروی کی ہے - مثال کے طور پر ابتدا کے دو شعر یہاں لکھے جاتے ہیں :

ثنا صانع کی ہے جن اس کتاب عشق کا بانی
دیا ہے حسن کوں خلعت کہ ہر یک جز پہ ملوانی
رکھیا ہوں گلشن عشق اسم اس رنگین قصے کا میں
کرے جس چوب کے پھولاں کی فلک شوقوں سے گلدانی

اکثر باب کے شروع میں مختلف قدرتی مناظر کا جلوہ دکھاتا ہے اور قصے کے ضمن میں جو بعض حالات اور واقعات پیش آتے ہیں اُن کی تصویر خوب کھینچتا ہے - مثلاً جہاز کے سفر میں کشتی کا حال، باغ اور پرندوں کی کیفیت، شادی بیاہ کا حال، برف باری کی کیفیت، کھانوں کی تفصیل وغیرہ - اسی طرح طلوع و غروب آفتاب، چاندنی کا سماں موقع موقع سے خوب بیان کیا ہے —

انسانی جذبات کی کیفیت بھی ہر موقع پر بڑی خوبی سے دکھائی ہے —

اکثر ابواب کے خاتمے پر نصیحت آمیز اشعار لکھہ جاتا ہے —

کلام میں طول ضرور ہے - وہ ایک ابلتا ہوا چشمہ ہے جس کا روکنا مشکل ہے —

یہاں اس مثنوی کے بعض مقامات کا انتخاب دیا جاتا ہے - اس مثنوی نیز اس کے بعد علی نامے اور تاریخ اسکندری کے انتخابات میں نے کسی قدر ضرورت سے زیادہ دے دیے ہیں - اس سے مضمون طویل ہوگیا ہے لیکن اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ کتابیں

عام طور پر دستیاب نہیں ہوتیں خاص کر آخر کی دو کتابیں، جن میں سے علی نامہ کا ایک آدھ نسخہ تو خیر یورپ میں کہیں مل بھی جاتا ہے لیکن تاریخ اسکندری کا نسخہ سوائے میرے کتب خانے کے کہیں نہیں ہے۔ اس لیے ان انتخابات سے نصرتی کے کلام اور زور بیان کے صحیح اندازہ کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

حمد نصرتی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی مثنویوں میں حمد بھی اسی ڈھنگ کی لکھتا ہے جس رنگ کی مثنوی ہوتی ہے۔ چونکہ گلشن عشق ایک عشقیہ مثنوی ہے اس لیے حمد کے اشعار بھی اُسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں —

صفت اس کی قدرت کی اول سراؤں
دھریا جس نے یو گلشن عشق ناؤں

کیا کر کرم عشق کا تس ابھال
یو باغ آفرینش کا پکڑیا جمال

عجب کوئی توں اے باغبان جہاں
کہ صفت میں تجھہ چل سکے نا زباں

رنگا رنگ جے گل یو بن باس ہے
او ہر گل میں تجھہ عشق کی باس ہے

اپس حسن دیکھلا ہر یک تھار ہور
ہر یک دل میں پاڑیا ہے کئی بھانت شور

کدھیں نور یوسف کوں دے شب چراغ
دیا عشق کا تس زلیخا پہ داغ

کدھیں پاز شیریں سوں خسرو کو کام
کیا کوہ کن کوں وفا میں تمام

کدھیں نیہ لیلی کے لئی دل سوں بوس
پھر یا ھو کے مجنوں گلوا بڈ کو قیس

کیتے پھول ایسے کھلایا ھے ھور
اجھوں بن میں تس بلبلاں کا ھے شور

دیا عشق کوں تونچہ عزت کمال
تُہیں ھے جمیلٌ یحب الجمال

نظارے میں عارت نظر باز کوں
دسے ھر طرف تیری قدرت کا سوں

زمیں کا توں قطعہ مصور کیا
فلک کا مرقع توں انور کیا

فلک کے زنگاری یو صفحے کو توں
دیوے زیب نت سرخ سر لوح سوں

کدھیں تس میں بوتا سونیری دھرے
کدھیں تس میں لیا گل روپیری بھرے

نہ کس سار توں کوی نہ تجھہ سا رہے
صفت بھی تری مثل تجھے بہار ھے

توں باقی فنا جگ یو لاریب ھے
ترا ذات تہیں عالم الغیب ھے

اتہا تونچ اول ھور آخر تہیچ
سمجھتا سو مخفی و ظاھر تہیچ

ترے نور کا شعلہ ہر گھٹ اچھے
گپت تونیچ ہور تونیچ پر گٹ اچھے

ہمیں کیا جو ہمنا تہی کچھہ ہوے بات
کہ جو اصل جیوں ہے سو وو تہرے ہات

تہیں دل کے عالم کو کیتا وسیع
فلک عقل کا تونیچ کیتا وسیع

دیا عقل سا جیو کوں یار شفیق
اسے تیں دیا پانچ حس کر رفیق

جہاں پروری میں کرم کے اوپر
دھرے دوست دشمن پہ توں یک نظر

سیویں مسجدی ہور دیری تجھے
ملگیں دل سوں سب میت و بہری تجھے

توں جگ میت ہے ہور ناتے سوں پاک
توں مطلوب طالب ترے لاک لاک

مناجات | مناجات کے چند شعر ملاحظہ کیجیے —

الہٰی تہیں جگ کوں داتار ہے
کرم محض تجھہ پر سزاوار ہے

غریباں پہ بخشش میں نیارا سو تونیچ
ملگے تے بہی لٹی دیلھارا سو تونیچ

الہٰی میں اس جگ میں گم نام تھا
ادک پختہ کاراں میں ات خام تھا

عنایت کیا آسمانی مجھے
بچن کی دیا در فشانی مجھے

ہر یک ڈر بھی شاہاں کے لائق دیا
بہا نو رتن تھے بھی فائق دیا

رتن دیکھتے لوگ لیا تا سو میں
سمجتے ہیں کوئی کاں تھے پایا سو میں

میرا سیلہ خالیچ یک کھن ہے بن
بھرے فیض تجھ پل میں کئی لکھ رتن

میرے من کا طوطی تو بے کام ہے
کرانا تو بات اِس کو الہام ہے

سخن دل میں اُپچا نہارا تھیں
زبان پر اُسے لیا نہارا تھیں

میرا من تو تھا خار زار یک جنگل
کیا باغ تیرے عطا کاچ جل

رنگا رنگ پھلبن جو ہیں بے قیاس
وو ہر گل کوں دے معرفت کی سُباس

نہالاں خیالاں کے بن کے تمام
ڈولتہار رکھ تجھ ہوا میں مدام

رنگیلا ہو ہر یک نزاکت کا پات
پسار یا چوہے تیری رحمت کوں ہات

اوہر ہات رحمت سوں کر پورتوں
عطا کر سو نورِ علیٰ نور توں

دے ایسا سخن کے جہاں میں قلم
جو الہام کی فوج کا ہوے علم

دیکھاؤں جو تجہ فیض تھے جے خیال
کر اُس شعر کو عین سحر حلال

ہر یک حرف تیں کر دیکھا جام جم
معانی مہیں تس بھر مسیحا کا دم

نعت

زہے نامور سیدالمرسلیں
کہ آخر ہے وے شافع المذنبیں

عجب آفرینش کے دریا کا دُر
کہ جس نور تھے بحر ہستی ہے پر

نول دُکھہ یہ خلقت کے ایدل توریج
وہی پھل ہے آخر جو اول ہے بیج

تہیں حق سے نت ہمزباں ہمکلام
تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام

تہیں لامکاں کے دھنی کا انیس
توں بے مثل بے شبہ کا ہم جلیس

زباں سوں اسو لک کہر سلج تو نیچ
دھرے سینہ حق راز کا گنج تو نیچ

جتے مرسلاں میں تو اپروپ ہے
او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے

حضرت بندہ نواز کی تعریف

منقبت کے بعد حضرت بندہ نواز کی تعریف بھی بڑی عقیدت سے کی ہے۔ چند اشعار یہاں لکھے جاتے ہیں —

زباں دھو کے پُھل نیر سوں مکھ میں لاؤں
یو سید محمد حسینی کا ناؤں
جتے عاشقاں میں اچھے سر فراز
جلے جگ کا مخدوم بندہ نواز
تصرف تجی مخزن عین کا
پرویا ہے توں آس دارین کا
کیا پل میں فیروز شہ کوں تباہ
کھڑی میلچہ سلطان احمد کوں شاہ
جو کوئی تجھہ محبت کے ماتے اہیں
وہ دنیا میں رہ دین پاتے اہیں
دکن کی عجب بختور خاک ہے
کہ جس بیچ تجھہ خوابگہ پاک ہے

بادشاہ کی مدح | اس کے بعد علی عادل شاہ کی طویل مدح ہے، پہلے ہی شعر میں اُسے اپنا اُستاد کہتا ہے " پچھے پیر کے وصف اُستاد ہے "۔ اسی میں بادشاہ کی سخن سنجی اور سخن گوئی کی بھی تعریف ہے، وہ اشعار اس سے پہلے نقل ہو چکے ہیں —

رکھنہار ناموس عزت کوں توں نچ
بڑا سب تے اب عقل و ہمت کوں تو نچ
زہے نوجواں عقل میں پیر توں
بڑا دور بیں نیک تدبیر توں
زمانے کا سر رشتہ ساندیا تہیں
توٹا چرخ کا تہات باندیا تہیں

اتھا عشق ذرہ ہوا تجہ تے سور
ہر یک شے میں اپنا دیکھا یا ظہور

دیا عشق کی بات کوں توں سواد
کہا کہنہ قصہ زمانے نے یاد

زمانے کی میں یادگاری بدل
لکھیا قصہ تجہ نانوں سوں میں نول

حسب حال | حسب حال میں لکھتے ہیں —

سخن کا محل ہے زہے پائدار
رہنہار ہے جگ میں جم برقرار

بندیا جن عمارت یو بنیاد سوں
قیامت تلگ نہ ڈھلے باد سوں

اس کے بعد اپنے والد اور اپنی تربیت اور بادشاہ کی قدر دانی وغیرہ کا ذکر ہے جس کا بیان اس سے قبل آچکا ہے —

عقل کی تعریف | حسب حال کے بعد عقل کی تعریف میں کچھہ اشعار لکھے ہیں —

بزرگاں کا یو نقل حجت اہے
کہ العقل نصف الکرامت اہے

کہا بلکہ فوق الکرامت سدا
کہ اس عقل سوں ہم پچھانے خدا

اچھے عقل یک دولت ناپدید
اچھے عقل مشکل کی حل کی کلید

چلے عقل تے دین دنیا کے کام
دونو جگ میں عاقل دسے نیک نام

آگے چل کر کہتا ھے کہ شعر و سخن کی روشنی عقل ھی کے طفیل میں ھے ۔ یہ سب تعریفیں کرتے کرتے آخر میں کہتا ھے :—

اتل عقل کا گرچہ گج مست ھے
ولے عشق شرزہ زبردست ھے

کہ جس تھار پر ھوے شرزے کی چال
تو اس تھار گج کا چلے کیا مجال

عشق کی مدح

یہیں سے دوسرا باب عشق کی مدح میں شروع ھو جاتا ھے اور اس کے اوصاف اور کارستانیوں کے بیان میں خوب خوب شعر کہے ھیں —

کرنہار امرت کو شرمندہ عشق
دھرے نانوں سو جگ میں نت زندہ عشق

بقا کی جسے جگ میں شاھی اچھے
اجل جس کے گھر کا سپاھی اچھے

اٹھے داغ میں جس کے مرھم سوں درد
اگن جوش انگے جس کے لگتی ھے سرد

سدا فکر نو سکھہ ھو جس پاس اچھے
رگت نیر ھور ان جسے ماس اچھے

دلاں کا ھے اے عشق توں بادشاہ
جہاں تو ھے سو وانچہ تجھہ تخت گاہ

دیوا راہ کا تجھہ سو کالا دسے
اندھار اچ تیرا اوجالا دسے

کیا سر خوشی جگ میں مشہور تونچہ
خرابات عام کیا پور تونچہ
تیرا خار بہتر ہے گلزار تھے
تیرا ور ہے دیوانہ ھشیار تھے
دلاں کوں اگن کھیل تجھہ تے ہوا
انجو تس اُپر تیل تجھہ تے ہوا
چراوے سٹی کوں ترا سے مدن
دیکھا رے تسے آگ کر پھولبن
جلانا ھوس سوں مرا دھیان ہے
سورج تجھہ ھوا کا سوریا پان ہے
نصیحت کر تجھہ شہر میں غدر ہے
ترے ملک میں صبر بے قدر ہے

اب میں نصرتی کے کلام سے ایسے نمونے دیتا ہوں جن سے اس کی واقعہ نگاری یا جذبات و کیفیات کی تذرت معلوم ھو - قصے کی روداد تو آپ پڑھ چکے ھیں' اس مقام کا خیال کیجیے جب درویش راجا کی بھیک لینے سے انکار کرتا ہے اور خالی چلا جاتا ہے اور راجا فقیرانہ لباس پہن کر اس کی تلاش میں نکلتا ہے -

پھرا کر سو شاھی کرے بھیس کوں
چلیا یوں سنیاسی ھو پردیس کوں

فقیری کا بیان

اب فقیری کے لوازمات اُس نے اسی نوعیت کے بیان کیے ھیں جو دیا شنکر نسیم کا رنگ ہے - اگر وہ اس بیان کو لکھتے تو یقیناً

اسی طرح لکھتے - یعنی مصلحت کی گدڑی زیب بدن کی، توکل کی کچکول ہاتھ میں لی، قناعت کی راکھ بدن پر ملی اور آہ کا سنکھ ساتھ لیا وغیرہ وغیرہ —

کلتھا سخت مصلحت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا
چڑایا سو تن پر قناعت کی راک
سنکے کر لیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کے مدرے دیا گوش کوں
کیا حلم زنبیل ادک ہوش سوں
یو راحت کوں دنیا کی مرگان کر
لیا راکھنے پگ تلیں آن کر

لیا حرص کے پھاوڑے کوں بغل
جلانے ہوس کی دھونی نت سگل
کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا
اتل قصد کے ہت مرتاری لیا

دھرن چاند ہر کام میں تیز ہات
لیا خوش خیالاں کے چیلے سنگات

باغ کا سماں | راجا ڈھونڈ ھتے ڈھونڈھتے جب درویش تک پہنچتا ہے تو اس پر فضا مقام کا سماں کھلتا ہے کہ اس سبز زمین میں حوض بھرے بھرے ایسے پیارے معلوم ہوتے تھے جیسے ہرے طبق میں شراب بھرے پیالے - چمنوں میں چو طرف پانی نہیں بہہ رہا

تھا بلکہ جام سے شراب سے لبریز ہو رہا تھا اور وہ شراب بہہ بہہ کر درختوں کے رگ و پے میں پہنچ رہی تھی جس کی مستی سے درخت مدہوشی کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ کلیوں کی خوبصورت کلیاں ایسی بھلی معلوم ہوتی تھیں جیسے چینی کے شیشوں میں رنگ برنگ شراب۔ زمین جا بجا خوبصورت پیالوں سے بھری ہوئی تھی گویا صبا کے ساقی نے ان سے بزم کو آراستہ کر رکھا تھا۔ سنبل نے اپنی زلفیں چھوڑ رکھی تھیں اور پھولوں کی ڈالیاں معشوقوں کی طرح مست جھوم رہی تھیں۔ جب سارا بن (باغ) مستی سے بے حس ہو گیا تو باد صبا نے از راہ تفنن خاص ادا سے کلیوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکا اور وہ مخمور (چمن) کھلکھلا کر ھنس پڑا۔ پھر بزم از سر نو تازہ ہو گئی اور راگ رنگ کا دور شروع ہوا۔ ہوا نے مطرب بن کر پتوں کا دف بجانا شروع کیا اور کوئلیں اور پپیہے تانیں اڑانے لگے۔ مور ناچنے لگے، کبوتروں نے قلا بازیاں کھائیں، فاختہ کو کو کرنے لگی، وغیرہ وغیرہ۔ اب نصرتی کے اصل اشعار سنیے —

سنہیں حوض پر ہر چمن میں ھرے
طبق سبز میں جام جوں مے بھرے

بھرا تھا نہ چملاں میں چو گرد آب
او لبریز تھا جام تے تس شراب

وہی ہو عرق یک رکھ کے تن میں اثر
مگے ہو کے جھولتے تھے ات بے خبر

سہا ویں کلیاں یوں کنول کہاں سرنگ
کو پیاں چمن کیاں مے بھریاں رنگ رنگ
پیالیاں سے خوش بھوئیں چلی جا بجا
رکھی بزم میں بھر او ساقی صبا
لٹاں چھوڑ سنبل کی خوش بالکیاں
نگاراں تو واہیں مست پھول ڈال کہاں
رہی تھک ہو جب بن خماری کے سات
صبا باؤ کے ہت سوں ہلسلے کے دھات
کلیاں پر تھلتا نیر ست چھب سوں ویں
ہلسا تس مکدر اُنیدیاں کی تئیں
کریں بزم کو تازہ پھر بہد رنگ
دھرے جشن میں سرتے خوش راگ رنگ
ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے
پپیا و کوئل نوی تان اُچائے
سو سرخاں دیویں کھیلیچ سُر خوش گلا
کریں کوک کوکے دلاں مبتلا
لگے ناچنے مور ہو بے خبر
کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کلاتاں میں آئے
پراں جوڑ تالیاں سوں دسکک بجائے

صبح — دیکھیے طلوعِ آفتاب اور دن کے نکلنے کو کس طرح بیان کرتا ہے۔ صبح نے جب شرق کے پل کے بند کا (جو دریاے طلا پر بندھا ہوا تھا) تالا کھولا

برھنے جو دیکھی طلب سوں تمام   اپس بخت سوں مانی پاوی شہزادہ نام



تو نور کا سیلاب اُبلتا ہوا نکلا اور دنیا میں چاروں طرف پھیل گیا۔ اس عالم کا حوض غدیر جو خالی پڑا تھا، اس میں ہر طرف سے سونے کا پانی بھر گیا۔ فلک نے اپنی چھاتی سے سیاھی کو دھویا اور زرین لباس سے جگمگانے لگا۔ خلقت کی آنکھوں کے کِواڑ کھلے اور رات بھر کے جو مخمور تھے انھوں نے اپنے ھوش حواس درست کیے۔

صبح شرق کے پیال کے پل تے تھوک
نکالیا جو کنچن کے جب تم تے کوک
اُبلتا نکل نور کا نیر تب
ھو آمیز عالم میں چوندھیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر
بھریا شش جہت بیچ کنچن کا نیر
سیاھی کوں چھاتی تے دھویا فلک
زر افشان کسوت سوں پکڑیا جھلک
کواڑاں کھولے خلق کی نین کے
دھری سدھ جو مخمور تھے رین کے

چاندنی کی کیفیت سورج کا طلوع تو آپ نے دیکھ لیا اب چاند کی جلوہ فرمائی ملاحظہ کیجیے۔ اس میں نصرتی نے اپنی شاعری کا زور دکھایا ھے —

شعر — ڈوباتی اونیلاب مغرب میں رخش
نکل آئی نس ھو ھکو فیض بخش

(مطلب) رات نے اپنا مشکی گھوڑا مغرب کے دریا میں ڈالا اور فیض بخش درست بن کر نکلی

شعر - چندر پاک چھاتی تے دھویا غبار
سورج کا ہوا آئینہ تابدار

(مطلب) پاک چاند نے اپنی چھاتی سے غبار دھویا
اور سورج کا آئینہ (بدر) روشن ہوا

شعر - دیے جلوہ خوش نسیتی کے حضور
کیا پردہ پردہ نشیناں تھے دور

(مطلب) تاجدار شب کے حضور میں جلوہ دکھانے کے لیے
سب پردے نشینوں نے پردے اٹھا دیے

شعر - دینے جوش پُر نور سیلاب کا
ہوا تھا کوا چاند سیماب کا

(مطلب) پر نور سیلاب کے جوش دینے کے لیے
چاند سیماب کا کٹوراں بن گیا تھا

شعر - گگن پر نہ ہر تھار تارا دسے
کٹورے بھریا سب او پارا دسے

(مطلب) آسماں پر کہیں کوئی تارا نظر نہ آتا
وہ بالکل ایک پارا بھرا کٹورا معلوم ہوتا تھا

شعر - صفائی سوں چندنے کے چارو رخن
جھلکتی تھی بھوئیں صاف ابرک نمن

(مطلب) چاندنی کی براقی سے چاروں طرف
زمین ابرک کی طرح چمک رہی تھی

شعر - فلک اور زمین پُر اتے نور میں
چھپیا تھا جتا مشک کافور میں

(مطلب) زمین اور آسماں نور سے بھر پور تھے
جس قدر بھی سیاہی تھی وہ سب کافور (روشنی) میں چھپ گئی تھی

شعر - مگر گھوم یہ چادر مرصع کی ست
زمین پر بچھائے تھے اجلا تکت

(مطلب) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آسمان پر مرصع چادر تان دی ہے اور زمین پر شفاف روپہلی چادر بچھی ہوئی تھی

شعر - یوں اپ وطن میں دھریا تھا ترار
نہ کوئی پات ہلتا اتھا اس ملنجھار

(مطلب) اس وقت کوئی پتا تک نہیں ہلتا تھا شاید ہوا وہاں سے رخصت ہو گئی تھی

شعر - سہاتے تھے یوں پھول پھل ڈال پر
پیالے ہیں چینی کے جوں دود بھر

(مطلب) ڈالیوں پر پھول پھل ایسے بھلے معلوم ہوتے تھے جیسے دود بھرے چینی کے پیالے

شعر - کھڑا تھا سب اس دھات حوضاں میں نیر
مگر دود کا کر رکھے تھے پنیر

(مطلب) حوضوں میں پانی اس طرح ساکت کھڑا تھا گویا دودھ کا پنیر بنا کر رکھ چھوڑا ہے

فراق کی کیفیت کلور کے ہجر کی حالت بہت تفصیل سے بیان کی ہے، بعض وقت طول عجب کی حد تک پہنچ جاتا ہے - چند شعر اس مقام کے لکھے جاتے ہیں جس سے شاعر کی قوت بیان کا اندازہ ہوگا ــــ

شعر - نہ کس سات کہنا مجھے بات بھاے
نہ کوئی بات بولے تو سن ھوش لگاے

مطلب - نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاھتا ہے
نہ کسی کی بات سن کر جی خوش ہوتا ہے

شعر - دسے دیس تو نس اندھاری مجھے
رین کالے دوزخ تھے کاری مجھے

(مطلب) دن رات سے بھی زیادہ کالا معلوم ہوتا ھے
اور رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک

شعر - انکھیاں کھولتا ہوں تو یک تل نہ بھاے
وگر مونچتا ہوں تو یوں خوف آئے

(مطلب) آنکھیں کھولتا ایک لمحے کے لیے بھی نہیں
بھاتا اور اگر بند کرتا ہوں تو ڈرھے کہ

شعر - کہ مت پھر پڑے خواب دندی سوں سلگ
سٹے پھر کے خرمن میں من کے اندگ

(مطلب) پھر وھی دشمن جان خواب میں نہ آجاے
اور میرے دل کے خرمن میں آگ نہ لگادے

شعر - پڑیا آکہ ماھی نمن مجھ رھنا
گنوانا زباں ہور نہ چک مونچنا

(مطلب) مجھے مچھلی کی طرح پڑا رھنا پڑتا ھے
زبان بند آنکھیں کھلی ہوئی

کشتی کی روانی جب کنور اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہوتا ھے تو دریا پر کشتی کی روانی کی کیفیت کسی قدر تفصیل سے بیان کرتا ھے - چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - چلیاں جل پہ کشتیاں تھل اس حال میں
ڈھلاتے ہیں پارے کو جوں تھال میں

(مطلب) کشتیاں پانی پہ اس طرح جا رھی تھیں
جیسے کوئی پارے کو تھال میں رکھہ کر ڈھلکاتا ھے

شعر - کہیں بحر کو خلق کالا بدل
ہور اس تیز کشتیاں کو بجلیاں چپل

(مطلب) گویا یہ بحر کالا بادل ہے
اور کشتیاں تیز بجلیاں -

شعر - سبک مہ کی کشتی فلک بحر پر
چلے کیا کہ اس تے بھی یو چاند تر

(مطلب) جس طرح بحر فلک پر چاند کی ہلکی پھلکی کشتی
چلتی ہے یہ اس سے بھی تیز تھی -

شعر - اُٹھے موج گر نہا سلے کف بکف
کنارے پڑے لیا اپس مکھ میں کف

(مطالب) اگرموج اس سے دوڑکی شرط باندھ کر دوڑے تو تھک
کر کنارے پر جا پڑے گی اور منھ میں کف آ جائے گا۔

شعر - بلند بے باؤ جب یک بکس سوں تھریاں
بلند موج سوں چڑ اُتر کیاں سڑیاں

(مطلب) ہوا جب زور سے چلتی ہے تو
اونچی موجیں چڑھنے اترنے کی سیڑھیاں بن جاتی ہیں

شعر - چڑنت میں تو چڑتی چلیں ماہ لگ
اترنے میں اتریں سو ماہی تلگ

(مطلب) چڑھتے وقت وہ (کشتیاں) ماہ
تک پہنچ جاتی ہیں اور اترتے وقت ماہی تک

شعر - جتھا کچھ جو کشتی کو جھولا لگے
وہ جھولا دریا کوں ہلدولا لگے

(مطلب) جس قدر کشی کو دھکا لگتا تھا
تو وہ دھکا دریا کے حق میں ہلدولا تھا

شعر - دس آوے سو دیکھیں تو چو پھیر جب
اُپر آسماں ہور تلیں نیر سب

(مطلب) جب دیکھتے ہیں تو چاروں طرف کیا
نظر آتا ہے - اوپر آسماں اور نیچے پانی

اس کے بعد شاعر نے سمندر کی مخلوق کا حال بیان کیا ہے اور طرح طرح کے جاندار جو اس میں آباد ہیں ان کا ذکر نام لے لے کر کیا ہے —

سردی کا بیان

اسی مسافرت میں ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں انتہا درجے کی سردی تھی اور برف باری اور غضب تھی - اس سے کا بیان طول طویل ہے صرف چند شعر لکھے جاتے ہیں :-

شعر - ستی یوں زمیں پر ھوا برف رچ
کیے ہیں مگر فرش بلور و کچ

(مطلب) ھوا نے زمین پر برف کے ڈھیر اس طرح برسائے ہیں
کہ وہ گویا بلور اور کچ کا فرش بن گئی ہے

شعر - ادک درد سردی کا آزار ہو
نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو

(مطلب) سردی کی شدت سے ایسی تکلیف ہوئی
کہ تمام درخت ٹھنڈ سے بیمار ہوگئے

شعر - اتھا نزع میں جیو ہر پات کا
کلیاں میں نہ تھا خندہ خوش دھات کا

(مطلب) ہر پتے کی جان نزع کی حالت میں تھی
کلیوں میں بھی اب ھنسی کا کوئی نشاں باقی نہ تھا

شعر - نہ سکتی تھی ہو کونپلی سر فراز
نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز

(مطلب) کونپلوں میں اتنا دم نہ تھا کہ سر اٹھا سکیں
اور نہ بیل ہاتھہ دراز کرسکتی تھی

شعر - چوپھاں سو کلیاں اور توپن لحاف
ہوا تھا سو اس پر بھی یخ کا غلاف

(مطلب) کلیوں نے ٹوپ اورلحاف اوڑھ رکھا تھا (یعنے پتوں میں
چھپ گئی تھیں) اور ان پر یخ کا غلاف چڑھا ہوا تھا

شعر - بندی تھی ہوا راہ پر یخ کی سد
اسے دات جانے نہ تھا کس بھی حد

(مطلب) ہوا نے رستے میں یخ کی سد باندھ رکھی تھی
اور کسی کی قدرت نہ تھی کہ ادھر جائے

شعر - اڑے تو پلکھی کس کدھن پر جھٹک
پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

(مطلب) اگر کوئی پرند اُس طرف اڑنے کا قصد کرے
تو اُس کے پر برف سے گل کر گر پڑیں

شعر - سو ویسے پہ کیوں آدمی جائے چل
پڑے پانوں دھر یچ سر لگ پگل

(مطلب) سو ایسی جگہ آدمی کیوں کر چل سکتا ہے
جہاں پانو رکھتے ہی بھیجا پگھل جائے

تمازت آفتاب | اس کے مقابلے میں تمازت اور دھوپ کا رنگ ملاحظہ کیجئے —

شعر - جوانی سوں تھی دھوپ بھر روت میں
سورج تھا مگر آخر حوت میں
(مطلب) گرمی کا آغاز شباب تھا شاید
سورج حوت کے آخری درجے میں تھا

شعر - نہ کہہ سور بل اگ کا بادل اتھا
نہ وو دھوپ یک آتشیں جل اتھا
(مطلب) اسے سورج نہ کہو بلکہ وہ آگ کا بادل تھا
وہ دھوپ نہ تھی بلکہ آگ کا پانی تھا

شعر - مگر کھلیچ دوزخ کے دریاتے نیر
برستا اتھا جگ پہ جلتاچ تیر
(مطلب) شاید دوزخ کے دریا سے کھولتا ہوا پانی کھچ آیا تھا
جو متواتر اس دنیا پر برس رہا تھا

شعر - کرن ہیں سو سب جل کی دھاریاں دسیں
ہر یک ذرہ قطرات باراں دسیں
(مطلب) کرنیں سب اُس پانی کی دھاریاں معلوم ہوتی ہیں
اور ہر ذرہ اُس بارش کا قطرہ

شعر - زمیں تے فلک لگ سب یک دھات سوں
بھرے سرور آتش کی برسات سوں
(مطلب) زمیں سے آسماں تک ایک وضع پر
آگ کی برسات سے تالاب بھرے ہوے تھے

شعر - لگی مارنے جب سراباں کی موج
چلی چوکدھن تب حرارت کی فوج

(مطلب) جب سراب موجیں مارنے لگا تو
ہر طرف حرارت کی فوج چلنے لگی

شعر - بھری یوں حرارت ہر یک تن منجھار
نہ سکتا سما سک اوبل آئی بہار

(مطلب) ہر ایک کے تن بدن میں حرارت اس طرح بھر گئی تھی
کہ سیتلا اندر نہ سما سکی اور باہر نکل آئی

شعر - پڑی تھی نہ کیں چھاؤں ہر تن تے ڈھل
او نکلی سو سیتلا بھٹی تے اگل

(مطلب) یہ جو جسم کی چھانو سی نظر آتی تھی یہ چھانو نہ تھی
بلکہ سیتلا تھی جو بھٹی یعنے بدن سے باہر نکل آئی تھی

شعر - دھڑک دھک ادک اگ کے ہر صبح و شام
گگن سرخ تانبے نمن ہوے تمام

(مطلب) ہر صبح و شام آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے
اور آسماں سرخ تانبا ہو رہے تھے

شعر - برستی تھی یوں دھوپ جگ پر کڑک
سو کوہ و زمیں رہے تھے چھاتی تڑک

(مطلب) جہاں پر دھوپ یوں کڑک کر برس رہی تھی
کہ پہاڑ اور زمین کی چھاتی تڑتی جاتی تھی

شعر - مگر سور کے نور کے تیں گگن
تپاتا اتھا اصل نورے نمن

(مطلب) شاید سورج کی حرارت سے آسمان نے
چونے کی ایک بھٹی پیدا کردی تھی

شعر - نکل تس تے جا سب هریالی کے بال
اتھا بھوئیں کے سر چاے چاتے کا حال

(مطلب) جس کی وجہ سے هریالی کے سب بال اڑ گئے تھے
اور زمین کا حال گانجے سر کا سا هو گیا تھا

شعر - پڑیا تھا نہ دریا میں موجاں سے شور
اتھا نیر ابلتا هو بھوئیں گرم زور

(مطلب) یہ دریا میں موجوں کا شور نہ تھا بلکہ
زمین کے سخت گرم هو جانے سے پانی کھول رہا تھا

باغ کی بہار

اسی عنوان سے شاعر گرمی کی شدت بیان کرتا چلا جاتا ھے اور طرح طرح کے استعارے اور تشبیہیں استعمال کرتا ھے - کنور جب چلپاوتی کے باغ میں جاتا ھے تو باغ کے حسن و خوبی، پھولوں کی بہار، اور پرندوں کے چہچہانے کا ذکر تقریباً آٹھ صفحوں میں کرتا ھے اور شاعری کا پورا زور دکھاتا ھے - اس میں مختلف قسم کے پھولوں اور طرح طرح کے پرندوں کے نام لیتا اور ان کے حسن و جمال کا بیان کرتا ھے - اس طویل بیان کا انتخاب بہت مشکل ھے - صرف چند شعر لکھتا هوں :

شعر - فرح بخش یک سبز تر باغ تھا
فلک کو هر یک پھول جس داغ تھا

شعر - ستیں عکس سو تس ملور چمن
ستارے بھر یا ھوے ھر یا گگن
(مطلب) اگر یہ نورانی چمن اپنا عکس ڈالے
تو ستاروں بھرا آسماں ھرا ھو جاے

شعر - دیکھت مسکتیں گلرخاں ھر کلی
کریں دل کو خوباں کی گل گد گلی
(مطلب) جس کی ھر کلی کو دیکھ کر گلرخ مسکرانے لگیں
اور جس کے پھول حسینوں کے دل میں گدگدی پیدا کریں

شعر - بنفشہ دھڑی لالہ لعل بتاں
سو رنگ گال جیسے گل ارغواں
(مطلب) بنفشہ دھڑی تھا اور لالہ معشوقوں کا لب
اور گل ارغواں سرخ رخسار جیسا

شعر - چاندر گل تے چاندر کی چھاتی پہ داغ
گل سور تے سور کا زرد باغ
(مطلب) گل چاندنی سے چاند کی چھاتی پر داغ تھا
اور سورج مکھی سے سورج کا باغ زرد

شعر - گل اورنگ کا تختہ یوں روت کا
کہ جوں پانچ میں کام یا قوت کا
(مطلب) گل اورنگ کے تختے پر ایسی بہار تھی
کہ جیسے زمرد میں یا قوت کا کام

شعر - نہ کہہ رکھہ نہالاں انہوں کانچ کے
نہ چمناں کے تختے اکھنڈ پاچ کے
(مطلب) انہیں درخت نہ کہو یہ سبز شیشے کے پودے ھیں
یہ چمن کے تختے تمام زمرد کے ھیں

شعر - پڑے دھوپ و چاند نے تے تس دن نظر
سپتے سوم و زر حل ورق سبز پر
(مطلب) شب و روز دھوپ اور چاند نے کے پڑنے سے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ سبز ورق پر سونا چاندی حل کردیا گیا ھے

اس کے بعد پرندوں کا ذکر، ایک ایک کا نام لے کر، بڑی تفصیل سے کیا ھے اور اُن کے رنگ روپ اور دوسری خصوصیتوں کو عجب شاعرانہ رنگ میں بیان کیا ھے۔ نمونے کے طور پر صرف چند شعر نقل کیے جاتے ھیں:

شعر - پٹمبر بلدی زرد پیلک نے کھول
پٹیاں گھوت اوڑی دھلور شال کھول
(مطلب) پیلک نے زرد ریشم کے کپڑے پہنے
اور کنگھی کرکے (طوس) شال اوڑھی

شعر - سلونی خوش الحان کویل سیاہ
کری سام کسوت ادک خوش نگاہ
(مطلب) کالی سلونی اور خوش الحان کویل نے
سیاہ دلفریب لباس پہنا

شعر - تیتوری رنگی پاؤں مہندی سوں سب
کری پان طوطی نے کھا لعل لب
(مطلب) تیتری نے پانوں مہندی سے رنگے
اور طوطی نے پان کھا کر لب رنگیں کیے

شعر - کوا چور گشتی کمل تازہ اور
کرے گشت البکاں کو نا جائے چھور

(مطلب) چور کوا نیا کالا کمل اوڑھ کر
دیواروں کے ارد گرد گشت لگا رہا ھے

شعر - زرہ داؤدی پہین ادک تاؤ تے
لہوے بن میں پھرتے ادک چاؤ تے

(مطلب) لوے داؤدی زرہ بڑی شان سے
پہن کر باغ میں بڑے شوق سے پھر رھے تھے

اب ھر پرندے کے رنگ بتاتا ھے اور کہتا ھے کہ یہ رنگ انہیں کہاں سے ملے - مثلاً :—

شعر - پلکھیرو پہ سٹنے کوں رنگ صبحکا
کیتی گل کے کاسے بھر یا رنگ ماہ

(مطلب) صبح ھوتے ھی پرندوں پر رنگ پھینکنے کے لیے
چاند نے شب کے وقت بےشمار پھولوں کے کاسے بھردیے (یعنی شبنم سے)

شعر - لے لالہ کے کاسے کسنبیا بھرے
سرنگ اپنی سرخاب چولی کرے

(مطلب) لالہ کے کاسے لے کر اس میں کسنبا بھرا
اور اس سے سرخاب نے اپنی چولی سرخ رنگی

شعر - لے شب گوش تے صندل و ارگجا
لیا کیک قمریاں نے کسوت بھجا

(مطلب) شب کو گوش سے صندل اور ارگجا لیا
اور اس سے کیک اور قمری نے اپنا لباس بھگویا (رنگا)

شعر - پیالیاں میں بلبل ہوئی پیشدست
دسیں سرخ کے نین لالی سوں مست
(مطلب) پیالہ نوشوں میں بلبل پیش پیش تھی
اور سرخے کی آنکھیں لالی سے مست تھیں

شعر - اُتھے کوئلاں مست ہوھانک مار
اُتھی کوک کوکیاں تے بے اختیار
(مطلب) کوئلیں مست ہو ہو کر چہچہا رہی تھیں
اور کوکے بے اختیار ہوکر کوک رہے تھے

شعر - سر آ لنج کا جا دم کوں بھڑنے لگیا
گنوا ہوش لوٹن نے لڑنے لگیا
(مطلب) لقا کبوتر کا سر دم سے جا لگا
اور لوٹن مدہوش ہوکر لڑنے لگا

شعر - کولاتے پراں سات دستک بجا
کولا تیاں لگے مارنے جا بجا
(مطلب) گرہ باز پروں سے دستک بجا رہے تھے
اور جگہہ جگہہ قلا بازیاں کھا رہے تھے

شعر - کلا فر کے گل کیاں فلونیاں جو کھاے
فصاحت سوں رانویاں نے پاتاں میں آے
(مطلب) طوطے قرنفل کے پھولوں کے حبوب
کھا کھا کر بڑی فصاحت سے باتیں کر رہے تھے

اس بیان میں نصرتی نے بیسیوں ایسے پرندوں کے دکنی نام لکھے ہیں جن کی شناخت میں بڑی مشکل

پڑتی ھے - لیکن یہ بیان تصنع اور آورد سے خالی نہیں -
اس کے بعد باغ کے میووں کا ذکر کیا ھے - شروع میں تمہید کے طور پر چلند شعر میووں کے بلنے ' نشو و نما پانے اور پکنے میں صانع کی قدرت کو کس خوبی سے دکھایا ھے :—

شعر - ھر یک رکھہ تے نعمت وو سرجا کہ خام
کرے آب سوں آگ کی پختہ تمام

(مطلب) ھر ایک درخت سے ایک خام نعمت پیدا ھوتی ھے
جو آگ کے پانی سے پختہ کی جاتی ھے

شعر - زھے بن کے میویاں کے صانع نول
نپاتا ھے کڑوے کسالے اول

(مطلب) میووں کا صانع بھی کیا عجیب ھے کہ
اول اول انھیں کڑوے کسیلے بناتا ھے

شعر - دھرے کیا سواد اس کی قدرت کا ھات
پکا تیں میٹھے یوں کرے جوں نبات

(مطلب) اس کی قدرت کے ھاتھہ میں کیا لذت ھے
کہ انھیں پکا کر مصری سا میٹھا کر دیتا ھے '

شعر - میٹھے بیر و خوشے خوش انگور کے
صفا تر ثریا تے پر نور کے

(مطلب) میٹھے بیر اور انگور کے خوشے
پر نور ثریا سے بھی زیادہ روشن ھیں

شعر - دیکھو تک تفاوت سوں کر یک نظر
اگن کاں دھری اور میوے کدھر
(مطلب) ذرا اس تفاوت کو تو دیکھیے کہ
آگ کہاں رکھی ھے اور میوے کہاں -

اب میں ایک ایسے مقام کے اشعار نقل کرتا ھوں جسے پڑھ کر نصرتی کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ھے - یہ وہ مقام ھے کہ جب کنور چنپاوتی کو دیو کی قید سے چھڑا کر اس کے گھر لے آتا ھے اور یہ خوش خبری سن کر مدمالتی اور اس کی ماں چنپاوتی کے ھاں آتی ھیں - ایک دن چنپاوتی کی ماں (جو مدمالتی کی خالہ ھے) مدمالتی کو باغ میں الگ لے جاتی ھے اور باتوں باتوں میں کہتی ھے کہ ھمیں جو بیٹی کے درشن نصیب ھوے یہ سب تیرے قدموں کی بدولت ھے اور ھم تیرے بہت ھی ممنون احسان ھیں - مدمالتی یہ سن کر اس کا منہ دیکھنے لگی کہ یہ آپ کیا کہتی ھیں، میرا اس سے کیا تعلق ! - اس نے کہا میں قسم کھاتی ھوں کہ جو کچھہ میں نے کہا ھے وہ بالکل سچ ھے - اس پر مدمالتی نے کہا کہ آخر یہ کیا معما ھے فرمائیے تو سہی - تب اس نے کہا اچھا پہلے میں تم سے ایک بات پوچھتی ھوں اس کا سچ سچ جواب دینا اور کوئی بات مجھہ سے چھپانا نہیں، اس کے بعد میں یہ معما حل کردوں گی -

ھیا ھی ہیک [illegible] — [illegible] سلا سب بلا پڑ

کنور دیکھ ثابت قدم بی دریغ — مقابل کھرا ہت لی کھینچا سو تیغ

جو دیکھیا انگی آکر ور دین جیب — دونن مل کھری ہین کا کیا عجب

دھریک ہات دھن نور تن آن — کھری ہی سنگات او پودا رنگے

دوجی ہات سون کی اغل کا جھم — او پیا نی ہی ہر ہر کھری بس اوپر



مد مالتی نے کہا پوچھیے۔ اس نے پوچھا کہ کچھ دن ہوے کسی رات کو یکایک تمھاری سیج پر ایک حسین جوان آگیا تھا اور پھر تم میں باہم محبت ہوگئی تھی۔ یہ کیا بات تھی' ذرا مجھ سے کھول کے بیان کرو۔ مد مالتی یہ سن کر بہت برہم ہوئی اور کہا آپ میری بڑی ہیں اور ماں کی برابر ہیں۔ آپ کو ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔ اس پر اس نے کہا میں خدانخواستہ تجھے الزام نہیں دیتی' تو بڑی نیک دل نیک صفات ہے۔ مگر تو کیا مجھے دلالہ سمجھی ہے جو اس قدر بگڑ بیٹھی۔ تو نے جو وعدہ اپنے چاہنے والے سے کیا ہے اسے پورا کر وہ ہزاروں مصیبتیں اور آفتیں جھیل کر یہاں آیا ہے۔ اس دکھی کے حال پر رحم کر۔ کیا تم نے ایک دوسرے کو نشانی نہیں دی تھی؟ اب سچی بات سے کیوں مکرتی ہو؟ مد مالتی اور بگڑتی ہے اور کہتی ہے کسی کی کیا مجال کہ مجھ تک پہنچ سکے۔ تمھیں جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ شاید بھگانی لڑکی سمجھ کر یہ جرأت کی ہے۔ اور اُٹھ کر چلنے لگی تو خالہ نے جھٹ اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا اوھوری مکار! مجھے جُل دیتی ہے۔ اچھا بتا تو یہ موتیوں کی مالا کس کی ہے؟ پھر ایک انگوٹھی دکھا کر پوچھتی ہے کہ پہچان تو یہ کس کی ہے؟ پھر وہ سارا قصہ بیان کرتی ہے کہ کلور نے

کس شجاعت اور بہادری سے دیو کو مارا اور چلپاوتی کو چھڑا کر لایا - ہم اس کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے - اب تو اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے وصل سے اسے شاد کام کر - مدمالتی کا دل تو پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا، شرم کو بالاے طاق رکھہ اپنے درد دل کو بیان کرتی ہے - یہاں نصرتی نے بلا شبہہ اپنی شاعری کا کمال دکھایا ہے اور ایسی حالت میں دل پر جو گزرتی ہے اس کیفیت کو اس خوبی اور سچائی کے ساتھہ لکھا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے - کہیں تو اس نے فطرت انسانی کی اس صداقت کو دکھایا ہے جو میر حسن کی مثنوی میں نظر آتی ہے اور کہیں وہ نسیم کی طرح تصنع اور تکلف سے کام لیتا ہے - گلشن عشق میں یہ دونوں رنگ نظر آتے ہیں - کہتا ہے کہ جب اُس پر یہ بات کھل گئی کہ خالہ کو سارا راز معلوم ہے تو اس کی یہ حالت ہوگئی —

شعر - ہتوتے او جب ہت کا پارا چھٹا
سو تن من میں تب سرتے دھڑ کا اٹھا

(مطلب) جب دوست کی یاری کا ذکر چھڑا
تو اس کے تن من میں از سر نو آگ بھڑک اٹھی

شعر - نچھل موم باتیاں نمن استخواں
سلگ تن کے فانوس میں رہے نہاں

(مطلب) ہڈیاں خالص موم بتیوں کی طرح سے
تن کے فانوس میں جلنے لگیں



شعر - سو پر تاب ادک روپ سارا ھوا
سرب سرخ تن جو انگارا ھوا
(مطلب) اس کا جمال گرمی سے چمکنے لگا
اور اس کا سرخ بدن انگارے جیسا ہوگیا

شعر - دھری جوش دھک سوں درونے کی دیگ
سو پکنے لگیا دل کلیجے سوں بیگ
(مطلب) اس آگ سے دل کی دیگ ابلنے لگی
اور کلیجا پکنے لگا

شعر - نکل بھار چلنے اوساساں کی بھاپ
چلیا جل اوبل چک سوں آپس تے آپ
(مطلب) آھوں کی بھاپ باھر نکلنے لگی
اور آنکھوں سے آنسو خود بخود بہنے لگے

شعر - کیتک وقت پر جوش جروا کے سب
کہی کھول پھول پھانک سے نرم لب
(مطلب) تھوڑی دیر تک اس نے اپنے جوش کو ضبط کیا
اور پھر برگ گل سے نرم لبوں سے کہنا شروع کیا

اب اپنا درد دل اس طرح بیان کرتی ھے۔

شعر - کہ اے مائی کھاری کری اب توں گھات
جو کاڑی مہرے پاس دشمن کی بات
(مطلب) اے اماں! تونے مجھے یہ کیا دکھ دیا ھے
کہ اس دشمن کا ذکر چھیڑ دیا

شعر - نہ کہہ ساؤ اس بل گھلوری اہے
دلاں کی پھیبے اس کوں چوری اہے

(مطلب) اسے ساھو نہ کہو وہ تو غارت گر لٹیرا ہے
دلوں کی چوری اسے سزاوار ہے

شعر - چھپے چھند سوں کیتا اچانک پچھاں
ادی رات کوں بھاکے جاتا ہے کہاں

(مطلب) مخفی فریب سے نادر مال کو پہچان کر
آدھی رات کے وقت لوٹ کے لے گیا

شعر - سمجتا ہے ایسی وہ جادو گری
نہتا جس کا شاگرد اچھے سامری

(مطلب) وہ جادو گری کا ایسا ماہر ہے کہ
سامری اس کا ادنیٰ شاگرد ہے

شعر - نجانوں کہ کیا سحر کر کے نظیر
یکایک دروا ستیا مجھہ مندھیر

(مطلب) نہ معلوم کیسا عجیب جادو کر کے
اس نے یکایک میرے محل پر دھاوا کیا

شعر - جگا کر اپس مکھہ کی مشعل کی تاب
ستم چھین لیتا میٹھی مجتے خواب

(مطلب) اپنے مکھہ کی مشعل کی روشنی سے
اس نے عمداً میری خواب شیریں چھین لی

شعر - دوجی تے ہو جب کھول دیکھی نین
ہوا تس اجالے سوں بے تاب من

(مطلب) پریشان ہو کر جب میں نے آنکھ کھولی
تو اس کے اجالے سے میرا من بے تاب ہوگیا

شعر - وہیں عشق کی سوز لا بار بار
میرے دل کوں کیتا ادک بے قرار

(مطلب) فوراً عشق کا سوز بار بار لگا کر
میرے دل کو نہایت بے قرار کردیا

شعر - پرم پھُر کی بھا کر میرے بس ملے
بھولا کر اپا کھینچ آپس ملے

(مطلب) میرے دل میں کچھ ایسا محبت کا جادو ڈال دیا
کہ مجھے خود فراموش کر کے اپنی طرف کھینچ لیا

شعر - یو مجھ دل کا دھن میلچ مجھ ہات سوں
اسے کاڑدی سوز کے گھات سوں

(مطلب) میرے دل کی دولت میرے ہاتھ
سے سوز کا دکھ دے کر چھین لی

شعر - گھلوری پن اس دھات حالی کیا
سرب لوٹ من تن کوں خالی کیا

(مطلب) فی الحال اس طرح غارت گری کی
کہ سب کچھ لوٹ میرا تن من خالی کردیا

شعر - پڑی نیند یکایک وو جب بھول قدات
سو ویسے میں نہا تیا کلا سکھ کا کات

(مطلب) جب آنکھ لگ گئی اور بھول غالب آ گئی
تو ویسے میں میرا سکھ چین لے کر بھاگ گیا

شعر - صبا ہوے پہ جب کھول دیکھی نین
دسوا نین سو یک تل بھی مجھ تن میں من

(مطلب) صبح ہوئے پر جب آنکھ کھول کے دیکھا
تو تن میں دل کا نام و نشان نہ تھا

شعر - لوٹے جا کے تن من کا کھلا سگل
بیٹھی ہو کے مفلس دیوالا نکل

(مطلب) تن من کی ساری دولت لٹ گئی
اور میں مفلس دیوالیا ہو کر رہ گئی

شعر - ولے اُن لگایا سو مشعل کی سوز
ادک ہوے پلپل کوں مجھ تن میں روز

(مطلب) لیکن وہ جس نے یہ آگ لگائی تھی
وہ لحظہ بہ لحظہ میرے دل میں کوبا جاتا تھا

شعر - برہ کی اوبالاں جو ہے تن ملجھار
ادک جوش سوں جیو کوں ہوے کو نقبار

(مطلب) جدائی کی آگ جو تن بدن میں لگی ہوئی ہے
اس کے بے حد جوش سے دل ملقبض رہتا ہے

شعر - اوساساں نہ کچھ مک ستی بھاسکوں
نہ چک تھے انجھو بھار تک لیاسکوں

(مطلب) نہ منہ سے آہ نکال سکتی ہوں
اور نہ آنکھ سے آنسو باھر لا سکتی ہوں

شعر - یکمت نت رھوں غم سوں کر سر تلار
نہ کوئی بانت لیوے میرے دل کا بار

(مطلب) ھمیشہ تنہا اور غم سے سرنگوں رھتی ھوں
کوئی ایسا نہیں جو میرے دل کے بوجھ کو بانٹ لے

شعر - ڈلے دن تو ھر کیوں سہیلیاں سنگات
پڑے پن بجر سل ھو سینے پہ رات

(مطلب) دن تو جوں توں سہیلیوں کے ساتھ کٹ جاتا ھے
لیکن رات چھاتی پر پہاڑ ھو جاتی ھے

شعر - زرایں اگن تن پہ سارے لگیں
گلاں سیج کے مجھ انگارے لگیں

(مطلب) لباس وغیرہ بدن پر آگ معلوم ہوتے ھیں
اور سیج کے پھول انگارے

شعر - چندر مجھ اوپر زھر کا ھو ایاغ
دیوے ھر ستارا میرے دل پہ داغ

(مطلب) چاند میرے لیے زھر کا پیالہ ھے
اور ھر ستارا میرے دل پر داغ دیتا ھے

شعر - ادک سوز اگ مجھہ تلپلا پڑے
اُسی گھات کے باج تپ نا پڑے

(مطلب) سوزش دروں سے میں تڑپتی رہتی ہوں
اور اس دکھ بغیر مجھے قرار بھی نہیں

شعر - نسلگ زور سوں چھٹ اُساساں کا باؤ
دیوے جوش سوں دل کے دریا کوں تاؤ

(مطلب) آہوں کا طوفان اس زور سے چلتا ھے
کہ دل کا دریا اس سے سخت جوش میں آجاتا ھے

شعر - تریاں نین کی تپ ابلنے لگیں
املنگ تن کی خشکی پہ چلنے لگیں

(مطلب) تپ آنکھوں کی مچھلیاں (آنسو) ابلنے لگتی ھیں
اور املنگ کر تن کی خشکی پر چلنے لگتی ھیں

شعر - ھوے سیج بھر جل سمندر نمن
پڑے تس گھڑی سخت غوطے میں من

(مطلب) پانی سے بھر کر سیج سمندر ھو جاتی ھے اور
اس وقت دل سخت غوطے کھانے لگتا ھے

شعر - بچاری صبا دیکھتے دوڑ آئے
پکڑ ھات ڈبتے کوں کڑ کے لگائے

(مطلب) یہ دیکھتے ھی بچاری صبح دوڑتی آتی ھے
اور ھاتھ پکڑ کر ڈوبتے کو کنارے لگا دیتی ھے

شعر - رین کل مکھی ساگ تو برآئے نا
دیکھوں زرد رو دن کوں بھی بھائے نا
(مطلب) سیاہ رو شب سے صحبت گوارا نہیں
اور نہ زرد رو دن کا دیکھنا بھاتا ہے

شعر - اچھے نس تو دوزخ تے کالی کٹھن
دسے دن تو روز قیامت کا دن
(مطلب) رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک اور کٹھن ہے
اور دن قیامت کا دن ہے

شعر - مرے سر تلیں یوں کٹھن ماہ و سال
خدا بن کہوں کس سوں مجھ دل کا حال
(مطلب) یہ کٹھن زمانہ اس طرح مجھ پر گزرتا ہے
خدا کے سوا اپنے دل کا حال کس سے کہوں

شعر - کہ ناچار اچھے رو رہیا کے بدل
سو ہنس کھیل گنوا سکھیاں میں سگل
(مطلب) ناچار پاس خاطر کے لیے
میں سہیلیوں میں ہنس کھیل کے رت گزار دیتی ہوں

شعر - جو دیکھوں نجھا تو دسے نین میں
جو بولوں بچن تو بسے بین میں
(مطلب) غور سے دیکھتی ہوں تو آنکھوں میں نظر آتا ہے
اور جو بات کرتی ہوں تو بیان میں بسا ہوا ہے

شعر - گر ا چھتا تو کچھہ بھی مرے ھاتھہ بس
تو اس وقت یک تل لے نا کر الس

(مطلب) اگر میرے بس میں کچھہ بھی ہوتا
تو میں اسی وقت بلا تامل

شعر - سوھر کھوں وو دل چور کا کھوج پوچ
پھر اُس لوٹ لیتی محبت سوں ووچ

(مطلب) کسی نہ کسی طرح اس دل کے چور کا سراغ لگاتی
اور محبت کے زور سے اُسے لوٹ لیتی

ایک دوسرے مقام پر بھی اسی کیفیت فراق کو بیان کیا ھے جس کے چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ھیں-

شعر - نہ سکتی تھی رہ جو جلی باج تل
نہ بھاوے سکھیاں وو جو بیٹھیں تو مل

(مطلب) وہ جو ماں کے بغیر ایک لحظہ نہ رہ سکتی تھی
اور سہیلیوں کے بغیر جسے چین نہ آتا تھا

شعر - بچن ان کے دل پر اُسے بار ھوے
جو تسکے خلل ذکرِ دلدار ھوے

(مطلب) اب ان کی باتیں اسے ناگوار ھوتی تھیں
کہ اس سے ذکر دلدار میں خلل آتا تھا

شعر - ھو باول ادک جوں پئے پر شراب
پوچھے کوئی اُسے کچھہ تو دے کچھہ جواب

(مطلب) جیسے کوئی شراب پی کر پاگل ھو جاتا ھے
اُس سے پوچھتے کچھہ ھیں اور جواب کچھہ دیتا ھے

شعر - رکھے گرچہ تس تھار ناچار تن
دھرے جیوں کوں پن آپے یار کن
(مطلب) اگرچہ وہ بظاہر یہاں ہے
لیکن جی اس کا یار میں ہے۔

شعر - دوجا دھیان تس دل انگے پست اچھے
نت اپلیچہ اپیں حال میں مست اچھے
(مطلب) کوئی دوسرا خیال اس کے سامنے ہیچ تھا
اور وہ ہمیشہ اپنے حال میں آپ مست تھی۔

شعر - لبد میں وہی یاد کرتیں بچن
اوٹھے بول یکایک سوتا جیوں سپن
(مطلب) لبوں پر اسی کی باتیں تھیں
جیسے کوئی خواب میں سوتے سے بول اٹھتا ہے

شعر - دھرے بانہہ ایس اپے سینے سوں تنگ
کہ گلہار تھے وصل کے یار سنگ
(مطلب) وہ اپنے بازو اپنے سینے سے لپٹائے رکھتی تھی
کہ وصل کے روز یہ یار کے گلے کے ہار تھے

شعر - چومے لب کا اپلیچہ اپن رنگ رس
شکر ہوئے تھے امرت تے شربت سرس
(مطلب) اپنے لبوں کو خود ہی چوم چوم کر مزہ لیتی
کہ وہ آب حیات سے بھی زیادہ شیریں ہو گئے تھے

شعر - زباں سے ہووے اس کوں کر ہمکلام
نکالے نہ چک فہر کا مُکھہ تے نام

(مطلب) وہ اسی سے ہمکلام رہتی تھی
اور بھول کر بھی زبان سے کسی دوسرے کا نام نہ لیتی تھی

شعر - لگیا تھا کر اپنا سوتس تن کو تن
اپس چھاؤں کوں نالگن دے چرن

(مطلب) چونکہ اپنا بدن اس کے بدن کو لگا تھا
اس لیے وہ اپنے سایہ کو بھی اپنا قدم نہیں لگنے دیتی تھی

شعر - رھیا تھا کہ اس روپ اپس چک بھتر
نہ لگلے دیوے آرسی کی نظر

(مطلب) چونکہ اس کا جمال کبھی اپنی آنکھوں میں رہا تھا
اس لیے آئینے کی نظر بھی اسے نہ لگنے دیتی تھی

شعر - تس اوکلتی نا کل پڑے چک اُسے
اُسی بیچ تھا روز سکھہ دکھہ اُسے

(مطلب) اُس بے قرار کو بھولے سے بھی قرار نہ آتا تھا
اُسی میں ہمیشہ اس کا سکھہ دکھہ تھا

شعر - پیا باج سنگار کام آے نا
نہ کچھہ فم کے پیرایہ بن بھاے نا

(مطلب) بغیر محبوب کے سنگار بے کار ھے
اور فم کے پیرایہ بغیر کوئی چیز نہیں بھاتی

شعر - نہ کوئی یک علاج اُس کو صحت کرے
دوگن درد کوں پھر نصیحت کرے
(مطلب) اُسے کوئی علاج کارگر نہ تھا
نصیحت سے اس کا درد اور بڑھتا تھا

شعر - کتی تھی سو اوکچھ بھی اول بچن
سلے پر سہیلیاں کا بھرتا تھا من
(مطلب) پہلے وہ کچھ کچھ باتیں بھی کرلیتی تھی
جن کو سن کر اس کی سہیلیوں کا دل بھر آتا تھا

شعر - وہ سب ہات سے طرح دیتی چلی
چپی کے چپی دل تے لیتی چلی
(مطلب) اب وہ بھی مروقت ہو گئیں
اور اب خاموش دل ہی دل میں گھٹتی تھی

شادی کی مجلس میں راگ رنگ کا ذکر کیا ہے -
چند شعر اس مقام کے بھی نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - طرب بخش مطرب میٹھے تان اُچائیں
سوگیانی بجا گیان ہور گن سے گائیں
(مطلب) سرور بخش مطربوں نے میٹھی تانیں لینی شروع کیں
اور گویوں نے گیان اور گن سے گانا بجانا شروع کیا

شعر - یک کچھ بلندی دھری خوش سبد
دیکھیں پھاڑ پردے کو زھرہ لبد
(مطلب) خوش آواز کی بلندی ایسی تھی
کہ زھرہ جبینیں پردے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رھی تھیں

شعر - چتر نازنین پاتراں چھند باز
جو تھیاں لاکھ خوبی سوں عاشق نواز

(مطلب) پر ہنر جادو کار نازنین ناچنے والیاں
ہزار ہا خوبیوں سے عاشق کا دل چھیننے والی تھیں

شعر - لٹکتیاں چلیں چھب کی جب چاؤ سوں
خمیں قد جو بن بار کے تاؤ سوں

(مطلب) جب وہ ناز و ادا سے مٹکتی چلتی تھیں
تو جوبن کے بار سے ان کے قد خم ہوجاتے تھے

شعر - لبد سحر کا حقہ لبد انہار
سبد بدکوں افسوں ہو لیچا نہار

(مطلب) جادو کار لب فریفتہ کرنے والے تھے
اور آواز کے افسوں سے عقل گم تھی

شعر - ہر یک چھب میں دھرتیاں ہزاراں سو زیب
ہر یک فن میں کرتیاں ہزاراں فریب

(مطلب) ایک ایک ادا میں ہزاروں زیبائشیں
اور ایک فن میں ہزاروں جادو تھے

شعر - وو کس کاس تھاریاں رہیاں چین بند
دیکھانے ارت بھاؤ سوں چھپ کے چھند

(مطلب) وہ کسی کسائی آراستہ کھڑی تھیں
اور ارت بھاؤ سے ادا کے ہنر دکھا رہی تھیں

شعر - لگی ناچنے آ جو ھر گن بھری
اپس فن میں اُڑتی دسے جوں پری

(مطلب) ھر ایک گن بھری جب ناچنے لگی
تو اپنے فن کے زور میں پری کی طرح اڑتی دکھائی دیتی تھی

شعر - کیا یوں میٹھا راگ رنگ رس بھرا
بسر سد سبک سہر چندر ھریا

(مطلب) جب میٹھا رسیلا راگ گایا
تو سبک سیر چاند کی بھی عقل گم ھو گئی

شعر - فلک چرخ کھانے کی گت بھول گیا
سورج کے جھریاں کا بہتا جل رھیا

(مطلب) آسمان گھومنے کی گت بھول گیا (کھڑا رہ گیا)
اور سورج کے جھرنوں سے بہتا جل رک گیا (بہتا جل سے مراد شعاعیں ھیں)

شعر - پون کا ترنگ ھو رھیا کھدہ لنگ
ھوا کند تر تیز اگن کا فرنگ

(مطلب) ھوا کا گھوڑا لنگڑا ھوکے رہ گیا
اور آگ کی تیز تلوار کند ھو گئی

شعر - دیا سوز گانے سے ققنوس کوں
رولایاں دیکھا ناچ طاوس کوں

(مطلب) گانے سے ققنوس کے دل میں سوز پیدا کردیا
اور ناچ دکھا کر طاؤس کو رلا دیا

شعر - لجایاں تماشے سوں گیانیاں کے من
بھولایاں نزاکت سوں سب انجمن

(مطلب) ان کے تماشے سے اهل هنر شرمندہ
اور ان کی نزاکت سے اهل انجمن مبہوت هو گئے

اس کے بعد دعوت کے کھانوں کا ذکر کیا هے، شاید هی کوئی کھانا، ترکاری، پکوان اور پھل بچا هو- یہ بیان طویل هے اور اس کا نقل کرنا بے مزہ هوگا- کھانوں کے بعد آتش بازی کا نمبر آتا هے- یہاں بھی نصرتی حسب عادت تمام آتش بازیوں کا بیان نام لے لے کر کرتا هے- غرض شادی کے جتنے لوازم اور رسوم هیں ان سب کا ذکر دل کھول کر کیا هے- اس میں اس نے هر موقع کے مناسب اس قدر الفاظ استعمال کئے هیں کہ اس سے اس کی وسعت معلومات اور قدرت زبان کا اندازہ هوتا هے- جی تو چاهتا هے کہ بعض بعض حصے نقل کیے جائیں لیکن طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتا هوں —

قصہ ختم هونے کے بعد خاتمۂ کتاب هے جس میں بادشاہ کی مدح اور اپنی مثنوی کی تعریف اور اس کی خصوصیت بیان کی هے - اپنی کتاب کی خوبی اور بادشاہ کی قدر دانی کا ذکر اس طرح کرتا هے —

کیا ہوں کتاب اب یو تصنیف میں
بھریا تس میں تیری جو تعریف میں
درونے کا ات فکر سوں کھود کھن
نکالیا ہوں کئی رنگ برنگی رتن
یتے جوہراں میں جو کاڑیاں ہوں آج
سبج لہو نہ پایا ہوں دقت کے باج
جو سب نس فلک کھائے خونی جگر
تو یک بہار لاتا ہے روشن گہر
رہنا کر مشقت کی اپنی پچھاں
شفق کر دکھاتا ہے لہو کی نشاں
کتا ہوں مشقت مری کھول میں
گہر کیں نہ رکھتا ہوں بے تول میں
ہر یک سخت الماس کوں کر تلاش
بنایا ہوں کئی بار پھر پھر تراش
ہر یک نگ پہ جڑنے رتن بر محل
کیا ہوں کتی بار اپس لہو کا جل
ہر یک سطر ہے گرچہ نیلم کی لڑ
معانی کے ہیں لعل یکس یک تے چڑ
مرا لعل ہر یک دیکھت نامدار
کہے ہیں رتن پارکھی سب قرار
اچھا لے تو جیتا یہ جاوے بلند
وتا نقد دینا بی ہے سود مند

دیکھو مول اس لعل کا کیا چڑیا
اچھا ایا سو طاق فلک پر چڑیا

اتا شاہ بن مول کن لے سکے
جوہر لعل کا یوں بہا دے سکے

شہا کوئی متاع اس کے ناسار اچھے
یو نمت جگ میں جگ جگ رہنہار اچھے

اس کے بعد بتاتا ہے کہ میں نے اس کتاب کے لکھنے میں کیا کیا ہنر اور حکمتیں کی ہیں —

خصوصاً جو میں قصہ بے مثال
کہ الحق ہے سجھہ فہم کا یک خیال

مری طبع کے تیز تازی کے تیں
یون سوں کرنہار بازی کے تیں

اُبلتا سو دیک آپ نے تھان میں
لے آیا سو قصے کے میدان میں

نہ سجھہ دل ملگیا تیوں پھرایا اوسے
نہ جوں تھا دکھانا دکھایا اوسے

نہ ہر تھار دیتا ہوں جولان میں
تھیک چمپ چلایاں ہوں گردان میں

دھر اس شعر کی اصل خوبی کا بھاؤ
نکالیا ہوں قصہ کی شاخاں تے تاؤ

للبی بات کو کیں کیا مختصر
کہیں مختصر کوں بڑھایا سلور

کہیں چپ روایت کیا حسب حال
کہیں طبع کے لے چلیا خوش خیال
کہیں بول گت میلچ صافی کیا
کہیں دقت موشگافی کیا
بلدیا ارت کیں ہر کسی فہم کا
رکھیا بھاؤ کیں بادشہ وہم کا
بکت فن ہے آسان شہ تجہ اگل
کہ ہے توں کر نہار مشکل کوں حل

آخر میں کتاب کا نام اور سنہ تالیف کو نظم کیا ہے

محبت کی پا باس ہر ٹھاؤں میں
رکھیا گلشن عشق کرناؤں میں
دھریا اس کی تاریخ یوں ہجرتی
مبارک یو ہے ہدیۂ نصرتی

اس سے سنہ ۱۰۶۸ ہجری نکلتے ہیں —

مجھے یو تو ہے جیوتے پیاری کتاب
کہ ہے عشق سوں پُر یہ ساری کتاب

اور اس کے بعد دعا پر کتاب کا خاتمہ ہوجاتا ہے —

میرے پاس اس کتاب کے کئی نسخے ہیں لیکن سب سے قدیم سنہ ۱۰۹۳ھ یعنے تالیف سے ۲۵ سال بعد کا ہے - اس میں کتاب کے ختم پر ایک رباعی بھی درج ہے جو بلاشبہ نصرتی کی معلوم ہوتی ہے اور اس مثنوی کی تعریف میں ہے —

چے گل ہے نزاکت کا نول اس بن میں
یک رنگ پیالا اہے اپس فن میں
ہو طبع معطر دسے رنگین نظر
جن سیر کرے عشق کے اس گلشن میں

—— :*: ——

(۲)

علی نامہ

ماہ ذیحجہ سنہ ۱۰۴۵ ھ (۱۶۳۶ ع) میں جب مغلوں اور سلطان بیجاپور میں مصالحت ہو گئی اور جنگ و پیکار کا خاتمہ ہو گیا تو سلطان محمد عادل شاہ کو اپنی حکومت کی توسیع اور فروغ کا موقع ملا - اس نے بیس سال کے عرصے میں اپنی حکومت کو انتہائے عروج تک پہنچا دیا اور اس کی قلمرو بحیرۂ عرب سے خلیج بنگال تک جا پہنچی - جب محمد عادل شاہ کا انتقال (سنہ ۱۰۶۷ ھ ۱۶۵۶ ع) ہوا تو اس کے ملک کا سالانہ محاصل ۶ کروڑ ۸۴ لاکھ تھا اور اس کے علاوہ باج گزار ریاستوں سے سوا پانچ کروڑ روپیہ سالانہ بطور خراج کے اور وصول ہوتا تھا - فوج میں اسّی ہزار سوار اور ڈھائی لاکھ پیدل اور ۵۳۰ جنگی ہاتھی

ھاتھی تھے - اگر باج گزار ریاستوں کو بھی ملا لیا جائے تو ایک طرف اس کے علاقے میں بمبئی کے اضلاع کنارا اور دھارواڑ تھے اور دوسری طرف مدراس کے اضلاع کرنول اور ریاست میسور کا بہت سا حصہ - اس سے عادل شاہ کی قلمرو کی عظمت و شان کا اندازہ ہو سکتا ہے —

باپ کی وفات پر علی عادل شاہ ثانی کی عمر ۱۸ سال کی تھی - امرا میں حسد و رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی' سرحدی صوبوں پر بغاوتیں نمودار ہو رہی تھیں' اس پر اورنگ زیب کی چڑھائی اور بعض عادل شاہی امرا کی غداری نے طرح طرح کی پیچیدگیاں اور پریشانیاں پیدا کر دی تھیں' تاہم بیجاپور برابر مقابلہ کرتا رہا - اتنے میں اورنگ زیب کو دکن کی مہم چھوڑ کر دھلی جانا پڑا - وھاں تخت و تاج اس کے انتظار میں تھے - اس سے بیجاپور کو دم لینے کا موقع مل گیا - علی عادل شاہ نے بڑی ھمت اور ھوشیاری سے کام لیا اور اپنی حکومت کو سنبھال لیا - وہ خود میدان جنگ میں آیا' شیواجی کی بڑھتی ہوئی قوت کو روکا' کرنول کے حبشی سرداروں کو نیچا دکھایا' راجہ بدنور کی سرکوبی کی اور آخر میں مغلوں کے فوجی سیلاب کو جو جے سنگھ کی سرکردگی میں بڑھتا ہوا چلا آرھا

تھا ' پیچھے ھٹایا —

اِس مثنوی میں جو علی نامہ کے نام سے مشہور ھے اِنھیں مہمات کے کارنامے ھیں —

نصرتی کا بڑا کمال یہ ھے کہ اس نے تاریخی واقعات کو صحیح ترتیب ' بڑی احتیاط اور صحت کے ساتھ بیان کیا ھے - حسن بیان اور زور کلام کے تمام اسلوب ہوتے ہوئے کہیں تاریخی صحت سے تجاوز نہیں کیا - تاریخ سے واقعات کو ملائیجیے کہیں فرق نہ پائیے گا - بلکہ بعض باتیں شاید اس میں ایسی ملیں گی جن کے بیان سے تاریخ قاصر ھے - باوجود اس کے واقعات کی تفصیل ' مناظر قدرت کی کیفیت ' رزم و بزم کی داستان اور جنگ کا نقشہ کمال فصاحت و بلاغت اور صناعی سے کھینچا ھے - اردو زبان یوں ہی رزمیہ نظموں سے خالی ھے اور ایک آدھ رزمیہ نظم جو اس سے قبل لکھی گئی ھے وہ ہرگز اس کو نہیں پہنچتی - یہ رزمیہ مثنوی ہر لحاظ سے ھماری زبان میں بے نظیر ھے -

اس نظم کے تفصیلی بیان سے قبل ایک بات اور لکھہ دینی چاھتا ہوں جس کا جاننا ضروری ھے - وہ یہ کہ مغلوں اور بیجاپوریوں کی اس جنگ میں شیواجی کو بہت بڑا دخل ھے - جب بیجاپوری حکومت نے اس کا قافیہ تنگ کیا تو مغلوں کی منت سماجت کرکے ان سے جا ملا اور بیجاپور کی فتح کا سبز باغ

دکھایا اور جب کسی قدر آزادی ملی اور پھر لوٹ مار شروع کی اور مغلوں نے دبایا تو بیجاپوریوں سے ساز باز کرلیا - بعد میں اگرچہ حکومت بیجاپور اور مغلوں میں اتحاد تو ہوگیا مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے سے بدگمان رہے - حکومت بیجاپور کو یہ بدگمانی تھی کہ مغل شیواجی سے در پردہ ساز رکھتے ہیں اور مغل یہ سمجھتے تھے کہ حکومت بیجاپور خلاف معاہدہ پوشیدہ طور سے شیواجی کی امداد کرتی ہے - ان دونوں کی بدگمانیاں کچھہ بیجا نہ تھیں اور اسی وجہ سے انہوں نے بہت کچھہ نقصان اٹھایا - ان تاریخی الجھیڑوں کو چھوڑ کر اب ہم اصل کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں —

اس مثنوی میں بھی نصرتی نے وہی اہتمام کیا ہے جو گلشن عشق میں پایا جاتا ہے - یعنے ہر باب کا علوان ایک شعر ہے جس میں اس باب کے اصل واقعے کا خلاصہ یا اشارہ اس شعر میں آجاتا ہے - علوان کے یہ تمام شعر ایک بحر اور قافیے میں ہیں - ان تمام اشعار کو یکجا جمع کرلیا جاے تو لامیہ قصیدہ ہوجاے گا جس میں مثنوی کا سارا مضمون آجاے گا - کتاب کا علوان یہ دو شعر ہیں —

حمد اول ہے خدا کا کہ جلے روز ازل
دیا ہے ہمت مرد اں کو جو توفیق سوں بل

رکھیا اس نامۂ نامی کا علی نامہ نانوں
تا جلم جگ یو زمانے کے گلے ہوے ہیکل *

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے - حسب معمول اول حمد ہے - نصرتی کے حقیقی شاعر ہونے میں کلام نہیں، اس نے یہ التزام رکھا ہے کہ جس رنگ کی مثنوی ہے اسی رنگ کی حمد بھی ہو یعنے عشقیہ مثنوی کی حمد عاشقانہ ہے جیسا کہ گلشن عشق کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے اور رزمیہ مثنوی کی حمد شان رزم رکھتی ہے - چند ابتدائی شعر ملاحظہ ہوں —

شعر - سرانا سرے اس سکت دار کوں
کہ آدھار ہے جن نرادھار کوں

(مطلب) تعریف اس قوی قادر کو زیبا ہے
کہ جو بے آسراؤں کا آسرا ہے

....

شعر - سکندر کوں دارا پہ جن جس دیا
ادک گبھ تھے شرزے کے ہمت کس دیا

(مطلب) جس نے سکندر کو دارا پہ غلبہ دیا
اور شیر کے بچے کو ہاتھی سے زیادہ قوت بخشی

شعر - دیا یوں توں رستم کے پلچے میں زور
پڑیا تر تھے جس دل میں دیواں کے شور

(مطلب) تونے رستم کے دست و بازو میں وہ زور دیا،
کہ اس سے دیوؤں کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی

---

* ایک دوسرے نسخے میں یہ مصرع یوں ہے
" جس کی ہر رزمیہ رستم کے گلے کا ہو ہیکل "

شعر - نھلا ساچ ھیرا نپیا کھن ملے
بڑا بل دیا پیسلے گھن مفے
(مطلب) ننھا سا ھیرا کان میں پیدا کیا
اور کون کو اس کے پیسنے کی کتنی بڑی قوت دی

شعر - دکھت سرکش آتش میں باد غرور
چھلے ھت تھے پانی کے تس مکھ تھے نور
(مطلب) سرکش آگ میں کس قدر باد غرور نظر آتی ھے
آخر اس کے منہ کا نور پانی کے ھاتھوں چھینا گیا

شعر - کرنہار غالب کوں مغلوب وے
طلب کی ھے طالب کا مطلوب وے
(مطلب) وھی غالب کو مغلوب کرنے والا ھے
اور وھی طالب کی طلب کا مطلوب ھے

شعر - الہی قوی توں سرے تجھہ سکت
نہ دیتا توں بھاتا رتی کس کے ھت
(مطلب) الہی تو قوی ھے اور قوت تجھی کو سزاوار ھے
تو اگر نہ دیتا تو کسی کے ھاتھہ کچھہ نہ آتا

شعر - نلھے اور بڑے میں تھیں حد بلندیا
دونو میں توں شمشیر کا سد بلندیا
(مطلب) چھوٹے اور بڑے میں تونے حد باندھی
اور دونوں میں تلوار کی دیوار کھڑی کردی

شعر - کہ کوی کس اوپر دات آنا سکے
کو آوے اچھوتا وو جانا سکے
(مطلب) تاکہ ایک دوسرے کو دبا نہ سکے
اور جو دبائے تو اچھوتا نہ بچ نکلے

شعر - سکت پاے کوی دیس موذی اگر
وہاں اس پہ دے جیو نکہ چمٹی کوں پر
(مطلب) اگر کچھ دن کسی موذی کو زور حاصل ہو بھی گیا
تو چیونٹی کی طرح اسے پر دے کر وہاں نازل کرتا ہے

اس کے بعد خدا کے عدل کی تعریف کرتا ہے کہ کس طرح موذیوں کو قابو میں رکھتا ہے اور موقع موقع سے غضب اور کرم کرتا ہے - چونکہ یہ رزمیہ نظم ہے اس میں تلوار کی تعریف کرتا ہے کہ خدا نے اس میں کیا کیا جوہر رکھے ہیں اور اسے وہ قوت دی ہے کہ ایک ایک کونے سے لاکھوں خزانے باہر نکال لاتی ہے - اور آخر میں کہتا ہے -

کیا توں لوہا نامۂ صلح کل

یعنی تلوار ہی صلح کا نامہ ہے ' اس کے بغیر امن نہیں ہوتا —

لوہے کوں کیا توں سفر کا رفیق
لوہا نیں تو زر دشمن ہر طریق
لوہے بن نکوی یار جانی ہے ہور
لوہے تھیچ ہے یار جانی کوں زور

پھر بڑی خوبی سے لکھا ہے کہ ہر شے جسے خدا نے بڑائی دی ہے اسے اس کی حفاظت کے لیے ہتھیار بھی دیے ہیں —

شعر - توں سر جا ہے جے شے بزرگی کے کاج
کیا نیں بڑا اُس کو ہتیار باج

(مطلب) تونے جس کسی کو بڑائی کے لیے پیدا کیا ہے
اُسے بغیر ہتیار کے نہیں رکھا

شعر - فلک کوں جو تاریاں کی جوشن دیا
ملمع سے چاندنی کے روشن کیا

(مطلب) آسماں کو تونے تاروں کا جوشن دیا
اور اُسے چاندنی کی جگمگاہٹ سے روشن کیا

شعر - دیا تس کھڑک سور سا تابدار
سورج کوں دیا خنجر آبدار

(مطلب) اور اُسے سورج سی چمکتی ہوی تلوار دی
اور سورج کو خنجر آبدار عطا کیا

شعر - سمندر میں موجاں ہتیاراں کی فوج
جواہر کے ہتیار پانی کی موج

(مطلب) سمندر کی موجیں گویا ہتیاروں کی فوج ہے
اور جواہر کے ہتیار پانی کی موج ہے (آب)

شعر - دیا آگ کے ہت توں خنجر ہزار
کرے باؤ پر دمبدم تیز دھار

(مطلب) تونے آگ کو ہزاروں خنجر دیے ہیں
جو ہر دم ہوا پر اپنی دھار تیز کرتی رہتی ہے

شعر ۔ نہ کر لے برس ابر عالم کو غرق
دیا رعد کے هات توں تیغ برق

(مطلب) مبادا بادل برس برس کر دنیا کو غرق کردے
تونے رعد کو برق کی تلوار دی

شعر ۔ سورج کی تہیں روز کھڑ سان کا ژ
دیوے نور کی مہ کے خنجر کو باژ

(مطلب) تو هر روز سورج کی سان (فسان) کو باهر نکالتا هے
تاکہ چاند کے خنجر کو نور کی باڑ دے

شعر ۔ سپر کی تو صورت دیا پھول میں
نشاں بھال کا غنچہ مقبول میں

(مطلب) پھول کو تونے سپر کی صورت دی
اور غنچہ میں بھال کا نشان رکھا هے

شعر ۔ توں باگاں کوں خنجر سوں چڑنکہ دیا
دسن گج کوں کر گرز بیشک دیا

(مطلب) تونے شیروں کو خنجر سے بڑھ کر ناخن دیے
اور هاتھی کو دانت سا گرز دیا

شعر ۔ کہا خنجر مار پر زهر توں
بچھو هت دیا نیزۂ قہر کوں

(مطلب) سانپ کو زهر بھرا خنجر دیا
اور بچھو کو نیزۂ قہر عطا کیا

شعر - نظر میں توں خوباں کوں تیزی دیا
توں چھب کی کھڑگ میں سبزی دیا
(مطلب) تونے معشوقوں کی نظر میں تیزی رکھی ھے
اور چھب کی تلوار کو جنگ کی توت دی

شعر - صباحت میں دے توں ملاحت کا آب
رکھیا حسن کی تیغ کا جگ پہ داب
(مطلب) صباحت میں ملاحت کی رونق ملاکر
تونے دنیا میں حسن کی تلوار کو شوکت بخشی

شعر - لیوے ملک جاں خوبرویاں کی نین
دیا ھے توں تیر و کماں ان کوں عین
(مطلب) اقلیم جان کی تسخیر کے لیے تونے خوبرویوں
کی آنکھوں کو تیر و کماں عنایت کیے

شعر - جنوں کا پلک مارنا بھوں چڑا
خدنگ ناز کا دل میں چھوڑیں گڑا
(مطلب) جن کا بھویں تان کر پلک مارنا
گویا ناز کے تیر کا دلوں میں گڑنا ھے

غرض شاعر نے ھر شے میں اس کی اپنی حفاظت یا دوسروں کے بچاؤ یا تسخیر کے لیے طرح طرح کے ھتھیار پیدا کیے ھیں - حمد کے دو چار شعر اور لکھتا ھوں جس سے نصرتی کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ھوگا -

شعر - سکت تجھہ ہے دریا کرں ماتی میں داب
پون پر نپانا گگن کا حباب

(مطلب) یہ تیری ہی قدرت ہے کہ سمندر کو مٹی میں دبا کر
ہوا میں آسماں کا حباب بنایا

شعر - سبھوں کا سمجھہ تھک رہا ہے یہاں
کہ یک بڑ بڑے میں بسایا جہاں

(مطلب) سب کی عقل حیران ہے کہ ایک
بلبلے میں یہ سارا جہان کیونکر بسا دیا

شعر - لکھن ہار ہر نقش توں بے قلم
سفیدی سوں کے رنگ نپجاے جم

(مطلب) تو بغیر قلم کے نقش و نگار کرنے والا ہے
اور سفیدی سے بیسیوں رنگ پیدا کرتا ہے

شعر - ہمن عقل تجھہ حکمتاں پاس یوں
سوا لاک پربت پہ چمٹی ہے جوں

(مطلب) ہماری عقل تیری حکمت کے سامنے ایسی ہے
جیسے سوا لاکھہ پہاڑوں پر ایک چیونٹی

شعر - ترے یک پلے پر دھریں اتفاق
موحد و ملحد میں نیں یہاں نفاق

(مطلب) تیری وحدت پر سب کو اتفاق ہے
اس میں ملحد و موحد کا اختلاف نہیں

شعر - دھنی تونچ ہے مسجد و دیر کا
لہیں سب سبب صلح ھور بیر کا
(مطلب) مسجد و دیر کا مالک توھی ہے
اور توھی صلح وعداوت کا سبب ہے

یہ آخری شعر کس قدر بلیغ ہے - یعنے مسجد و دیر سب ترے ھی ھیں اور یہ جو آپس میں صلح یا عناد ہے وہ تیری ھی وجہ سے تو ہے - یعنے تیری ھی ذات و صفات کی بحث اور جھگڑے کی وجہ سے اختلافات پیدا ھوے اور ملکوں میں تفرقہ ھوا - غرض اتفاق ھو یا نفاق وہ تیری ھی تلاش میں ہے اور اس لیے تیرا ھی ان سب میں ظہور ہے - اس کے آگے کہتا ہے —

شعر - ترا انت پانے میں سب جگ ہے غرق
بڑا پن پچھانت میں فرتہاں میں فرق
(مطلب) تیری انتہا پانے میں سارا زمانہ منہمک ہے
البتہ تیری عظمت کے پہچاننے میں بہت کچھہ فرق ہے

شعر - نہ پاے تیری ذات کوی جز صفات
ھر ایک گھٹ میں گھٹ ھویو یک دھات بات
(مطلب) سواے صفات کے تیری ذات کو کوئی نہ پاسکا
اصل یہ ہے کہ تو ھر جگھہ ساری ہے

شعر - نظر کر کہ میں دیکھتا ہوں جسے
تو ہر گھٹ کے گھر میں دِوا توں دسے

(مطلب) جب میں غور سے دیکھتا ہوں
تو ہر جسم کے گھر میں تو ہی ایک چراغ نظر آتا ہے

شعر - اگر دین حق کے نہ قابل اہیں
ولے تیری وحدت کے قائل اہیں

(مطلب) جو دین حق کی صلاحیت نہیں رکھتے
وہ بھی تیری وحدت کے قائل ہیں -

اب مناجات میں سے چند شعر نقل کرتا ہوں ' چونکہ یہ شعر آسان ہیں اس لیے ہر شعر کے معانی یا مطلب لکھنے کی ضرورت نہیں —

پلا مجھ محبت کا ایسا شراب
کہ ہو مست بسروں دو جگ کا حساب

مرے مکھ تے کاڑ اس اثر کا کلام
کہ ہر بول ہوے بے پرستاں کوں جام

دھرنہار اثر حال کا قال دے
دلاں کوں جم اس قال تھے حال دے

بھر یا رکھ مرے دم میں اقسوں سدا
کہ جگ ہوے مسخر یوسن کر ندا

مرے شعر سوں زندہ کر ہر شعور
سمج مجھ بچن تھے توں کر جگ میں نور

مری بات انگوں بحث کرسب کی رد
سخن کر مرا عارفاں میں سند

سیاھی کوں کر میری ظلمات دھات
قلم میں مرے خضر کی دے صفات

کہ ظلمات میں اِس جو یو خضر جاے
برسنے کوں امرت ابھال ھو کہ آے

(یعنی جب یہ خضر (قلم) ظلمات (دوات کی روشنائی)
میں جاے تو امرت' برسنے کے لیے ابر ھو کر آے —

مرے فن کے بن کوں عطا کر او آب
کہ ھر پھول ھوے چشمۂ پر گلاب

ھر ایک پھول کوں دے توں اس دھات رنگ
کہ ھوے ھر صبح دیکھ خورشید دنگ

خیالاں کوں مجھ باؤ کی اوچ دے
طبیعت کوں دریا کی نت موج دے

(یعنے میرے خیالات کو ھوا کی سی بلندی عطا کر
اور میری طبیعت کو دریا کی سی موج دے)

مری جیب کوں سیف کر آبدار
علایت کی رکھ دم سوں نت تیز دھار

(میری زبان کو شمشیر آبدار بنادے اور اپنی علایت
کے دم (سان) سے اس کی دھار ھمیشہ تیز رکھ)

کہ تک جس طرف آبھے وو زباں گزر جاے کر موشگافی وھاں
(تاکہ جس طرف وہ (زبان) ذرا پھر جاے تو وھاں

سے موشگافی کرتی ہوی نکل جاے)

ذکر معراج کی تمہید شب معراج کے وصف سے اس طرح شروع کی ہے —

شعر - مرصع کی کسوت سوں یک نس سنوار
رکھی آرسی چاند کی بر منجھار

(مطلب) رات نے زرق برق مرصع لباس پہنا
اور چاند کا آئینہ بغل میں لیا

شعر - جگا جوت نا دیکھ تس ابرھن
اندھارے لیا موچ سورج نین

(مطلب) اُس زرق برق لباس کو دیکھ کر سورج چکا چوند
میں آگیا اور اپنی آنکھیں میچ لیں

تیسرا شعر کیا اچھا لکھا ہے —

جو خوش مکھ پہ زلفاں پریشاں کرے
ہر یک سیام بادل کو گریاں کرے

یعنے اگر وہ رخ زیبا پر زلفیں پریشاں کردے تو کالے بادل اُسے دیکھ کر پانی پانی ہوجائیں —

جب صاحب لولاک عرش کے مقام خاص پر پہنچتے ہیں تو لکھتا ہے —

دسیا روپ پردے میں وو بے حجاب
کہ جس نور کے ذرہ کئی آفتاب

سمجھنے کی ہے بات کر دل کوں جمع
کہ فانوس میں کئیں بھی چھپتی ہے شمع

اسی بیان کے آخر میں اس نے چاروں اصحاب کا ذکر ضمناً اس طرح کر دیا ھے کہ جب آنحضرت معراج سے واپس آے تو اپنے چاروں اصحاب سے اس کا ذکر کیا اور ھر ایک صحابی کے ساتھہ صرف ایک ایک لفظ تعریف کا لکھہ دیا ھے - لیکن حضرت علی کی ملقبت اس نے الگ لکھی ھے —

اس ملقبت کے ضمن میں حضرت بندہ نواز کی مدح بھی لکھہ گیا ھے - وہ شعر یہ ھیں -

مجھہ اپنے کرم ساتھہ کر شاد کام
کہ ھوں تجھہ کمینہ خلف کا غلام

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسینی ھے گیسو دراز

محبت سوں اپنے تو فرزند کی
توں دلجوئی کارن یو دلبند کی

بلچانے کو اِس تشنگی تھے جلا
محبت کا یک جام ایسا پلا

جو سب تن میں حق عشق کا چڑ اثر
قیامت کی رھوں ھول تھے بے خبر

اب سلطان علی عادل شاہ شانی کی مدح شروع کرتا ھے

شعر - بکھانوں اِتا مدح شاہ زماں
کہ ثانی سکندر ھے صاحب قراں

(مطلب) اب میں شاہ زماں کی مدح بیان کرتا ھوں
جو صاحب قران اور سکندر ثانی ھے

شعر - قلم آج جو مجھہ جہانگیر ھے
صفت شہ کے لکھنے کی تاثیر ھے

(مطلب) یہ بادشاہ کی صفت لکھنے کی تاثیر ھے
کہ میرا قلم آج جہان پر چھایا ہوا ھے

شعر - زھے شاہ عادل سمی ولی
علی ابن سلطاں محمد بلی

شعر - جو میں ورد تجہ اسم اعظم کیا
بچن سوں مسخر یو عالم کیا

(مطلب) جب سے میں نے تیرے اسم اعظم کا ورد کیا ھے
میرے کلام نے سارے عالم کو مسخر کر لیا ھے

شعر - دکھن نت ھے اُس فخر تھے باغ باغ
کہ تس گھر ھے تجھہ سا گھر شبچراغ

(مطلب) دکھن اس فخر سے پھولا نہیں سماتا
کہ اس کے گھر میں تجھہ سا لعل شبچراغ ھے

شعر - ھر ایک دیپ تجھہ دیپ آنے ضرور
کہ سب ملک اندھارا دکھن پر ھے نور

ھر چراغ کا تیرے چراغ کے پاس آنا لازم ھے
کیونکہ سارے ملک میں اندھیرا ھے اور صرف دکن روشن ھے

شعر - تیرا چتر خورشید کا سایہ باں
منگے تجھہ علم کا پناہ آسماں

(مطلب) تیرا چتر آفتاب کا سایہ باں ھے
اور آسماں تک تیرے جھنڈے کی پناہ مانگتا ھے

شعر - تری ذات تھے ھے شجاعت کو ناؤں
کہ پالیا ھے کر تیغ کی جس پہ چھاؤں

(مطلب) شجاعت کا نام تیری ذات سے ھے
کیونکہ تو نے اسے تلوار کی چھاؤں تلے پالا ھے

شعر - صفت تجھہ کھڑگ صف میں کرتیں بیاں
پڑے موں میں چھنٹی کے آڑی زباں

(مطلب) اپنی صفوں میں تیری تلوار کی صفت کرتے کرتے
چیو نٹیوں کی زبان لال ھے

شعر - ترے ھت تھے نت آبرو پائے تیغ
کہ جوں فیض پاتا ھے دریا تھے میغ

(مطلب) تیرے ھاتھہ سے تلوار ھمیشہ اس طرح آبرو پاتی ھے
جیسے بادل دریا سے فیض پاتا ھے

شعر - شرارے تری تیغ کے بے شمار
کریں دل کے بادل میں بجلیاں ہزار

(مطلب) تیری تلوار کے بے شمار شرارے
لشکر کے بادل میں ہزاروں بجلیاں پیدا کرتے ھیں

شعر - سورج کانپتا نت ترے بیم میں
فلک سر نگوں تیری تعظیم میں

(مطلب) سورج همیشه تیرے خوف سے کانپتا هے اور
فلک تیری تعظیم میں همیشه سر نگوں هے

شعر - ترے قہر کے بحر کا تیغ موج
ترے خلگ تل گرد دشمن کی فوج

(مطلب) تیرے قہر کے بحر کی موج تلوار هے
تیرے گھوڑے کے نیچے دشمن کی فوج گرد هے

شعر - پون تھے سبک سیر تیرا ترنگ
چاند جس کی جلدی انگیں کہنہ لنگ

(مطلب) تیرا گھوڑا هوا سے زیادہ تیز هے
اور اس کی تیزی کے آگے چاند لنگڑا هے

شعر - دِس آوے جدھر فتح کا تجھ نشاں
کہے الاماں تب زمین آسماں

(مطلب) تیرا فتح کا نشان جہاں کہیں نظر آتا هے
تو زمین آسماں اس سے امان مانگتے هیں

شعر - دانادی دیکھ تجھ مکھ انکھیاں موچتا
کہ توں مار اوّل پچھیں پوچھتا

(مطلب) دشمن تیرا چہرہ دیکھ آنکھیں میچ لیتا هے
کہ تو پہلے مارتا اور بعد میں پوچھتا هے

شعر - کھوگ جب توں جھلکا ے صف میں نکال
دس آوے ھو ٹکڑے گگن جیوں ابھال

(مطلب) جب تو صف فوج میں اپنی تلوار نکال کر چمکاتا ھے
تو آسماں بادل کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نظر آتا ھے

اسی نہج سے بادشاہ کی شجاعت اور دلیری کی تعریف کرتا چلا جاتا ھے - اس کے بعد اس کی سخن سنجی اور علم پروری کا ذکر کرتا ھے - نمونے کے طور پر چند شعر نقل کیے جاتے ھیں —

شعر - تری بات تھے نیشکر رس بھرے
تجھہ انکھیاں تھے مے مست ھو شد ھرے

(مطلب) تیری باتوں سے نیشکر رس حاصل کرتا ھے
اور تیری آنکھیں دیکھہ شراب مست ھوکر ھوش و حواس کھو بیٹھتی ھے

شعر - ترا ذھن نرمل تمرا طبع صاف
سخن سنج باریک بیں مو شگاف

(مطلب) تیرا ذھن پاک اور تیری طبع صاف ھے
تو سخن سنج، باریک بیں اور موشگاف ھے

شعر - ترے دل کے دریا کا، شعر ایک ھے موج
فلک پست جاں تجھہ خیالاں کی فوج

(مطلب) شعر تیرے دل کے دریا کی ایک موج ھے
جہاں تیرے خیالات کا لشکر پہنچتا ھے وھاں فلک پست ھے

شعر - ترا شعر ہر مردہ دل کو جلم
کرے خضر بھر خوش مسیحا کا دم
(مطلب) تیرا شعر ہر مردہ دل کو زندہ کرتا ہے
اور خود خضر ایسے مسیحا کا دم بھر کر خوش ہوتا ہے

شعر - سکے شاعراں شعر تھے تجھہ شعور
دھریا طبع موزوں تھے تجھہ نظم نور
(مطلب) شاعروں نے تیرے شعر سے شعور سیکھا ہے
اور نظم نے تیری طبع موزوں سے نور حاصل کیا ہے

مدح شاہ کے بعد سبب نظم کتاب کی باری آتی ہے - اسے بھی نصرتی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے - چاندنی رات کا سماں ہے ' بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے ' فضلا و شعرا جمع ہیں جن میں خاص کر یہ صاحب کمال قابل ذکر ہیں —

قاضی کریم اللہ ' جنہوں نے سب سے پہلے نصرتی سے اس مثنوی کے لکھنے کی فرمائش کی - چنانچہ وہ لکھتا ہے —

زہے حاکم شرع والا نژاد
سو قاضی کریم اللہ فرخ نہاد
خلاصے سوں رکھہ مجھہ رخن ان نظر
کیا ریز یوں خوش سخن کے گہر
کہ پہنچیا ہے جد تھے جہاں میں کھڑگ
مغل کی بتی فوج کو آج لگ

علی نرپتی شاہ عادل کے بن
کھڑگ جل میں یوں نین ڈوبایا ہے کن

دسیا سو تماشا نظر کی حضور
ہوا نصرتی پر تو لکھنا ضرور

دوسرے صاحب شاہ نور اللہ ہیں جنھوں نے فارسی نثر میں اس عہد کی تاریخ لکھی ہے - نصرتی نے ان کی بہت تعریف کی ہے، چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

مدبر بڑا رائے زن دوربیں
قوی رکن ہے سلطنت کا یقیں

مقرب بڑا شہ کی درگاہ کا
بڑا معتبر معتمد شاہ کا

زہے شاہ نوراللہ فرخندہ نام
منور ہے جس فضل تھے جگ تمام

کہ جب شاہ عادل علی کامگار
جو بے مثل کرتیاں کیا نامدار

وہ سب لکھہ کے تاریخ میں خوب دھات
کیا نت حوالے زمانے کے ہات

کیا جیوں وہ تاریخ لکھنی شروع
ہوا فیض حق تس کی جانب رجوع

سفینہ جو تاریخ کا لکھہ کے پاس
دسے یوں جو دیکھیں تو اہل قیاس

مضامین کی ایک سطر ان کی موج
عبارت کے دریا نے پکڑیا ہے اوج

سلاست میں پانی کی صافی دھرے
فصاحت میں امرت کی شیری دھرے
نظر میں اگر سنبلستاں دسے
حقیقت میں رنگیں گلستاں دسے

تیسرے صاحب شاہ ابوالمعالی ہیں —

نسب میں سیادت سوں عالی اھے
تو تس ناؤں شا بوالمعالی اھے

اس باب کی تمہید بہت خوب ہے وہ چند شعر یہاں نقل کرتا ہوں —

شعر - جو یک نس ستا ریاں کی مجلس ہو جمع
اتھی بیچ روشن سپورن کی شمع

(مطلب) ایک رات ستاروں کی مجلس جمع تھی
اور ان کے بیچ میں ماہ کامل کی شمع روشن تھی

شعر - اجالے سوں تس خانۂ آسماں
رہیا تھا ہو پر نور خوش تابداں

شعر - ہوا کی تھی سالو کی کسوت یقین
تکمت اوڑھ بیٹھی تھی ساری زمین

(مطلب) ہوانے سالو کا لباس پہن رکھا تھا
اور ساری زمین بادلے میں ملبوس تھی

شعر - دیا چاند گاراں کو هیریاں کی تاب
کیا سنگریزیاں کو بلور ناب

(مطلب) چاند نے (گار) پتھروں میں هیروں ای سی چمک پیدا کردی تھی اور سنگریزے خالص بلور معلوم هوتے تھے

شعر - نظر میں جو لیا نا لگے آب کوں
بسرنا پڑے صاف سیماب کوں

(مطلب) پانی کی یه حالت تھی که اسے دیکھه کر آدمی سیماب کو بھول جاے

شعر - نظارے میں نظراں دھرے گلشنی
صفائی سوں پکڑے دلاں روشنی

(مطلب) اس نظارے سے نظاروں میں گلشن کا سا سماں تھا اور اس کی صفائی سے دلوں میں روشنی آتی تھی

اس تمہید کے بعد دربار کی خوبی اور اُن چلد صاحبوں کی تعریف کی هے جن کا اوپر ذکر هوا هے - رات کا جلسه برخاست هوتا هے، مگر نصرتی کو رات بھر بے چینی رهتی هے که کتاب لکھنے کی کیسی کر لگی اور یه مشکل کیونکر حل هو گی —

مرے پر تو اے فکر مشکل پڑی
طبیعت چلانے کو اوکھل کھڑی

رهیا تھا اسی آکه حیرت میں جھوں
کون مشکل آساں ملکیا حق لے یوں

صبح ہوتے ہی بارگاہ شاہی میں پہنچتا ہے اور وہی رات کا تذکرہ پیش آتا ہے —

تلی رات بعد از ہوا صبح ویں
اتھا تب تلک شہ کی درگاہ میں
دکھت مجھ رخن شاہ عالم نواز
کرن لیکے خدمت بڑے سرفراز
معنے سے ظاہر اشارت کیے
ولے دل کوں دل سوں بشارت دیے
کہا میں کہ بندے میں یو کاں ہے حد
کہوں تب جو اُستاد کا ہوے مدد

(یعنے مجھ میں اتنی سکت کہاں ہے البتہ استاد (یعنے بادشاہ) کی مدد ہو تو یہ کام سرانجام ہوسکتا ہے) —

اس کے بعد اپنے کلام کی تعریف اور کچھ تعلی کرتا ہے اور فخریہ کہتا ہے کہ میں نے اس حقیر زبان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے - ان باتوں کا ذکر کسی دوسرے مقام پر آئے گا —

اب کتاب کا اصل مضمون شروع ہوتا ہے - پہلے بادشاہ کی تخت نشینی کے جشن، شہر کی آرائش اور رعایا کی خوشی کا ذکر کرتا ہے —

گھڑے گھر نوی شادمانی ہوئی
زمانے کو پھر نو جوانی ہوئی

اور اس جشن کے بیان کو دعا پر ختم کرتا ہے ۔

جشن کے بعد نئے باب کا آغاز ہوتا ہے - اس میں اول وہ دکن کی بادشاہت پر نظر ڈالتا ہے اور لکھتا ہے کہ جب اس ملک میں کوئی نیا بادشاہ تخت پر جلوہ گر ہوتا ہے تو سلطنت کی حالت بھی دگرگوں ہوجاتی ہے - دوست دشمن، مخالف موافق تاک میں رہتے ہیں اور بادشاہ کو اپنی سلطنت سنبھالنے کے لیے بڑی ہوشیاری، مصلحت اندیشی اور احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے - بادشاہت بھی شطرنج کی سی بازی ہے - ہر شاطر کی چال جدا جدا ہے - جب کوئی کھیلتے کھیلتے بازی چھوڑ کے چل دیتا ہے تو دوسرے کو وہی بازی کھیلنی پڑتی ہے اور جب تک وہ اُسے پورے طور سے نہیں سمجھ لیتا اس کا کھیلنا سخت دشوار ہوتا ہے - (یعنی جب ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ آتا ہے تو جب تک وہ امور سلطنت کے اسرار سے کما حقہ واقفیت حاصل نہیں کرلیتا اُسے سخت مشکل پیش آتی ہے) - اس میں بڑی دور اندیشی اور احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے - جو کہیں سے مخالف کو ہٹانا ہو تو اپنا ایک آدھ مہرہ کھونا پڑتا ہے - ہر طرف نظر رکھنی پڑتی ہے کہ دشمن دھوکا نہ دے جائے - جو کوئی اس طرح کھیل پر قابو حاصل کرلے تو وہ "پیادہ مات" (پیدل مات) دے سکتا ہے - اس عام

حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد وہ بتاتا ہے کہ محمد عادل شاہ کے مرنے اور علی عادل شاہ ثانی کی تخت نشینی پر ملک کی کیا حالت تھی۔ اب میں اسی کیفیت کو نصرتی کے الفاظ میں دکھانا چاہتا ہوں۔ نصرتی نے جو کچھ لکھا ہے تاریخوں سے اس کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔

شعر۔ کہ القصہ یو پادشاہی کے کام
درست ہوئیں لگیا او غلیماں تمام

(مطلب) غرض امور سلطنت کی اصلاح ہونے تک تمام بد نہاد مخالفوں نے

شعر۔ نہلے ہور بڑے تھے سو سب بد نہاد
اُچاے وہ چارو طرف تھے فساد

(مطلب) بد نہاد مخالفوں نے (خواہ چھوٹے خواہ بڑے) چاروں طرف سے فساد برپا کر دیا

شعر۔ مخالف تو اکثر منافق ہوے
موافق بی کے ناموافق ہوے

(مطلب) جو منافق تھے وہ تو خیر مخالف ہو ہی گئے لیکن بعض موافق بھی مخالف بن گئے

شعر۔ بڑی رنج کی شہ اپے کم سن منے
نوی بادشاہی نوے دن منے

(مطلب) اس کم سنی پر بھی بادشاہ نے بڑی ہمت کی (حالانکہ) اس کی نئی نئی بادشاہی اور نیا زمانہ تھا

شعر۔ کُبل سخت بازیانچ پڑنے لگیاں
بڑیاں شدّتاں روز گھڑنے لگیاں

(مطلب) بیڈھب اور سخت بازیاں پڑنے لگیں
اور ہر روز شدید سانحے پیش آنے لگے

شعر - ولے شاہ ہمت سوں رکھہ دل قوی
نوے کام پر کر تردد نوی

(مطلب) لیکن بادشاہ نے ہمت کرکے دل قوی رکھا
اور ان نئی مشکلات کی فکر کرنے لگا

شعر - یک یک کام لگ بل سوں سا ندن لگیا
یک یک نہ تردد سوں با ندن لگیا

(مطلب) ایک ایک کام کو وہ اپنی قوت سے سدھارنے لگا
اور ایک ایک پیچیدگی کو سلجھانا شروع کیا

... ...

شعر - اگن پن وہ فتنے کی چوندھیر سوں
اتھی تھی وو شمشیر کے نیر سوں

(مطلب) لیکن فتنے کی وہ آگ جو تلوار کی آب
سے ہر طرف بھڑکی ہوئی تھی

شعر اَسے یک طرف تھے بجاویں تلگ
اتھے بھی وہ دُسرے رخن تھے سلگ

(مطلب) ابھی ایک طرف سے بجھنے نہ پاتی تھی
کہ دوسری طرف سے سلگ اٹھتی تھی

شعر - بزرگی جسے ات خدا داد ھے
دل اُس کا نبز پن میں پولاد ھے

(مطلب) لیکن خدا جسے بزرگی دیتا ھے
لڑکپن میں بھی اس کا دل فولاد ھوتا ھے -

جب شیواجی کی فتنہ انگیزی حد سے بڑھی تو علی عادل شاہ نے افضل خاں کو اس کی سرکوبی کے لیے متعین کیا - افضل خاں نے جب اپنے دلیرانہ حملوں سے اس کا قافیہ تنگ کیا تو عاجز ھو کر اس نے صلح و عفو کی خواھش کی - افضل خاں نے صاف دلی سے اسے منظور کرلیا اور پھر جس طرح شیواجی نے دغا سے افضل خاں کو قتل کیا ھے وہ ایک تاریخی واقعہ ھے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں - اس واقعہ سے علی عادل شاہ کو سخت رنج اور صدمہ ھوا اور اس نے اپنے ایک امیر سیدی جوھر کو صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے اس مہم پر روانہ کیا —

ان واقعات کو نصرتی کی زبان سے سننا بہتر ھوگا - یہ واقعات نصرتی کی آنکھوں کے سامنے پیش آے ھیں' وہ بیجاپوری ھے اور بادشاہ کا ملازم خاص' اس لیے وہ اپنے مخالفوں کی شان میں جو کچھہ کہتا ھے اُسے تحمل سے سننا چاھیے —

شیواجی کی فتنہ انگیزی اور اس کی عام سیرت کے متعلق اس کا بیان سنیے :—

شعر - جو کوئی کار بد کا جو پاپی ھے بد
ہوا ناؤں تس لعلتی تا ابد

(مطلب) جو پاپی برے کام کا بانی ھوتا ھے
اُس کے نام پر قیامت تک لعنت پڑتی رھتی ھے

شعر - خدا پاس تا اس کوں بہبود ھے
خلائق کلیے تو وہ مردود ھے

(مطلب) خلقت میں وہ مردود ھے اور خدا
کے ھاں بھی اس کی بخشائش نہیں -

شعر - اتا بات کوں کار مرڈی کا نام
کہ قائم ھوا فتنہ جس تے تمام

(مطلب) اب اُس مرڈی کا نام لو
جس سے یہ تمام فتنہ برپا ھوا

شعر - سیویا کر جو ایک فتنہ انگیز تھا
بڑا چور مرڈی و خونریز تھا

(مطلب) سیوا نامی جو ایک فتنہ انگیز تھا
وہ بڑا چور مرڈی اور خون ریز تھا

شعر - دکن کی زمیں بیچ تخم فساد
جو پیریا سو اول بھی بد نہاد

(مطلب) دکن کی سرزمین میں اول اول جس نے
فساد کا بیج بویا وہ بھی بد نہاد تھا

شعر - رعیت جتا خوار اوس شوم تھے
ھوا ملک ویرانہ تس بوم تھے

(مطلب) رعیت اس شقی سے پریشان و خوار تھی
اور ملک اُس بوم سے ویرانہ ھو گیا تھا

شعر - جو بد اصل تھا سو بڑا ھور نھنا
سیکھا اِس تھے صاحب سے باغی پنا

(مطلب) جتنے چھوٹے بڑے کم اصل تھے
اُن سب نے اپنے آقا سے بغاوت اِسی سے سیکھی -

ذیل کے پہلے شعر میں وہ اس کے مقام سکونت کو بتاتا ھے ـــ

شعر - دکھن ھور مغلائی کے درمیان
وطن دھر کُہستان میں تھا نہان

(مطلب) دکھن اور سلطنت مغلیہ کے درمیانی
کوھستان میں اس نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا

شعر - بھریا تھا سب اُس ذات میں مکر و ریو
دسے آدمی روپ پر نسل دیو

(مطلب) اس کی ذات مکر و دغا سے بھری ھوئی تھی
دیکھنے میں انسان شکل تھا مگر اصل میں نسل دیو تھا

شعر - دکھاوے جو ٹک اپنی تلبیس کوں
لگے ورد لاحول ابلیس کوں

(مطلب) اگر ذرا اپنی شیطنت دکھائے
تو ابلیس بھی لاحول پڑھنے لگے

شعر - فرنگی تھے تھا کفر میں ات اشد
کرے دین سوں دشمنی سخت بد

(مطلب) کفر میں فرنگی سے بھی اشد تھا
اور دین سے سخت دشمنی رکھتا تھا

شعر - نہ اس قتل حج تھی عبادت نہلی
حرم میں بی سلہرے تو تھا کشتنی

(مطلب) قتل اس کے نزدیک حج سے بھی بڑی عبادت تھی
یہ حرم میں بھی ھاتھ لگے تو گردن زدنی ھے -

آخری شعر کے دوسرے مصرع کی حیثیت تاریخی ھو گئی ھے - روایت یہ ھے کہ سکندر عادل شاہ کے عہد میں جب اورنگ زیب کی فوج نے اھل بیجا پور کو بالکل تنگ اور عاجز کردیا تو وھاں کے چند علما لشکر عالم گیری میں حاضر ھوے اور عرض کی کہ جہاں پناہ عالم باعمل ' زاھد و متقی ' متشرع و متدین ھیں اور پیشگاہ خلافت سے کوئی امر خلاف قانون و شرع صادر نہیں ھوتا - پھر اس کی کیا وجہ ھے کہ باوجودیکہ اس شہر و ملک کا حاکم اور یہاں والے کلمہ گو مسلمان ھیں ' بادشاھی لشکر کا قہر ان پر نازل کیا گیا ھے جس سے بے قصور رعایا سخت عذاب میں مبتلا ھے - اورنگ زیب نے اس کے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ تمھارا کہنا درست ھے ' لیکن ھمیں تم سے اور تمھارے شہر اور

ملک سے سروکار نہیں اور نہ تم سے ہم جنگ و قتال کا قصد رکھتے ہیں - مگر بات یہ ہے کہ ایک کافر فاجر حربی شقی کہ جس پر یہ قول صادق آتا ہے —

حرم میں اچھے تو بھی ہے کشتنی

تمہاری بغل میں پلا ہ لیے ہوے ہے اور فساد برپا کر رکھا ہے جس سے اسلامی بلاد اور اہل اسلام سخت ایذا میں ہیں - اس فساد کا استیصال ہم پر واجب ہے *-

اورنگ زیب کے جواب میں اس مصرع کا منقول ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ نصرتی کا یہ مصرع عام و خاص میں بطور ضرب المثل کے مشہور ہوگیا تھا -

غرض شیواجی کی سرکوبی کے لیے علی عادل شاہ نے افضل خاں کو بھیجا ، مگر جب شیواجی نے اسے دغا سے قتل کرڈالا تو بادشاہ بہت متفکر اور پریشان ہوا - اس اثنا میں سیدی جوہر نے جو کچھ عرصے سے سرکش ہوکر محمد نگر کرنول میں خود مختار بن بیٹھا تھا ، عذر خواہی اور معافی کی عرض داشت بھیجی - بادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجا- بھیجا پوری فوج کی روانگی کو نصرتی اس شان سے بیان کرتا ہے —

* بساتین السلاطین صفحہ ۵۴۲ - ۵۴۳ -

چلیا ڈھم پہ ڈھم ات ترنگ ہور حشم
ہوے آسماں ہور زمیں بیش کم
لگا نیر لسلے گھلسی جا زمیں
ہوا کوں ہوا جسم پیدا یقیں

(لشکر خیل و حشم کے ساتھہ اس دھوم دھام اور زور شور سے چلا کہ زمین کم اور آسمان زیادہ ہوگیا، یعنے اس قدر گرد و غبار اُڑا کہ زمین کا کچھہ حصہ آسمان سے جا ملا - زمین دھسی جاتی تھی اور پانی نظر آرہا تھا اور گرد کی کثرت کی وجہ سے ہوا جو پہلے بے جسم تھی اب مجسم نظر آتی تھی) —

شیواجی صلابت خاں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا - صلابت خاں نے اسے اس قدر رگیدا اور پریشان کیا کہ جب کچھہ اور بن نہ پڑا تو تنگ آکر قلعۂ پنالا میں محصور ہوگیا - صلابت خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا - اب اس نے مجبور اور عاجز ہوکر خان موصوف سے خفیہ خط و کتابت شروع کی - یہ اس کی پرانی چال تھی - اور خوشامد اور چاپلوسی سے صلابت خاں کو اپنی وفاداری اور عقیدت مندی کا ایسا یقین دلایا کہ وہ بالکل اُس کا ہوگیا - چنانچہ آدھی رات کو ملاقات کے لیے آیا، صلابت خاں بہت عزت و تکریم سے پیش آیا - دونوں میں اتحاد باہمی کا پختہ عہد ہوگیا - جب علی عادل شاہ کو اس کی

اطلاع پہنچی تو وہ بہت برهم هوا اور فوراً فوج لے کر موقع پر جا پہنچا - اس موقع پر نصرتی صلابت خاں کی اس بد عہدی کو صاف اڑا گیا هے اور یہ لکھتا هے کہ جب پنالہ کے محاصرے میں دیر لگی تو بادشاہ نے بہ نفس نفیس چڑھائی کی - شیواجی نے جب یہ دیکھا تو ایک روز رات کے وقت اپنے اهل و عیال اور کچھہ فوج سمیت چپکے سے نکل بھاگا اور قلعہ علی عادل شاہ کے هاتھہ آ گیا —

نصرتی نے اس فتح کی خوشی میں ایک قطعۂ تاریخ اور ایک زبردست اور پرزور قصیدہ لکھا هے - تاریخ اس مصرع سے نکالی هے

علی نے پل میں پنالہ لیا صلابت سوں

اس مصرعے سے سنہ ۱۰۷۰ ھ نکلتا هے - قصیدے کا مطلع یہ هے

جب تے فلک دیکھیا ادک سورج تری تروار کا
تب تھے لگیا تھر کانپنے هو پر عرق یکبار کا

(یعنے جب سے فلک نے تیری تلوار کے چمکتے هوے سورج کو دیکھا هے تب سے وہ پسینے پسینے هو رها هے اور تھر تھر کانپ رها هے' مطلع ثانی هے :

اے شاہ عادل توں علی صاحب هے اپ سیلسار کا
کفار بھنجن جگ تھمن نیں سور کوی تجھہ سار کا

(یعنے اے شاہ علی عادل اس وقت دنیا کا مالک

توھی ھے اور توھی کفار شکن اور عالم پناہ ھے اور تجھہ سا بہادر اب کوئی نہیں ھے)

الفاظ کی شوکت اور قوت قابل ملاحظہ ھے ۔

قلعۂ پنالہ کی تعریف میں لکھتا ھے :

تھا یکہ یک جو جگ ملے اوگڑ پنالے کا بلند
تھملے دھرت لنگر ھے ھور انبر کو تھام آدھار کا

(دنیا میں پنالے کا قلعہ اپنی بلندی و رفعت میں ایک ھی ھے ' وہ دھرتی کا لنگر ھے اور آسمان کو سہارنے کا تھم ھے)

پونچے پون پیری میں جاکر گر جوانی میں چڑے
انپڑے نہ دوجی عمر لگ تس پر قیاس یک بار کا

(ھوا اگر جوانی میں اس پر چڑھے تو پیری میں جاکر پہنچے اور دوسری عمر تک بھی آخر تک نہ پہنچ سکے ' اس سے قلعہ کی بلندی کا قیاس ھو سکتا ھے)

نیں بات کئی لگ مکھہ ملے کے تھار پر پھسلے زباں
گر ناؤں کوی لینے ملگے تس راہ نا ھموار کا

(اگر اس کی نا ھموار راہ کا نام لینا چاھیں تو بات کہنے سے پہلے اس کا نام لیتے لیتے تک زبان کئی بار پھسل پھسل جاے گی)

گڑ پر بہتے پانی تھے ات گھر گھر تو ماء الطہر ھے
کرتا ھے رد کشمیر کوں انگن بی ھر گلزار کا

(قلعہ پر پانی کی یہ افراط ھے کہ گویا گھر گھر

ماوالنہر ہے اور اس کے ہر گلزار کا آنگن روکش کشمیر ہے)

اس قلعے کی بلندی ' ناہمواری اور دشواری کی تعریف میں بہت سے شعر ہیں - یہ تین چار شعر صرف نمونے کے طور پر لکھے گئے ہیں —

اس قصیدے میں اس نے بڑا کمال یہ کیا ہے کہ ابتدا سے جو جو واقعات پیش آئے ہیں سب کو بیان کر گیا ہے - مثلاً سیواجی کی سرکشی ' اس کی دغابازی ' قلعۂ پنالہ کی رفعت و بلندی اور دشوار گزاری ' اس کا قلعے میں ساماں اور ذخیرے اور فوج کے ساتھ مضبوط ہوکر بیٹھ رہنا ' صلابت خاں کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ' خطاب سے سرافراز کرکے سر لشکر بنانا اور شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجنا ' جنگ کا خونخوار نقشہ ' شیواجی کا قلعہ چھوڑ کر بھاگنا ' بہادروں کی بہادری ' علی عادل شاہ کی ہمت و دلیری ' نمایاں فتح ' جنگ سے بادشاہ کا مرتضی آباد آنا ' وہاں سے دارالخلافت کو پہنچنا ' فتح کی خوشی میں رعایا کے جشن اور شہر کی آراستگی کا تفصیلی بیان ' بادشاہ کی مدح و ثنا اور دعا —

یہ تمام واقعات اور حالات خاص شاعرانہ انداز میں بڑے شکوہ و وقار کے ساتھ بیان کیے ہیں - چونکہ میں نصرتی کے قصائد پر آگے چل کر الگ تبصرہ کرنے والا ہوں اس لیے اس مثنوی کے ضمن میں اس کے

قصائد کے حسن و قبح سے بحث نہیں کروں گا - اس قصیدے میں ڈیڑھ سو سے زائد شعر ہیں - آخر میں تعلی بھی کی ہے اور "شوقی" پر طنز کی ہے کہ اس رنگ میں دس پانچ شعر کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے ' اتنا بڑا قصیدہ لکھتا تو حقیقت معلوم ہوتی —

دس پانچ بیت اس دعات میں کے ہیں تو شوقی کیا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتے تو اس بستار کا

اس جنگ میں صلابت خاں کے علاوہ ایک سردار مسعود خاں * کی بہادری کا بڑی ذکر کیا ہے - لیکن شیواجی سے صلابت خاں کے خفیہ عہد و پیمان کا کہیں اشارہ نہیں کیا - اس کا ذکر وہ آگے کرے گا —

دارالخلافت میں واپس آنے کے بعد علی عادل شاہ نے ملنار کے زمیندار کی تنبیہ کا ارادہ کیا ' کیونکہ ایک مدت سے اس نے خراج ادا نہیں کیا تھا اور طرح طرح کے فساد اور شرارتیں کر رہا تھا - اس لشکر کشی کے لیے سامان تیار ہو رہا تھا کہ اتنے میں خبر آئی کہ صلابت خاں نے پھر غداری شروع کر دی ہے - بادشاہ نے اُسے ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور اپنے امرائے دولت ابراہیم خاں ' شاہ ابوالحسن اور ملا احمد کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا - ان لوگوں نے اسے بہت کچھ سمجھایا

* اس سے مراد سیدی مسعود ہے جو صلابت خاں کا داماد تھا -

اور نشیب و فراز سمجھا کر اطاعت کی ترغیب دی اور اس بات پر راضی کرلیا کہ بادشاہ دارالخلافت سے چملگی میں جو دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے رونق افزا ہونے والے ہیں' تم اس وقت تک اپنی جگہ سے کہیں نہ جانا - بادشاہ کی یہ تکلیف فرمائی محض تمہاری تسکین خاطر کے لیے ہے - بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی' اس نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور اس طرف روانہ ہوے - پہنچنے پر سیدی مسعود داماد صلابت خاں اور شرزہ خاں نے حضور میں حاضر ہوکر صلابت خاں کی معافی اور امان کی درخواست کی - علی عادل شاہ نے درخواست منظور کی اور ایک فرمان صلابت خاں کی معافی کا لکھ دیا —

نصرتی نے خط کے لکھنے اور امرا کے بھیجنے کا ذکر نہیں کیا - صرف اتنا لکھا ہے کہ بادشاہ نے ملناڑ کی طرف کوچ کیا اور جب کشنا (کرشنا) پہ پہنچا تو صلابت خاں (جو سرکشی پر تلا ہوا تھا) یہ سن کر خوف زدہ ہوا اور حاضر ہوکر معافی کا طلب گار ہوا - بادشاہ نے اُسے معاف کر دیا —

فرمان معافی پانے کے بعد صلابت خاں چملگی میں حاضر ہوا اور منصب اور علاقہ کی بحالی سے سرفرازی پائی - بادشاہ نے اسے نواب عبدالرحیم بہلول خاں کے همراہ کرناٹک کی مہم پر جانے کا حکم دیا —

شعر - ادکہ کرہ تاپاں تے دھرتی ھڈر
تپکلے لگے ڈونگراں جیوں کنکر
(مطلب) گھوڑوں کے ٹاپوں سے زمین میں ایسا تہلکہ
مچا کہ چٹانیں کنکروں کی طرح تپکنے لگیں

شعر - دمامے کریں بادلاں کو ندا
جواباں میں اُترے فلک دھر صدا
(مطلب) دمامے بادلوں کو آوازیں دے رہے تھے
جن کے جواب میں آسمان سے صدائیں آرہی تہیں

شعر - گگن دھمدھمیاں کن دسے بے شکوہ
بچے ھو دسیں اُن کے گوداں میں کوہ
(مطلب) آسمان دمدموں کے آگے بے شکوہ نظر آتا تھا
پہاڑ اُن کی گودوں میں بچے معلوم ہوتے تھے

اس جنگ کی فتح پر بھی قصیدہ لکھا ھے جس کا مطلع یہ ھے —

علی عادل شہ غازی یو شاہ بوالمظفر کوں
دیا ھے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کوں

آخر میں ایک مصرعے سے تاریخ بھی نکالی ھے —

منگیاں تاریخ کہنے میں یو جب نصرت کی ' ھاتف وتیں
کہیا دل سوں " کہلڈل مارے علی یک پل میں جوھر کوں"

صلابت خاں شکست کھا کر جو بھاگا تو رائچور میں جاکر پناہ لی - وھاں سخت بیمار ھو کر کرنول جا پہنچا علی عادل شاہ نے رائچور کی طرف کوچ کیا -

قلعہ دار سیدی جوہر، صلابت خاں کے متوسلوں میں سے تھا، غداری کرنا چاہتا تھا لیکن جماعت احتشام کے سرداروں نے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور قلعہ کی کنجیاں بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیں —

شاہی فوج حسب فرمان بادشاہ دریاے تنگ بھدرا سے عبور کر کے اس طرف پہنچ گئی - سیدی مسعود (داماد صلابت خاں) نے اس پر شبخون مارا - لیکن شاہی لشکر کو پہلے سے اطلاع ہو گئی تھی، خوب لڑائی ہوئی - سیدی مسعود کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا - صلابت خاں کو اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا -

نصرتی نے اس کی موت پر ایک تاریخی قطعہ لکھا ہے - آخری شعر یہ ہے —

تس مرگ کے سبب کی جو تاریخ کوئی پوچھے
اے نصرتی توں بول کہ باغی ہوا موا

آخری مصرع سے سنہ وفات نکلتا ہے جو سنہ ۱۰۷۲ ھ ہے -

صلابت کے بیٹے (عبد العزیز) اور داماد (سیدی مسعود) نے جب رنگ بدلا ہوا دیکھا تو معافی اور جان بخشی کے لیے حاضر ہوے - بادشاہ نے عبدالمحمد بہلول خاں کی سفارش پر ان دونوں کو معاف کر کے خلعت و منصب عطا فرمایا —

اب بادشاہ نے دارالخلافے کی طرف مراجعت کی - اس مراجعت پر نصرتی نے ایک زبردست اور پر شکوہ قصیدہ (ذو مطلعین) لکھا ہے - جس کا پہلا مطلع یہ ہے -

اے شہ توں ہم نام علی شاہاں پہ تیری سروری
دلدل فلک کا رام تجھہ کرتا زمانہ تلبری

اسی قصیدے کے ضمن میں موسم زمستان کے حال میں ایک پر زور قصیدہ لکھا ہے - بحر وہی ہے مگر ردیف و قافیہ دوسرا ہے - اس کے ختم ہوتے ہی وہ پہلا قصیدہ مطلع ثانی لکھہ کر پھر شروع کرتا ہے اور فتح کی خوشی اور بادشاہ کی واپسی پر شہر میں جو چہل پہل اور جشن ہوے تھے ان کا ذکر کیا ہے - اس میں شہر کے ضابطہ حوالہ دار (کوتوال) ملجھلے شاہ کے انتظام و بیدار مغزی کی بھی تعریف کی ہے —

بادشاہ نے کچھہ روز سیر و شکار کیا اور پھر دریا سے عبور کر کے قلعۂ تور گل کا رخ کیا - یہ سلطنت کے مستحکم قلعوں میں سے تھا - وہاں کے قلعدار کی کجروی اور سرکشی کی خبریں پہلیچ چکی تھیں' اس لیے اس کی تنبیہہ ضروری تھی —

نصرتی اس قلعہ کی مضبوطی اور استحکام کے متعلق لکھتا ہے —

کُتُبل تور گل تیا ندی کے کنار
اتہا شہ کے کوتاں میں نامی حصار

اتھی کوٹ کے ڈونگراں پر زمیں
بلندی میں افلاک سوں ہم نشیں

قوی کوٹ و محل و بروج استوار
ندی یک طرف جس کے خندق ملجھار

قدم در قدم یوں کر اڑے کُبل
فلک نا دسے گر پڑے پگ پھسل

فرشتیاں کا ہونا سکے جاں گزر
شیاطین کوں چھپ رھلے وھاں نظر

اس قلعدار کا نام سیدی یاقوت تھا - اُسے جب بادشاہ کے آنے کی خبر ہوی تو مقابلے کے لیے تیار ہو گیا - بادشاہ نے محاصرے کا حکم دیا - اس اثنا میں یہ اطلاع ملی کہ صلابت خاں نے قلعدار سے ساز باز رکھا ھے اور گولے بارود وغیرہ سے اُسے مدد پہنچا رہا ھے - یہ سنتے ھی محاصرے کے اٹھالینے کا حکم دیا اور صلابت خاں کی سر کوبی کے لیے کوچ کیا - جب قلعۂ پھلودن کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ صلابت مقابلے کے عزم سے قریب ھی میں آ پہنچا ھے - غرض لڑائی ہوئی اور صلابت کو شکست ہوی - فوج کی بھگدڑ میں وہ گھوڑے پر سے گر پڑا اور ایک سپاھی کے گھوڑے پر سوار ھوکر فرار ہو گیا —

نصرتی نے اس لڑائی کا بیان یوں ھی لکھا ھے - تورگل کے محاصرے کے لیے جب فوج چلتی ھے تو لکھتا ھے

شعر - ھوی یوں کہستاں میں گھوڑیاں کی چل
دیکھو رڑی ھُتاں میں تے نکلے ابل

(مطلب) کوھستان میں گھوڑوں کی ایسی ھل چل ھوی کہ بلوں میں سے مکوڑے ابل پڑے

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد کچھہ دن بادشاہ نے دارالخلافت میں عیش و آرام سے گزارے' اتنے میں محرم آگیا - اس موقع پر شاعر نے "قصیدۂ ذوالمطلعین در وصف مجالس آرائی عاشور" لکھا ہے - پہلے حصے میں شہادت کا کچھہ ذکر ہے اور دوسرے حصے میں بیجاپور کے محرم کا حال ہے' جس میں شہر کی آراستگی' حسینی محل کی شان و شوکت' مجالس ماتم اور بادشاہ کی مدح بیان کی ہے - اس قصیدے کا پہلا مطلع یہ ہے —

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کے سر جنہار کا
افلاک کا اونچا چھجا باندیا ہے کس بستار کا

یہ بڑی شان کا قصیدہ ہے اور (۱۵۰) اشعار پر مشتمل ہے —

اس کے بعد ملنار کی نظم کی داستان یوں شروع ہوتی ہے

اماماں کا کرعرس شہ پا کے جس
رکھے ملک گیری کی دل میں ہوس

شجاعت کی جب داد اپس داد آی
مہم ملک ملنار کی یاد أی

کہ ملنار کا راج دھر عقل کنج
بھرو سے سوں جھاڑی کے تھا مست گنج

یعنے ملنار کا کنج عقل راجا گھنے جنگل کے بھروسے پر مست ہاتھی بنا ہوا تھا - اس مست ہاتھی کے فتح کرنے

کو شرزہ خاں بھیجے گئے جنھوں نے اس کی ساری مستی نکال دی - (پہلے بادشاہ نے ملا خرم کو بھیج کر راجہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ سرکشی سے باز نہ آیا تب یہ لشکر شرزہ خاں کی سرکردگی میں بھیجا گیا اور اس کے بعد بادشاہ خود بھی لشکر لے کر اس طرف پہنچے) —

اب نصرتی کے زبانی اس کا ذکر سنیے —

بسرجا و شرزے کے اودھان کوں
ضروری سوں چھوڑیا نہیں مان کوں

تلک شرزہ انہڑیا چہ سو کر کے لاگ
لگایا جلالت سوں جنگل کوں آگ

وہیں شہ کیتک دن پچھیں ساز چیت
چلے گئے دھر اپے بزرگاں کی ریت

گئے وہاں کہ نہ جا سکے جاں خیال
کیے کام جو تھا سو امر محال

سکندر ہو صاحب قرانی کیے
سکندر کی صورت نشانی کیے

لیے تخت لگ ملک اس کا تمام
پھیرا ملک دے بھی رکھے کر غلام

اس کے بعد اس لڑائی کے حال اور فتح کی مبارک باد میں ایک زبردست قصیدہ لکھا ہے جس مطلع یہ ہے

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا توں نائوں کاری ہے وصیئی شاہ مرسل کا

یہ قصیدہ (۲۲۰) شعر کا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس شان اور کمال کا قصیدہ ہماری زبان میں مشکل سے ملے گا - قصیدہ کیا ہے جنگنامہ ہے - اس میں بیشک بادشاہ کی مدح ہے لیکن مدح سے کہیں زیادہ اس جنگ کے تفصیلی حالات موجود ہیں - مثلاً راجۂ ملنار کی سرکشی ' سرکشی کے اسباب ' شرزے خاں کا فوج لے کر سرکوبی کے لیے روانہ ہونا ' بادشاہ کا بھی خود لشکر لے کر کوچ کرنا ' برسات آجانے سے کچھ دن قیام کر کے انتظام کرنا ' برسات کی بدولت جل تھل ہو جانا ' جنگل کی بہار ' درختوں کی رونق ' آسمان و زمین کا نیا رنگ روپ ' فوج کا دھاوا ' لڑائی کا ڈھنگ ' شرزے خاں اور عبدالمحمد کی شجاعت و دلیری ' مظفر خاں ' سید محمد علی ' مولوی احمد کے کارنمایاں ' رستے میں قلعۂ سوندھ کا فتح کرنا ' پھر راجۂ ملنار کی راجدھانی بدنور کی تسخیر ' راجا کا مغلوب اور عاجز ہو کر جان کی امان مانگنا اور شفاعت کے لیے حاجیوں کو بھیجنا اور بادشاہ کا فرط رحم و کرم سے معاف کرنا - نصرتی نے بدنور میں مسجد کی تعمیر کا بھی ذکر کیا ہے جس کا حوالہ تاریخ میں نہیں ملتا —

یہ ایسا بے مثل قصیدہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ پورا نقل کر دوں - لیکن ڈرتا ہوں کہ پرانی زبان ہونے

کی وجہ سے پڑھنے والوں کو لطف نہ آئے گا اور وہ بیزار ہو جائیں گے - شرح کرتا ہوں تو وہ لطف بیان اور زور کلام کہاں سے آئے - حقیقت یہ ہے کہ ایسے معرکۃ الآرا قصیدے ہماری زبان میں سوائے سودا کے کہیں نظر نہیں آتے —

جب علی عادل شاہ نے شیواجی کو مار بھگایا تھا اور قلعۂ پنالہ پر قبضہ کر لیا تھا ' اُسی زمانے میں شمال کی طرف اورنگ آباد کے صوبہ دار اور افواج مغلیہ کے سپہ سالار شایستہ خاں نے اس کو شکست پر شکست دی اور پونا اور دوسرے قلعے اس سے چھین لیے - شیواجی نے ایک شب کو محل میں گھس کر شایستہ خاں کو مجروح کیا - اورنگ زیب کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا اور اس نے اس مہم پر جسونت کو مقرر کیا - شیواجی نے اتنے میں سورت پر دھاوا کیا اور کئی روز تک اس متمول شہر کو دل کھول کے لوٹا - اورنگ زیب نے اس پر سخت پیچ و تاب کھایا اور جے سنگھ کو اس کام پر متعین کیا —

نصرتی نے شایستہ خاں کے مجروح ہونے اور سورت کے قتل و غارت کے واقعات کو تفصیل سے نظم کیا ہے - لکھتا ہے —

نظر باز ہنگامۂ راز کا
لکھے کھول یوں چرخ کجباز کا

که جس وقت عادل علی بادشاہ
کیے تھے بلنگا پور کوں تخت گاہ

... ...
... ...

سیویا دیکھہ میدان خالی بچار
گُھستاں سے بھشک نکل آکے بہار
کھیا یوں آپس دل میں ہو بے شکیب
نکامی ہے شیطاں ستے پر فریب

... ...
... ...

بڑا جس کوں شاہ مغل مانتا
قوی بازوے سلطنت جانتا
بڑا راے زن دور اندیش اچھے
بڑے کام پر تس قدم پیش اچھے
بلند شان کا جس کی ڈھلی پہ داب
اتھا اُس کوں شایستہ خاں کر خطاب
نہوی چے مہم جنگ و شر شور سوں
کرنہار اونے عقل کے زور سوں
سیویا کھیل اُس سات کرنے لگا
سپھانے کوں فن سوں سلٹرنے لگا
ملایا مکھنڈ چور خونخوار کئی
آپس سار کے رند و عیار کئی

اس کے بعد رات کا سماں اس واقعہ کی مناسبت سے کھینچتا ہے اور شایستہ پر حملے کا حال لکھتا ہے —

سورج وہ کہ جس سامنے ہو زبوں
چھپاتے ہیں چوراں بچالی میں سوں

اوتر تخت وہ جب گیا گھر ملنجھار
بیٹھا تب ہو حاکم چندر اُس کی ٹھار

کیا موش میں کر سہیلیاں سوں میل
ہوا راج میں اس کے چوراں کا کھیل

(یعنی وہ سورج کہ جس کے سامنے چور بچالی میں منہ چھپا لیتے ہیں جب وہ تخت سے اُتر کر اپنے گھر میں چلا گیا تو چاند اس کی جگہ حاکم بن کر بیٹھا اور اپنے ہمجولیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے لگا اس کے راج میں چور کُھل کھیلے) —

جب رات زیادہ ہوئی تو شیواجی کو دغا بازی کی سوجھی اور اپنی جماعت کو لے کر شایستہ خاں کے محل کی طرف چلا —

جو شایستہ خاں تب سہیلیاں میں تھا
کر تھار سُکھ خوش رنگیلیاں میں تھا

کہ تھے گھر کے چوندھر نگہباں کھڑے
ہر یک ٹھار انگے پلک و دربان کھڑے

نہ اُس ٹھار ابلیس کوں تھا مجال
کیا وہاں تلک بھیس لہو کا کہلال

سو تا تھا سو تس نیلد جانے اُچت
اوچایا کھڑک آپ ات موں پہ سمت
نہ اوس کوں مقابل پہ آنے دیا
نہ ھتیار پر ہات بھانے دیا
کھپا کھمپ کھے جلد واراں پہ وار
کہ گھاواں پہ گھاواں لگے تن ملنجھار
سرنگ سیج ہوئی لھو سوں سب بے درنگ
رنگیلیاں کیا سب سہیلیاں کوں رنگ
اتھیاں کئی سہیلیاں جو رجھو تلیاں
اپس ست بلچانے کوں اودھو تلیاں
دھلی پر بھڑکتے دیکھت آگ یتی
یک یک دھن لگی آگ پڑنے ستی
بلچانے کو جھو آپے پڑو کا
سپر تن کریں آپ تس جھو کا
کتا لئی سو هر سروقد گلعذار
رواں جوئے خونی ہوی موج مار
بہوت گرچہ گھائل ہو بانچیا جیا
جھے لگ ولے جیو کوں زخمی کیا
کہ تس سامنے تس کے پیاریاں کو کاٹ
چلیا لوٹ سب شرم پھر اپنی باٹ
گیا دے کے یوں داغ شرمند گی
کہ جیتا ہے لگ موت ہوئی زندگی

گیا پل میں ایسے کا لے ناگ و نام
گیا سب بچاریا جو تھا دل میں کام

وہیں شرق تے غرب لگ دم ملیں
یو ہوئی بات مشہور عالم ملیں

(شایستہ خاں اُس وقت تک اپنی نازنینوں کے ساتھہ لطف عیش اُڑا رہا تھا - گھر کی چاروں طرف نگہبان اور دربان تھے - جہاں شیطان کو بھی رسائی کا یارا نہ تھا وہاں اس (شیوا) نے خون خرابا کیا - سوئے ہوئے کی نیند جب اُچاٹ ہوئی تو اُس نے جھٹ منہ پر پانی کے چھینٹے دیے اور تلوار اُٹھائی - لیکن نہ اُسے مقابلے پر آنے کا موقع دیا نہ ہتھیار پر ہاتھہ ڈالنے کی مہلت دی - کھپا کھپ وار پہ وار کیے اور گھاؤ پہ گھاؤ لگاے - تمام سیج خون آلودہ ہوگئی اور نازنینیں خون سے رنگین ہوگئیں - اُن میں جو راجپوتنیاں تھیں انھوں نے جب آقا پر آفت پڑتی دیکھی تو آگ میں گر کر ستی ہونے پر آمادہ ہوگئیں اور بڑی بہادری سے اپنے آقا کو بچانے کے لیے سپر بن گئیں - وہ سروقد نازنینیں بھی اس قدر زخمی یا ہلاک ہوئیں کہ خون کی ندی بہنے لگی - اگرچہ (شایستہ خاں) بہت کچھہ گھائل ہوکر بچ نکلا مگر جب تک زندہ رہا اُس کا دل زخمی رہا - وہ اپنے پیاروں کو اپنے سامنے کٹتے دیکھہ کر مارے شرم کے وہاں

سے چلا گیا - اُسے ایسا داغ شرمندگی نصیب ہوا کہ جیتے جی موت آگئی - وہ (شیوا) پل بھر میں ننگ و نام لوٹ لے گیا اور جو وہ سوچ کر آیا تھا وہ کرگیا - آناً فاناً شرق سے غرب تک یہ بات مشہور ہوگئی) -

جب یہ خبر دھلی پہنچی تو بادشاہ کا خون خشک ہوگیا اور کہا کہ " آل تیمور کی ایسی بدنامی کبھی نہیں ہوئی - جب تک اس کا انتقام نہ لوں گا بادشاہی مجھ پر حرام ھے" -

اب جسونت سنگھہ اس مہم پر متعین ہوتا ھے —

کہ جسونت سنگھہ کر کے رجپوت تھا
جتے رج کے پوتاں میں اودھوت تھا

ابھی جسونت سنگھہ آنے بھی نہ پایا تھا کہ شیوا جی نے جھٹ سورت پر دھاوا کرکے اُسے لوٹ لیا -

سورت بندر کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ھے —

کہ سورت ککر ملک گجرات میں
بندر یک اتھا خوب سب بات میں
رھویں بحر و خشکی کے تجار وھاں
ملے بست جے نہیں سو عالم میں وھاں
یک یک کونچہ یک شہر معمور اچھے
ھر یک گھر میں کئی گنج بھر پور اچھے
لیوے ھند نت فیض اس تھے نول
کہ جوں ابر کوں آب دریا تے بل
اوپچ جگ ھوئی جب تے وو بوستاں
نہ دیکھی تھی چک تب تے باد خزاں

(سورت نامی جو گجرات میں ایک بندر ہے وہ ہر بات میں خوب ہے - بحری اور بری ہر قسم کے تاجر وہاں رہتے ہیں اور جو چیز دنیا میں کہیں نہ ملے وہ وہاں مل جاتی ہے - ہندوستان ہمیشہ اس سے نیا فیض حاصل کرتا ہے جیسے ابر کو آب دریا سے قوت پہنچتی رہتی ہے - جب سے یہ بوستاں دنیا میں پھولا پھلا اس نے کبھی باد خزاں کا جھوکا نہ دیکھا تھا)

سورت کی غارت گری کے حال میں لکھتا ہے —

کیا لوٹ یوں پل میں بندر کوں پاک
کہ جوں آگ لگتیں نرہے باج راک

پھیری خوب صورت کی صورت نے یوں
جوانی تھے محبوب پیری میں جیوں

(یعنے لوٹ مار کر بندر کا پل بھر میں اس طرح صفایا کردیا جیسے آگ لگنے پر سوائے راکھ کے کچھ نہیں رہتا - سورت کی پیاری صورت ایسی بدل گئی تھی جیسے جوانی کے محبوب کی صورت بڑھاپے میں بدل جاتی ہے) —

اس واقعہ کے بعد جے سنگھ دکھن کی مہم پر آتا ہے —

نصرتی آخر علی عادل شاہ کا ملازم اور درباری شاعر ہے - وہ یہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنے بادشاہ کی شان بڑھائے اور اس کے مقابل میں دوسروں کو

گھٹاے ' اس لیے وہ کہیں کہیں واقعات کو نمک مرچ لگاکر بیان کرتا ہے - چنانچہ لکھتا ہے کہ جب سورت بلدر کے لٹنے کی خبر اورنگ زیب کو پہونچی تو وہ سخت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ جب تک علی عادل شاہ کی مدد نہ ہوگی یہ مہم سر نہیں ہوسکتی - اس کا بیان دیکھیے —

پکڑ اپے دانتوں میں حیرت سوں بونٹ
کہیا چابتا سخت غصے سوں ہونٹ

مگر کچھہ ہے یہ آسمانی بلا
کہ ہو لادوا یوں کرے مبتلا

دس آتا ہے نا ہوے ہمن تے علاج
علی کی طرف سے مدد پاے باج

(یعنے اورنگ زیب نے (واقعۂ سورت پر) حیرت سے انگلی دانتوں میں دبالی اور غصے سے ہونٹ چابنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ آسمانی بلا ہے جس کا کوئی علاج نہیں- معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب تک علی (علی عادل شاہ) کی مدد نہ ہوگی اس کا علاج نہ ہوسکے گا) —

یہ سوچ کر اس نے اپنے وکیل بیجاپور بھیجے اور انھوں نے اورنگ زیب کی طرف سے باہمی صلح اور امداد کا پیغام دیا - اس کا جواب جو علی عادل شاہ نے دیا ہے وہ نصرتی کی زبانی سنیے ' کیا شان ہر سکتی ہے - گویا اورنگ زیب اس کے سامنے ایک معمولی

بادشاہ تھا "کہیا نرپتی تب کھڑگ لیکہ ہات" —

کہ ہوں میں سمیء نبی کا خلف
دو جا تس پہ ہملام شاہ نجف
لقب کفر بھلجن ہے مجبہ بے گماں
صفت دست گیر فرو ماند گاں
میرے کام پر میں ہوں حاضر سدا
تماری بی کرنی کرو ابتدا
مدد میں ہوں موذی پہ چل بھگ آؤ
لڑو مت تماشا ولے دیکھہ جاؤ
کہ مجھہ فوج دشمن سوں لڑتی ہے کیوں
سٹی جاکے آتش پہ پڑتی ہے کیوں
جو ساواں سوں کیوں ڈزد گم نام نے
لڑے صف بہ صف آملے سامنے
نبھانا ایس عہد پر آپ جم
کہ مرداں ہیں وعدے پہ ثابت قدم
سنیا شاہ عادل تے جب یو جواب
وہیں خوش ہو شاہ مغل بے حساب
کہیا مجھ ہوا اب تے ہادی فلک
کہ ور نرپتی نے قبولیا کومک

اب جو عادل شاہ کی امداد کا اطمینان ہو گیا تو اورنگ زیب نے بڑا دربار کیا اور دکھن کی مہم کے لیے جے سانگھہ کا انتخاب کیا - نصرتی نے اس موقع پر

چے سنگھہ کی تعریف تو کی ہے مگر اس کی مکاری اور حیلہ بازی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے - یہ گویا آنے والے واقعات کی پیش بندی ہے —

ادھر علی عادل شاہ اپنا دربار کرتا ہے - اس دربار کی شان و شوکت ہی اور ہے - سب سے پہلے چاندنی رات کا سماں کھینچا ہے - یہ سماں بالکل فرضی ہے، شروع سے آخر تک تشبیہات و استعارات سے کام لیا ہے - یہ فارسی شاعری کی پوری نقالی ہے - یہ چودھویں شب ہے - ماہ کامل جلوہ گر ہوتا ہے - شفق، ہوا، ثوابت، جوزا، میزان، سنبلہ سب اپنی اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں - قاضیء آسماں کا اجلاس عدالت ہے اور عطارد کار فرمائی کے لیے حاضر ہے - اس تمام شان و شوکت کے ساتھہ علی عادل شاہ کا دربار ہوتا ہے - زہرا گانا گاتی ہے جس سے فلکی اور خاکی دونوں وجد میں آجاتے ہیں - وغیرہ وغیرہ —

چاندنی کی تعریف میں ایک شعر اچھا کہا ہے -

صفای انگے مہ کی شرمندہ سور
دسے روئے خوباں تے تس نرم نور

(پہلے چاند کی صفائی کے سامنے سورج بھی شرمندہ تھا اور وہ صفای روئے خوباں سے بھی زیادہ نرم معلوم ہوتی تھی) —

یہاں نرم کا لفظ کیا خوب استعمال کیا ہے —

اسی دربار میں بادشاہ اپنے امیر خواص خاں کو شیواجی کے مقابلے اور مغلوں کی امداد کے لیے انتخاب کرتا ہے —

شہنشہ سوں ہمراز خاصاں میں خاص
جسے نام نامی ہے خان خواص

نصرتی نے خواص خاں کی خوب تعریف کی ہے - اس کے بعد سرافرازی کا حال سنیے —

سر افراز خلعت سوں کر بے درنگ
عنایت کیے ہت تے اپنے فرنگ

مگر فتح کی وے بشارت دیے
مہم بیگ کرنے اشارت دیے

(خلعت سے سر افراز کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار عنایت فرمائی - گویا یہ فتح کی بشارت اور جلد مہم کرنے کا اشارہ تھا)

بشارت یو پایا چہ سو مہبلی
اوٹھیا لے فرنگ کہہ مدد یا علی

(اُس بہادر نے جو بشارت پائی تو تلوار اٹھا کر "یا علی مدد" کی آواز لگائی)
اور کہا کہتا ہے

کہ میں کہا بڈیا ہوں علی کا نمک
مغل آنے لگ وہاں مجھے کیا اٹک

کرے آسرے پاے کے ٹوکی کار
ولے باگ ایلگ مارتا ہے شکار

یکہلاچ اُبھر یوں دھیلکانا کروں
پھلی پھوڑ ایسا بھلکانا کروں

میں نے علی (عادل شاہ) کا نمک کھایا ہے میں مغلوں کے آنے تک کیوں رکا رہوں - چڑی مار آسرا پا کے شکار کرتے ہیں لیکن شیر علانیہ شکار مارتا ہے - میں اکیلا پہنچ کر حملہ کروں گا اور اس کی فوج کو توڑ پھوڑ کر تہس نہس کر دوں گا) —

اس کے بعد کیا اچھا شعر لکھا ہے جس میں رزم کے ساتھ بزم کا مزہ آجاتا ہے -

کہ باغی کی مجلس رو ساقی نہ رہے
مغل آنے لگ دور باقی نہ رہے

غرض یہ بہادر افواج کا انتظار کیے بغیر چل پڑا اور کوچ پر کوچ کرتا ہوا اور گلجان اور خطرناک جنگلوں کو طے کرتا ہوا ایک گھاٹ پر پہنچا جو بہت دشوار گذار تھا اور شیواجی کے سرحد کے قریب ہی میں تھا - لیکن اس سے بے خبر تھا کہ شیواجی کہاں اور کس طرف ہے - رات کے وقت فوج نے اس جنگل میں جو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا، پڑاؤ کیا - شیواجی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہ یہ فوج قلیل ہے اور مغلوں کے آنے میں ابھی دیر ہے، رات کو شبخون

مارا - بیجا پوریوں کے اوسان جاتے رہے لیکن خواص خان نے بڑی ہمت و دلیری سے کام لیا - فوج کی ہمت افزائی کی اور خود تلوار لے کر آگے بڑھا، سپاہیوں نے یہ دیکھا تو ہمت کرکے ٹوٹ پڑے اور شیواجی کو مار بھگایا —

نصرتی نے اس لڑائی کا حال بڑی خوبی سے لکھا ہے اور ہیبت ناک کوہستان اور جنگل کی عظمت، اندھیرے اور چاندنی کا سماں دکھانے میں بڑا کمال ظاہر کیا ہے - لکھتا ہے

شعر - کو بل تھا کہستان کے مکھ پہ گھاٹ
معمے سے موہوم تھی جس پہ باٹ
(مطلب) کوہستان کے منہ پر نہایت دشوار گزار گھاٹ تھا جس کا تنگ رستہ معمے سے بھی زیادہ موہوم تھا

شعر - کہ جس باٹ مشکل کا لیتے میں ناؤں
زباں کا پھسلتا ہے جم مکھ میں پاؤں
(مطلب) اس دشوار رستے کا نام لیتے ہوئے زبان کا پاؤں ہمیشہ منہ میں پھسل پھسل جاتا ہے

شعر - ہور اس گھاٹ کے تل جو ہے کوہ کن
رہوے روز روشن ہو وہاں جو رین
(مطلب) اور اس گھاٹ کے نیچے جو کوکن کا علاقہ ہے وہاں روز روشن رات کی طرح نظر آتا ہے

شعر - اندھارا ماہیا یوں دسے نور سوں
کہ دن جفت ہے شام دیجور سوں
(مطلب) اندھیرا نور سے یوں ملا جلا نظر آتا ہے
گویا دن شام دیجور کا جفت ہے

شعر - اندھارے سوں تارے دسیں دن تمام
کریں بیٹھ نت وہاں رصد بند کام
(مطلب) اندھیرا اس غضب کا تھا کہ دن کو تارے
نظر آتے تھے اور رصد والے وہاں بیٹھ کر کام کرسکتے تھے

شعر - وو روئے زمیں گرچہ محبوب ہے
نظر میں سورج کے بھی محجوب ہے
(مطلب) اگرچہ وہ روئے زمیں محبوب ہے لیکن
سورج کی نظروں سے بھی حجاب میں ہے

شعر - زمیں استری ہے سو صاحب جمال
کہے ہے یو قطع اپس مکھ کا خال
(مطلب) زمیں ایک صاحب جمال عورت ہے اور یہ
قطعۂ زمیں گویا اس کے چہرے کا خال ہے

شعر - اندھارا تو عالم کا ہے وہاں جمع
ولے یک اندھارے میں کئی لکھ ہیں شمع
(مطلب) اگرچہ سارے عالم کا اندھیرا وہاں جمع ہے
لیکن ایک اندھیرے میں (پھولوں کی) کئی لاکھ شمعیں روشن ہیں

شعر - ہزاراں نچھ نکلے ہیں یک نس پہ سور
کہ چربہا ہے یعنے گلستاں کا نور

(مطلب) گویا ایک رات میں ہزاروں سورج نکلے ہوے ہیں
اور گلستاں کا نور چھایا ہوا ہے

شعر - بچھاوے ہو فراش نت نوبہار
رنگا رنگ پھولاں تے مسنداں ہزار

(مطلب) نوبہار فراش بنی ہوی ہے اور رنگ برنگ
پھولوں کی ہزاروں مسندیں بچھا رکھی ہیں

شعر - پلکھیرو ہر یک بہات کے دلفریب
دکھاویں سدا رقص و نغماں سوں زیب

(مطلب) طرح طرح کے حسین پرندے اپنے رقص
اور نغموں سے عجب بہار دکھا رہے ہیں

شعر - جوڑے جہاڑ سب مل کے چھاے فلک
ستاریاں کی پکڑی ہے جگ نے جھلک

(مطلب) درخت آپس میں اس طرح جڑے ہوے ہیں کہ آسماں کو
چھپالیا ہےاور زمیں پر ستاروں کی صورت جھلک نظر آتی ہے

شعر - یک یک بانس میں تور ستلے کا خیال
بلند سقف گردوں تے مکڑیاں کے جال

(مطلب) ایک ایک بانس کا یہ حوصلہ ہے کہ وہ آسماں کی چھت
پر سے مکڑیوں کے جالے اتارنے کا خیال رکھتا ہے

شعر - فلک سوں دسیں بانس یوں یوں اپار
کہ منصور یک ہور ہزاراں ہیں دار

(مطلب) بانس آسماں سے یوں جڑے ہوے نظر آتے ہیں
گویا منصور تو ایک ہے اوردارین ہزاروں ہیں

شعر - گویاں بھوئیں چھپے خاص باگاں تے گھر
بلدے بانس جالیاں سوں موں پر چھجر

(مطلب) اس کی زمین میں شیروں کے خاص گھر ہیں جن کے منہ
پر بانسوں نے گھنی جالیاں بنا رکھی ہیں

شعر - دسیں جا بجا غار و خونریز خار
قدم در قدم طشت و نشتر ہزار

(مطلب) جا بجا غار اور خونریز کانٹے نظر آتے ہیں
اور ہر قدم پر ہزاروں طشت اور نشتر موجود ہیں

جنگ کا بیان بھی بڑی تفصیل اور بڑے جوش و خروش
سے لکھا ہے مثلاً —

شعر - کھنڈا کھن تے کھڑ کاں کے یوں شور اٹھیا
جو تن میں پہاڑاں کے لرزا چھوٹیا

(مطلب) تلواروں کی کھنا کھن سے وہ شور اٹھا
کہ پہاڑوں کے تن بدن میں لرزا پیدا ہو گیا

شعر - بلا نیند میں تھے سو ہوشیار ہوئی
اجل خواب غفلت تے بیدار ہوئی

(مطلب) گویا بلا نیند سے ہوشیار ہو گئی
اور اجل خواب غفلت سے بیدار ہو گئی

شعر - سلاحاں میں کھوکاں جو دھسنے لگے
اگن ہور رگت مل برسنے لگے

(مطلب) تلواریں جو اسلحہ میں گوسنے لگیں
تو آگ اور خون مل کے برسنے لگے

شعر - ہویاں لہو کھاں چھٹکاں ہوا پر بخار
سٹنوں تیغ جیہاں تے شعلے ہزار

(مطلب) لہو کے چھینٹے ہوا پر پہنچ کر بخار بن گئے
تلواروں کی زبانوں سے ہزاروں شعلے نکلنے لگے

شعر - بہریاتس کا کھڑکاں کی چلکیاں تے روپ
ہوا نرم چند نا سو سب گرم دھوپ

(مطلب) تلواروں کی چنگاریوں سے رات کا روپ ہی کچھ اور ہوگیا
اور نرم نرم چاندنی گرم دھوپ ہو گئی

شعر - ہوا پر شراریاں کا ات کھیل تھا
اوڑے لہو سو تس آگ پر تیل تھا

(مطلب) ہوا پر شراروں کا تماشا نظر آتا تھا
اور لہو جو اُڑرہا تھا وہ گویا آگ پر تیل کا کام دے رہا تھا -

شعر - فرنگاں پہ لہو کے کھلالے دسیں
انہاں پر تے دھاراں پنالے دسیں

(مطلب) تلواروں پر لہو کے فوارے جاری تھے
اور انہوں پر سے خون کی دھاریں پر نالوں کی طرح بہ رہی تھیں

شعر - پون کوں سرنگ رنگ پیدا ہوا
شفق ابر پر سب ہویدا ہوا

(مطلب) ہوا کا رنگ سرخ ہو گیا تھا
اور ابر پر شفق نمودار تھی

یہ چند شعر رزمیہ بیان کی کیفیت دکھانے کے لیے کافی ہیں - اس سے نصرتی کا کمال شاعری معلوم ہوتا ہے —

جنگل میں بھاگتوں کی حالت کو کیا خوب بیان کیا ہے - صرف تین شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - لیا تھا تٹیاں کا ہو ہر جھاڑ کال
مونڈا ساچ کوی کوی سو جھونٹے کے بال

(مطلب) بھاگتوں کا درختوں نے برا حال کیا
کسی درخت نے مونڈا سا اتار لیا اور کسی نے سر کے بال

شعر - سٹیا آنگ پر جس کے کانٹے نے ہات
لیا کاڑ کپڑیاں کوں چمڑی سنگات

(مطلب) جس کسی کے بدن پر کانٹے نے ہات مارا
تو چمڑی سمیت کپڑے اتار لیے

شعر - جتا جھاڑ پیلا دسیا اُس گھڑی
رنگا رنگ تکڑیاں کی یک گودڑی

(مطلب) اُس دم درخت برنگ رنگ کے
چیتھڑوں کی گودڑیاں بھنے نظر آتے تھے

ان اشعار میں درختوں سے الجھنے کی کیا اچھی اور صحیح تصویر کھینچی ہے - اس میں تھوڑا سا ظرافت کا پہلو بھی ہے —

اس لڑائی میں نصرتی نے شاہ حضرت، سیدی سرور اور شیخ میراں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے —

اتنے میں جے سنگھہ کی سرکردگی میں مغلیہ فوج بھی آجاتی ہے اور قلعۂ پورندر کو فتح کرلیتی ہے۔ نصرتی اس فتح کا ذکر بڑی حقارت سے کرتا ہے یعنی اصل جان جوکھوں کا کام تو بیجاپوری فوج نے کیا تھا اس میں مغل فوج کی کیا بہادری ہے۔ کہتا ہے —

تو فرصت مغل پا کیا گڑ کوں زیر
کہ اندلے نے جوں چانپ پکڑیا بٹیر

(یعنی مغلوں نے موقع دیکھہ کر قلعہ فتح کر لیا۔ گویا اندھے کے ہاتھہ بٹیر لگ گئی) —

جب شیواجی نے یہ رنگ دیکھا اور کوئی مفر نظر نہ آیا تو اس نے پھر دام تزویر بچھایا اور جے سنگھہ سے سازباز شروع کیا۔ شیواجی آدھی رات کو جے سنگھہ سے جاکر ملا اور بعض شرائط پر جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں باہم صلح ہوگئی۔ نصرتی نے اس غداری پر بہت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس شکست کے بعد شیواجی کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اور مغلوں سے مل جانے کا جو منصوبہ سوچتا ہے اُسے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

شعر - اتا گھر تے ھت دھو بلا ٹالنا
نہ چپ گھر برابر اپس جالنا

(مطلب) (شیواجی اپنے دل میں سوچتا ھے) کہ اب گھر
سے ھاتھہ دھو کر (یعنی ملک دے کر)
اس بلا کو ٹالنا چاھئے - گھر کو جلتے
دیکھہ کر خود بھی جلنا مناسب نہیں -

شعر - * مندا سا گلوانا بھلا سر کی ٹھار
کہ بانچیا تو یک سر مندا سے ھزار

(مطلب) سر کے بجائے مندا سے کا کھو دینا بہتر ھے
کہ اگر سر بچ رھا تو مندا سے ھزاروں -

شعر - مغل سوں تو میں سخت کیتا ھوں کھوز
ورلے گھر مجے چپ نہ دیویں گے چھوڑ

مطلب) میں نے مغلوں سے سخت دغا کی ھے وہ بغیر
گھر (ملک) لیے مجھے یونہیں نہ چھوڑ دیں گے -

---

* محمد ابراھیم زبیری نے اپنی تاریخ بساتین السلاطین میں اس موقع
پر بالکل اسی شعر کا ترجمہ لکھہ دیا ھے - دراصل یہ پرانی کہاوت ھے -
وہ لکھتا ھے " مثل مشہور است درمیان مردم کہ چوں سر سلامت باشد
دستار کم نیست " (صفحہ ۳۰۳)

شعر - طمع جیو بلچانے کوں ایسا دیکھا نوں
پڑیں شرم ست پھر وو میریچہ پانوں
(مطلب) اپنی جان بچانے کو ایسا لالچ دوں گا کہ
وہ بے حیائی سے الٹے میرے ہی پاؤں پڑیں گے

شعر - نہ نامرد کے دل پہ انگار آے
گنوا لاکھہ عزت کوں یک جیو بچاے
(مطلب) نامرد کو کچھہ بھی غیرت نہیں آتی
وہ لاکھہ عزت کھوکر اپنی جاں بچا لیتا ھے -

شعر - نہ چڑھے قدر کچھ مال کی چور پاس
پھوکٹ لے گنواوے پھوکٹ اور پاس
(مطلب) چور کے نزدیک مال کی کیا قدر '
مفت میں ھاتھہ آتا ھے اور مفت میں دوسرے کودےدیتاھے -

اس کے بعد لکھتا ھے کہ شیواجی نے جے سلگھہ کو کیا پٹی پڑھائی —

شعر - کہ تم آج اگر مجھہ پکڑتے ھیں ھات
تو کرتا ھوں یک کام اس دھات سات
(مطلب) اگر تم میری دستگیری کرو تو میں ایک
ایسا کام کرتا ھوں

شعر - نکوی آج لگ کر سکیا ھے وو کام
تمارے تے ھو آبدی جگ میں نام
(مطلب) کہ آج تک کسی سے نہ ھوسکا اور تمھارا نام دنیا
میں ابدالآباد تک رھے گا

شعر - کدھیں فوج دھلی کی اس شان سوں
چلی نہی نہ یوں ساز و سامان سوں

(مطلب) دھلی کی فوج نے کبھی اس شان اور ساز و سامان سے کوچ نہیں کیا تھا -

شعر - رکھیں پیت مجھ ری تو کیا کر کہ فن
یدی لیکہ دیتا ھوں ملک دکن

(مطلب) اگر تم میری پشتی بانی کرو تو ایک چال چل کر ملک دکن تمھیں دلا دیتا ھوں

شیواجی نے جب یہ سبز باغ دکھایا تو چے سنگھہ پر کیا اثر ھوا —

شعر - سنیا جب سیوا تے یو چیسنگ لاف
اپس شہ کے وعدیاں کوں کیتا خلاف

(مطلب) جے سنگھہ نے جب شیواجی کی یہ لاف سنی تو بادشاہ سے جو وعدے کیے تھے ان سب کو بھول گیا

شعر - قوی رابطہ مرد صادق سوں توڑ
ملیا کئے میں مفسد کے اخلاص جوڑ

(مطلب) مرد صادق سے قوی رشتے کو توڑ کر مفسد کے کہنے میں آگیا اور اُس سے رابطہ قائم کر لیا

شعر - کہ تھا اصل میں اس سے ھم جنس نیت
ملگیا رکھلے کافر نے کافر کی پیت

(مطلب) کہ وہ دونوں اصل میں ایک ھی جنس کے تھے کافر نے کافر کی حمایت کی -

شعر - طمع ات ملافق پہ غالب ہوئی
ڈوبانے کوں تس ناؤں طالب ہوئی

(مطلب) طمع اس منافق پر اس قدر غالب
ہوی کہ ننگ و نام ڈبونے پر آمادہ ہوگیا

شعر - سچے مرد سوں راست بازی کوں چھوڑ
ملگیا کھیلنے ملکہ جھوٹے سوں ہوڑ

(مطلب) مرد صادق سے راست بازی چھوڑ دی اور جھوٹے سے مل کر
فن فریب کھیلنے لگا

شعر - طمع اہل عزت کوں کرتی ہے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار
وغیرہ وغیرہ -

اب نیا دور شروع ہوتا ہے - مغلوں اور شیواجی کی باہم صلح ہوجاتی ہے اور علی عادل شاہ کا مغلوں سے مقابلہ ہوتا ہے ـــ

علی عادل شاہ کو جب اس غداری کی خبر ملی تو سخت پریشان ہوا - مُلا خرم اور مُلا احمد کو بھیجا کہ وہ جے سنگھ سے گفتگو کرکے اُسے راہ پر لائیں لیکن اس گفت و شنید کا کچھ اثر نہ ہوا - مجبوراً جنگ کی تیاری ہوی - آس پاس کے زمینداروں اور باج گزار سرداروں کو فوج و حشم لے کر حاضر ہونے کا حکم ہوا ـــ

شعر - سواس و ملیوار عالی مقام
لے آئے اتھے پائے دل جو تمام
(مطلب) عالی مرتبت سواس اور ملیوار
اپنی پیدل نوجوں کو لے کر حاضر ہوے

شعر - سلامت رکھنا کر بڑا شہ کا گھر
اوتھے تھے سو سب جیو پہ کرنے کہتر
(مطلب) تا کہ بادشاہ کا گھر سلامت رہے وہ
جان جوکھوں کے لیے آمادہ تھے -

شعر - خوش اس دھات فوجوں پہ نوجاں چلیاں
کہے توں کہ دریا پہ موجاں چلیاں
(مطلب) نوجوں پر نوجیں اس ڈھنگ سے چلیں
گویا دریا پر موجیں چل رہی ہیں

بادشاہ نے ایک دور اندیشی یہ کی کہ شہر کے گرد جس قدر باغ، نہریں، حوض، تالاب اور پورے تھے ان سب کو مسمار کردینے اور توڑ دینے کا حکم دیا - اور باولیوں اور کنوؤں میں زہر ملا دینے کا انتظام کیا گیا - تاکہ غنیم کو نہ کوئی جائے پناہ ملے اور نہ پینے کو پانی نصیب ہو —

حوضوں اور تالابوں کے ٹوٹنے سے پانی جو ایک دم زور شور سے بہا ہے تو اُس کی کیفیت یوں لکھی ہے

دسے دور تے یوں وہ پانی جلجال
زمیں حوض ہوی ہور فلک تس کلنجال

باغوں کی بربادی کے متعلق لکھتا ھے —

تلف یوں پتے تازہ باغاں ھوے
فلک پر گلاں جن کے داغاں ھوے
پرندیاں کوں کیں باغ و بن نہیں رھیا
چراگاہ ھور کیں وطن نہیں رھیا

نہ تھی دھوپ جہاں وھاں کھڑا آفتاب
لگیا آب کی تھار بہلے سراب

(یعنے جہاں کبھی دھوپ کا گذر نہ تھا وھاں آفتاب کھڑا تھا اور پانی کی جگہ سراب بہ رھا تھا) —

رھیا سب ھو بربادیوں بے قصور
اوڑایا ھے گویا قیامت کا صور
کف دست بھوئیں یوں ھوئی سر بسر
دیکھیں کوٹ پرتے نظر کر اگر
قلعے جس رخن گولہ بیٹھے کی تھار
نہ تھارے لگے لگ فلک کے کنار

(یعنے قلعہ پر سے اگر نظر دوڑائی جاے تو ساری زمین کف دست کی طرح صاف نظر آتی تھی - اگر قلعہ سے گولہ مارا جاے تو ناقے کی طرح لڑھکتا چلا جاے اور جب تک آسمان کے کنارے نہ لگ جاے اس وقت تک نہ ٹھیرے) —

یہ سارا انتظام میرزا یوسف کے سپرد تھا - مرزا کی نصرتی نے بہت تعریف لکھی ھے —

اس باب کی ابتدا نصرتی نے قلعۂ بیجاپور کی تعریف سے کی ہے اور اس کی شان و شوکت، اس کی سرسبزی و خوشحالی اور ثروت و عظمت کا بیان کرنے کے بعد بادشاہ کے حکم سے اس کے باغوں اور کھیتوں کے برباد کرنے، اُس کے پوروں اور آبادیوں کے مسمار کرنے اور اس کے نہروں اور حوضوں کے توڑ ڈالنے کا افسوس ناک ذکر کرتا ہے - اسے پڑھ کر افسوس ہونے لگتا ہے اور اہل بیجاپور اور اس کے سلطان سے ہمدردی ہوجاتی ہے - قلعہ کی تعریف کے صرف چند شعر نقل کرتا ہوں —

فلک یو جو دھرتا ہے دیدے ہزار
ندیکھا ہے اتلا بڑا کہیں حصار

زہے کوٹ عالی بجاپور کا
کہ ہے برج بیت الشرف سور کا

کرے تت بلندی میں کیواں سوں بات
کلگورے چھیلے بام ہفتم کوں ہات

(اس کی فصیل اتنی بلند ہے کہ زحل سے باتیں کرتی ہے اور اس کے کُنگرے فلک ہفتم کو ہاتھ سے چھولیتے ہیں) —

فلک دھوپ لگ گر پریشان ہوے
کلگورا ہر یک تس سوریا پان ہوے

(فلک اگر دھوپ سے پریشان ہوجاے تو اس کا

کنگرہ چھتری کا کام دے گا) —

پون چڑ سکیا نہیں کد ھیں تت بلند
دھویں کا بی سمت کنگرے پر کمند

(دھوئیں کی کمند ڈال کر بھی ہوا آج تک اس کی بلندی تک نہیں پہنچ سکی) —

اگر آسرے تت کے نکلے تو چاند
صبا ہوے چڑ آے لگ ویچھ کاند

(اگر چاند اس کی فصیل کے قریب نکلے تو صبح ہوے تک اُسی ایک دیوار تک رہے) —

بدل کاچ ٹکڑا کنگورا دسے
کڑ کتی جو بجلی زنبورا دسے

(اس کی فصیل کا کنگرا بادل کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے اور کڑکتی بجلی اس کنگرے پر کی بندوق ہے) —

نہیں کوی کنگورا بی ڈونگرتے کم
زنبورا ہر ایک افعی، تیز دم

(ہر کنگرا پہاڑ سے کم نہیں اور اس کی ہر ہر بندوق تیز دم افعی ہے) —

زحل دیکھ جس کے عرابے کا پھیر
دسیا لنگ ہو سیر کرنے تے سیر

(زحل اس کی توپوں کا زنجیرہ دیکھ کر سیر کرنے سے تھک کر لنگڑا ہوگیا) —

بزرگی میں جس پھیر کے آسماں
دسے فقط جیوں دائرے کے میاں

(آسماں اس کے گھیرے کی بڑائی کے سامنے ایسا ہے جیسے دائرے کے بیچ میں نقطہ) —

یہ کیفیت تو قلعہ اور اس کے بیرونی حصے کی تھی' اب اندرونی یعنی شہر کی حالت دیکھیے : —

بھتر جلوہ گر باغ دھرتی سو نور
قصوراں سے جہاں قصر خوباں سو حور
بھرے حوض کوثر سے جل سلسبیل
قدم در قدم دجلہ و رودِ نیل
چمن خاص جہاراں سوں یوں بے عدد
دسیں جیوں قلم کار بوتیاں کے قد
دیکھت پھولبن بولتے دور ہیں
مگر اور بیٹھی ہے نیلک زمیں
ہوا دیکھ ہر قطعہ خوش رنگ کا
خجل تختہ مانی کے ارژنگ کا
ٹھنڈا باؤ بیمار دل کی دوا
کرے روح کا روح تازہ ہوا
دھرے سبزہ خاصیت مشک اپن
چریں بے خطا جہاں ختن کے ہرن
صبا کر کنگی باؤ کی بالے بال
پرو جاے شبنم کے موتیاں کوں ڈھال
بھتے کالوے پھول مالے دسیں
طرے سرو کے روپ آلے دسیں

نسیم صبا آکے خوشبوی لگائے
گگن تس کی مہکار تے مکمکائے
ہر یک خانہ کشمیر کا شہر ہے
ہر یک کونچہ یک ماورالنہر ہے
ہوا شہر و خوش چوک ہر تھار کئی
یکیک چوک میں چار بازار کئی

. . . .

. . . .

زہے مطلع نور لامع اہے
بزرگی میں مسجد یہ جامع اہے
ہوویں معتکف عرش کے جہاں ملک
مسیحا کو جس حجرہ چو تھا فلک
قیامت کوں بیت المقدس کی تھار
کریں انبیا یہاں نماز اختیار
گگن پر پڑے سایہ جس فرش کا
نمونہ ہے تس سقف میں عرش کا

. . . .

. . . .

مسافر جو ہوے بحر و بر کا نوا
دیکھنہار ہر ملک کا پھر نوا
جب اس معدن کامرانی میں آئے
وطن بھانچ کر سب جہاں بھول جائے

غرض سب بیرونی انتظام کرنے کے بعد قلعہ کی شکست ریخت، حصار کی درستگی، سامان رسد کی فراهمی وغیرہ کے تمام انتظام اندرون قلعہ کیے جاتے هیں اور جنگ کے لیے تیاریاں مکمل کرلی جاتی هیں - اس کا بھی کسی قدر تفصیل سے ذکر ہے —

جب قلعہ کے اندر تمام انتظامات مکمل ہوگئے اور فوج کیل کانٹے سے لیس ہوگئی تو سلطان علی عادل شاہ نے اپنے خاص امرا و وزرا اور فوجی سرداروں سے مشورے کے لیے مجلس منعقد کی - جن میں (بقول نصرتی) عبدالمحمد، میں اخلاص خان، خان شرزا، عبدالکریم ابن عبدالرحیم، یکوجی فرزند شاہ جی شریک تھے - ان سب کی حسب لیاقت و درجہ تعریف کی ہے - ان سب سے مخاطب ہو کر سلطان نے فرمایا —

رهنا گھر دکن کا تمارے تے تھا نپ
کہ هیں سلطنت کے تمیں آج کھا نپ

(دکن کا گھر اب تمھارے هی سنبھالے سنبھلے کا کیونکہ تمھیں اس سلطنت کے سہارا (کھم) ہو) —

ہوا ہے مغل آج بد عہد کل
اوچانے پہ ہے یہاں تلک آکہ غل

اگر یہیں رو اهل تلبیس ہے
اسے رهنا نسل ابلیس ہے

دکھایا ہے دریا کوں کریک سراب
رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب

الگنی کوں سمجیا دیا لالہ زار
اناراں کے دانے دسے تس انگار

(مغل ہم سے بد عہد ہو گیا ہے - اُسے ابلیس نے ایسا بہکایا ہے کہ اُسے سراب دریا اور گلاب زہر ہلاہل نظر آتا ہے - گلخن لالہ زار اور انگارے انار دانے دکھائی دیتے ہیں) -

کیا سو مہم پا ہمن تے مدد
ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد

ہمیں سے مدد پا کے تو مہم سر کی اور اب ہمیں سے بد گمان ہو گیا ہے)-

اگر متفق بد سوں بد جلس ہے
ولے مجھہ مدد خالق انس ہے

اوسے گرچہ بل بت پرستی اچھے
ہمن ترب ربی کی مستی اچھے

(اگر بد اور بد جلس متفق ہو گئے ہیں (مغلوں اور شیواجی کے اتفاق کی طرف اشارہ ہے) تو ہمیں اپنے خالق سے مدد کی امید ہے - اگر اُسے بت پرستی کا بھروسا ہے تو ہمیں قرب رب کی مستی کافی ہے) -

غرض اس قسم کی تقریر سے اصل حقیقت بیان کرکے اپنے امرا اور بہادروں کو جوش دلاتا ہے - تقریر کا

آخری شعر یہ ہے —

رکھو آج مردی سوں ہو مرد نام
تس نام ہوے ہور ہمارا سو کام

(اے جواں مردو! آج مردی کی لاج رکھ لو ، تمہارا نام ہو اور ہمارا کام) -

یہ لوگ اس کے جواب میں سلطان کی تعریف ، مغلوں کی بیوفائی کی مذمت کرتے ہیں اور اپنی وفاداری اور جان نثاری کا اپنے آقا کو اطمینان دلاتے ہیں - اور اپنی اور مغلوں کی لڑائی کے ڈھنگ کا مقابلہ کرکے اپنی شجاعت اور ان کی بزدلی کا خاکہ کھینچتے ہیں - اس مقام کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

زمانے میں شاہ یگانہ تُہیں
حقیقت میں شاہ زمانہ تُہیں

غریباں نوازی ہے تجھ بندگی
تری بندگی مایۂ زندگی

تری نعمتاں کھا سکے ہم تمیز
نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز

مغل اصل نامرد ہور حیلہ گر
شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور

مغل کا ہے ہتھیار تیر و تفنگ
ہمیں قبضۂ جمدھار و گُردا فرنگ

لڑیں چھپ مغل لے عرابے کا اوٹ
ہمیں بھی دل میں کریں لوٹ پوٹ

کہاں رہے یہ اوسان او چھوڑتے
ہمیں کوتہ ہتھیار سوں جوڑتے

مغل آکہ اول جو لت کھائے ہیں
دکھن کی لڑائی سے کندرائے ہیں

اپس موت کے وقت فرزند کوں
کہے یاد رکھہ پوت اس پند کوں

دکھن کی مہم پر تجھو روز گار
کہ زنہار نیں او پھر آنے کی تھار

یہ آتے سو اکثر ہیں وو پوت عاق
جو تہچے ہیں ماواں لیے پر طلاق

آخر کے تین شعر قطعہ بند ہیں - جن کے معنے یہ ہیں کہ "مغلوں کا ہر سپاہی مرتے وقت اپنے بیٹے کو یہ وصیت کرتا ہے کہ یاد رکھو کہ جب کبھی دکھن کی مہم در پیش آے تو نوکری سے دست بردار ہو جانا کہ وہاں جانے کے بعد واپس آنے کی ہرگز کوئی توقع نہیں رہتی - (اس کے بعد کہتا ہے) کہ یہ نوجوان جو مغلوں کی فوج میں ہیں یہ وہ ہیں جنھیں ان کے باپوں نے عاق کردیا ہے اور مطلقہ ماؤں کی اولاد ہیں

اگلے بیان میں اس نے تمام قوموں اور ملتوں اور خیلوں اور قبیلوں کے نام گنوائے ہیں جن کے بہادر افراد فوج

میں شریک ہیں - ان میں ہندو اور مسلمان دونوں ہیں - کوچ سے پہلے پھر تمام فوج سے خطاب کرتا ہے اور اہل فوج اپنی جاں نثاری کی تجدید کرتے ہیں —

اُدھر سے چھ سلگھہ کی فوج نے عادل شاہی علاقے پر یورش کی اور قلعہ ملگل بھڑ پر قبضہ کر کے سرافراز خاں کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ وہاں متعین کردیا - جب اس کی خبر شرزہ خاں کو پہنچی تو اس نے فوراً ادھر کا رخ کیا - بیجاپوری فوج کے پہنچنے پر سرافراز خاں نے (خلاف احکام چھ سلگھہ) قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا - تھوڑی دیر خوب لڑائی ہوئی اور سرافراز خاں عین کارزار میں مارا گیا - مغلوں کی باقی فوج قلعے میں جاکر محصور ہوگئی - اور جب بیجاپوری بندوقوں کی زد میں آگئے تو گولیاں مار مار کر بھگا دیا - لیکن نصرتی اور عادل شاہی مورخ یہ لکھتے ہیں کہ شرزہ خاں نے قلعے پر تسلط کرلیا مگر اتنے میں عبدالمحمد اور محمد اخلاص خاں کا خط پہنچا کہ غنیم سے اِن کا دو تین دن میں بڑا معرکہ ہونے والا ہے فوراً چلے آؤ - شرزہ خاں نے اسی وقت ملگل بھڑہ سے یلغار کی اور عادل شاہی لشکر سے جا ملا —

اصل لڑائی اب شروع ہوتی ہے - چھ سلگھہ اپنا لشکر لے کر بیجاپور کے قرب و جوار میں آ پہنچتا ہے اور بیجاپوری قلعے میں محصور ہو کر مقابلے کے لیے

تیار ہوجاتے ہیں اور کچھ فوج میدان میں لڑنے مرنے کے لیے جاتی ہے' اور جو علاقہ مغلوں کے تصرف میں تھا اس پر حملہ شروع کرتی ہے—

ان لڑائیوں میں کبھی پسپائی ہوتی اور کبھی کامیابی- لیکن نصرتی ہر بار اپنی ہی فتح بتاتا ہے- ان کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے مگر ہر موقع پر اس نے جو رزمیہ بیان لکھے ہیں وہ بلا شبہ قابل تعریف ہیں- مثلاً جنگ کی طیاری' بہادروں کی نبرد آزمائی' ہتھیاروں کا چلنا' گھوڑوں کی باد پیمائی' ہاتھیوں کا جوش و خروش' غرض پورا جنگ کا سماں دکھایا ہے- رزمیہ شاعری کا یہ کمال قدیم اردو زبان میں کہیں نہیں پایا جاتا اور ضمیر اور انیس سے قبل کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی- یہ سچ ہے کہ نصرتی میر انیس یا زمانۂ حال کے بعض رزمیہ نگار مرثیہ نویسوں کو نہیں پہنچتا لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس نے میر انیس وغیرہ سے سوا دو سو برس پہلے ان مضامین پر طبع آزمائی کی ہے—

یہاں بعض مقامات سے کچھ کچھ شعر نقل کیے جاتے ہیں- مثلاً وہ اپنی فوج کے ہتھیاروں کا ذکر یوں کرتا ہے-

شعر- جو ہے تیر ہر یک اجل کی چیٹی
لگے پر لیے جیو بن نہیں چھوٹی

(مطلب) ہر تیر اجل کا پروانہ ہے جو لگنے پر
بغیر جان لیے نہیں چھوڑتا

شعر - بھو کا اژدھا رن پو بھالا دسے
دندی کاچ جھو تس نوالا دسے

(مطلب) بھالا رن میں بھوکے اژدھے کی طرح ھے
دشمن کی جان اس کا نوالا معلوم ھوتی ھے

شعر - جو برچی چھوٹتی جا پر نہار ھے
وو ھو ناگنی اُڑ لو نہار ھے

(مطلب) برچھی چلنے میں جان کی لیوا ھے
وہ ایک ناگن ھے جو اُڑ کے ڈستی ھے۔

شعر - کمند ھار ھو جا پڑے جس گلے
انکھیاں میں نہ جھو لیاے بن چپ تلے

(مطلب) کمند جس گلے کا ھار ھو کر جا پڑے تو وہ
بغیر آنکھوں میں دم لائے نہیں ٹلتی

شعر - فرنگ ھر اجل کی ندی کا ھے پاٹ
ڈوباتا ھے جھو جس کے پانی کا کاٹ

(مطلب) تلوار اجل کی ندی کا پاٹ ھے
جس کی آب کا کاٹ جانوں کو ڈبو دیتا ھے

یہ دو شعر خاص طور پر قابل ملاحظہ ھیں

شعر - پٹا رن کے دریا کا دستا نہنگ
کرے دم کی جھڑپوں دو دھڑ بے درنگ

(مطلب) پٹا رن کے دریا کا نہنگ معلوم ھوتا ھے
جو اپنی دم کی جھڑپوں سے دھڑ دو ٹکڑے کر دیتا ھے

شعر - دسے جبھ اژدر کی سیف آبدار
اوزیں وار کرنے میں چلگیاں ھزا

(مطلب) سیف آبدار اژدھے کی زبان معلوم ھوتی ھے
جس سے وار کرتے وقت ھزاروں چنگاریا اڑتی ھیں

قسم قسم کے گھوڑوں کی کیفیت ' ان کے رنگوں اور ان کی سرعت کا بھی ذکر آتا ھے —

شعر - اچلبک کیتی بھانت اچھل ترنگ
پون پیچ کھاوے اتھیں پر نسلگ

(مطلب) سیکڑوں قسم کے تیز طرار گھوڑے کہ جن
کے چلنے پر ھوا پیچ و تاب کھاتی ھے

شعر - دریائی جو دریا پر سٹتے ھیں دھانوں
نہ دیتے ھیں لگنے کوں پانی پہ پانوں

(مطلب) دریائی (گھوڑے) جب وہ دریا پہ دھاوا
کرتے ھیں تو پانو کو پانی نہیں لگنے دیتے

شعر - کلنچی ' روپ ونتی ' چنچل من ھرن
بھولے سب تھکاں اُن کی دیکھت پون

(مطلب) ایسے دل موھنے والے ' چلبلے ' حسین ' طرار
کہ جن کے ناز و انداز دیکھکر ھوا کے بھی ھوش جاتے رھتے ھیں۔

شعر - سبک سیر ترکی دسیں گرد باد
گزر جائیں گلشن پہ بارے کے ناد

(مطلب) سبک سیر ترکی بگولے معلوم ھوتے ھیں
وہ گلشن پر سے ھوا کی طرح گزر جاتے ھیں

ھاتھی کے بیان میں بہت سے شعر لکھے ھیں' یہاں صرف چلد لکھے جاتے ھیں —

شعر - چلیں پرد سیں پاکھراں سوں سلور
فرشتے چہ اُوڑتے ھیں جدوں کھول پر

(مطلب) جب پاکھروں سے سنورے سنوارے چلتے ھیں تو یہ معلوم ھوتا ھے کہ فرشتے پر کھولے اُڑ رھے ھیں

شعر - سہیں کوہ البرز سے مست کُج
یکیک آھنی برج قامت سوں سج

(مطلب) ایک ایک آھنی برج سے سجے ھوے مست ھاتھی کوہ البرز معلوم ھوتے ھیں

شعر - لٹکتے چلیں پر لگیں گرد باد
دسیں ھال اٹھلیں غلولے کی ناد

(مطلب) اگرچہ ناز سے چلتے ھیں تو بڑی بگولا معلوم ھوتے ھیں دوڑتے ھیں تو معلوم ھوتا ھے توپ کے گولے ھیں

شعر - مخالف کے دل پر تو دریا کا اوٹ
اپس فوج انگے بن وو چلتا سو کوٹ

(مطلب) مخالف کے لشکر پر دریا کا سا سیلاب ھیں اور اپنی فوج کے آگے چلتے ھوئے قلعے ھیں

شعر - دھریں ملک کی فتح یابی کا آز
کلیداں سوں داتاں کی کھولیں کیواڑ

(مطلب) ملک کے فتح باب کا سہارا ھیں اپنے دانتوں کی کنجیوں سے کواڑ کھولتے ھیں

شعر - کریں پائیں سلہکہ تو یک دم میں دور
دھریں سونڈ گویا قیامت کا صور

(مطلب) ان کی سونڈیں قیامت کا صور ہیں
جو سامنے آیا اسے فوراً اٹھا پھینکتے ہیں

شعر - لکڑی باغ بن رکھہ دسے دل قریب
نہ گج باج کوی دل پکڑتا ہے زیب

(مطلب) جیسے کوئی باغ درختوں کے بغیر بھلا نہیں معلوم ہوتا
اسی طرح کوئی لشکر ہاتھی بغیر اچھا نہیں لگتا

فوج کے کوچ کو کس خوبی سے بیان کیا ہے

شعر - ہوئی فوج جدیں مستعد جس گھڑی
دماماں پہ چوندھرتے لکڑی پڑی

(مطلب) جس گھڑی فوج مستعد ہوی تو دماموں
پر چاروں طرف سے ضربیں پڑنے لگیں

شعر - گگن پر ستارے ہوے حال میں
ھدرتا ہے سیماب جوں تھال میں

(مطلب) آسماں پر ستارے یوں ہلنے لگے
جیسے پارہ تھال میں ہلتا ہے -

شعر - جتے بھیر و برغم جو بجنے لگے
سوا لاکھہ پربت گرجنے لگے

(مطلب) جتنے قرنا اور نقارے تھے سب بجنے لگے
گویا سوا لاکھہ پربت گرج رہے تھے -

شعر - دسے فوج دریا نمن ہر طرف
لگیں رست چھتریاں کی موجاں پہ کف
(مطلب) فوج ہر طرف دریا کی طرح نظر آتی تھی
اور چھتریوں کی قطار ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے موجوں پر کف

اسی طرح بیان کرتے کرتے کہتا ہے کہ زمین فوج کی رگڑ سے اس قدر پیسی گئی اور پائمال ہوئی کہ اس کی گرد کا ایک کرہ آسمان کے طبق میں جا جما - یا یوں کہو زمین کے بستر خاک کو اونچا کردیا ہے اور اس کا پردہ افلاک پر جا باندھا ہے - آخر میں کہتا ہے -

کہیے کیا ابھال آکہ اوتریا ہے وہاں
بڈی ہے زمیں یا نویا آسماں

گویا وہاں ایک بادل اُتر آیا ہے؛ یا تو زمین اونچی ہوگئی ہے یا آسمان نیچا ہوگیا ہے —

اس باب میں اُس نے دھلی کی فوج کا بیان بڑے لطف سے کیا ہے - لشکر کی بہتات' اس کی عظمت' ہندوستان و ایران و ترکستان کے مختلف اقوام اور قبائل کے لوگوں کی شرکت' ہاتھیوں کے پرے' اسلحہ کی کثرت وغیرہ تفصیل سے بیان کی ہے مگر ساتھہ ساتھہ چٹکیاں بھی لیتا جاتا ہے اور یہ سارا بیان اچھی خاصی ہجو ملیح ہوگیا ہے - یہاں میں اس کا اکثر حصہ نقل کیے دیتا ہوں —

شعر - کتا ہوں اتا فوج دھلی کی بات
چلے تھے دکن دل پہ کس دھات سات

(مطلب) اب میں دھلی کی فوج کا حال سناتا ہوں
کہ وہ کس ڈھنگ سے دکن کے لشکر پر چڑھی تھی

شعر - کہ جس فوج کو دیکھنے میں سمج
دسے نا کسے انتہا ہور اوپج

(مطلب) ایسی فوج کہ جس کی انتہا اور
ابتدا سمجھ میں نہیں آتی تھی

شعر - ہتیاں کا عرابہ چلے میل میل
تھا جس میں سردار اصحاب فیل

(مطلب) ہاتھی گاڑیوں کا پرا آہستہ آہستہ چلتا تھا
جس میں کا سب سے چھوٹا اصحاب فیل کے ہاتھیوں کا سردار تھا

شعر - سراسر اگر بہار سارا دسے
تو یک فوجدار اس میں دارا دسے

(مطلب) اگر ساری فوج کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا
جائے تو ایک ایک فوجدار دارا کے رتبے کا معلوم ہوتا تھا

شعر - سبک منصبی ہور بھاری کتے
اتھے کئی صدی ہور ہزاری کتے

(مطلب) کچھ ان میں چھوٹے منصب دار تھے اور کچھ بڑے
بڑے منصب دار؛ کچھ صدی تھے کچھ ہزاری

شعر - یک یک ملک کے نام آور جواں
دو اسپہ سہ اسپہ سپہ بے گماں
(مطلب) ان میں ملک ملک کے نام آور جوان تھے
اور اُس میں دو اسپہ سہ اسپہ سب قسم کے سپاهی تھے

اس کے بعد وہ هر قوم اور قبیلے اور هر ملک اور شہر کے لوگوں کو جو مغلوں کی فوج میں بھرتی هوکر آے تھے ، گنواتا هے اور کہیں کہیں ان کے عادات و خصائل کو هجو یہ رنگ میں بیان کرتا هے -

مغولاں کیتے ملک و کے شہر کے
کیتے هندو کوئی ماوراالنہر کے
چغتے قزل باش اذبک بلی
قندهاری کتے بلخی و کابلی
مروت کے مفلس محبت کے شوم
فراست کوں طوطی نحوست میں بوم
فریب ان کے فن میں بڑا برد هے
جلم جن کا ابلیس شاگرد هے
نچھے جن میں اصلا مروت کی بوے
کریں اُس سوں بد جس سے نیک اُن پہ هوے
ٹھگا نیچہ دنیا کو مادر کہیں
چھپا لوز ظاهر کوں خواهر کہیں
(ٹھگنے کے لیے دنیا کو مادر کہتے هیں اور نفسانی خواهشات کو چھپا کر ظاهر میں خواهر کہتے هیں یعنی

بڑے ابن الوقت ہیں ا —

بدی باپ سوں اپلی میراث جان
برادر کا خوں شیر مادر پچھان

دیکھیں کچ ہے جہاں فائدہ آپ کوں
نچھوڑیں سگے بھائی اور باپ کوں

اتھے میرزا اُن میں کشمیر کے
غرائب سپاہی بی چوندھیر کے

خراسانی اور اصفہانی کہتے
دماوندی و دامغانی کہتے

کہتک سبزواری بخاری کہتے
هراتی و طوسی و لاری کہتے

هویزای و هروی و همگری
سجستانیاں اصل نسل آذری

کتک ترک گرجی کتک رومیاں
سمرقندی شیرازی جہرومیاں

کمنداز کوئی گرز بازی میں چست
تیرانداز کوئی نیزہ بازاں درست

بھوکے هوکہ جھگڑے کوں پھرتے دلیر
لوہے چابتیں دل نہوئیں ان کے سیر

خلال ان کے دانتاں کا بھالا دسے
گراں گرز مکھہ کا نوالا دسے

کیتک ذات کے تھے رومیلے ادت
زبردست پلجا بہاں دل کے گھت
بھوت راو رالے اتھے رج کے پوت
فروری میں شیطان جھگڑے پہ بھوت
سسودی و کچھوی و کابی جلوار
سورج و نس و سرسات و گوہل پلوار
امت دیوری چلدراوت چلڈیل
سولدھل سوم بلسی و کھوچی پونچھل
موری جیٹھوی ھور جھالے کیتے
سوللکی و پرمار و ھالے کیتے
کدم کرز و کوری و کاری کیتے
کتک جاوری ھور ھاری کیتے
بئیس اور کھہلوت کے دھاندلاں
چوھاناں و سورھا کیتے باچھلاں
کیتے بھرٹی واجھی واکھیلے
بھٹے تانک و بھائی کیتے وارلے
تھرانا و کسمونیاں بر گجر
کھروار و بوندیل و جادھو تلور
اھیران و کھاچر و آسیل تھے
دھوری ھور راٹھور و تو میل تھے
براری کیتے خاندیسی کیتے
بلکالے کے کوتل بھوستی کیتے

غرض اس طرح وہ فوج کی ہر ذات اور قبیلے اور ملک و دیار کے باشندوں کا شمار کرتا چلا جاتا ھے —

ان کے لباس کے متعلق لکھتا ھے —

کئی کسوتاں تلکی کوئی آھنی
سلاحاں بلدی پھلے رونہں تنی
تہلونی کھے جامہ کوئی کیسری
کیے کسوتاں صاف کوئی زرزری

جرت کے طرے سر پہ کلگیاں لگاے
سہن مال کوئی گل سکت مال بھاے

لیکن آخر تان اس پر توڑتا ھے —

مغل ہر ھنر میں برا کار ساز
لڑائی کے فن پر تو ات حیلہ ساز

اس کے بعد شاعر مغلیہ فوج کی حالت اور شان کا نقشہ کھینچتا ھے —

شعر - چلے سات لے دل کا چلتاچ کوٹ
سرپ فوج دارو سوں آتش کی موٹ

(مطلب) فوج کا چلتا ھوا کوٹ (قلعہ) ساتھہ لےکر چلے اور تمام فوج گولے بارود کی وجہ سے آگ کا خزانہ بنی ھوئی تھی -

---

شعر - زنجیرے کا حلقے سوں باندے حصار
رچیں جوڑ گج مست برجاں کی تھار

(مطلب) زنجیروں کے حلقے سے حصار باندھا ھوا تھا اور اس حصار کے برج مست ھاتھی تھے-

---

شعر - فرنگ نال اوتم چین کے بوم کے
فرنگی فرنگ داز کوئی روم کے

(مطلب) اعلیٰ درجے کی بندوقیں چین کے ملک کی
اور ان کے چلانے والے روم کے تھے

شعر - کریں یک رنجکہ کر جو گولیاں کی ریز
ھوا ھوے انگیٹھی انگاریاں کی تیز

(مطلب) جب یک بارگی گولیاں چلائیں تو ھوا
جلتے ھوے انگاروں کی انگیٹھی بن جاتی ھے -

شعر - قطاراں قطاراں شتر نال اچھے
سب اوس کوٹ کوں ھو کہ مہکال اچھے

(مطلب) شتر نالوں (یعنے وہ بندوقیں جو اونٹوں پر رکھہ کر
چلائی جاتی ھیں) کی سینکڑوں قطاریں تھیں
اور وہ سب اس کوٹ (فوج) کی زینت تھیں

شعر - چھوٹے مست ھاتھی تو ڈونگر تے چڑ
فرنگیاں زنبوریچ جو ڈل سو گڑ

(مطلب) مست ھاتھی جو پہاڑوں سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے چھٹے
ھوے تھے اور چھوٹی بڑی توپوں سے قلعہ آراستہ تھا

شعر - یکیک بستہ دارو کا یک کوہ جان
صندوقانچ گولیاں کی ششیاں کی کھان

(مطلب) گولے بارود کا ایک ایک ڈھیر ایک ایک پہاڑ
تھا اور صندوق ' گولیوں اور شیشوں کی کان تھے

شعر - بوا توپ خانہ یکیک جس کی توپ
قلولے سوں دھرتی کا ھوے سیلہ کوپ
(مطلب) بڑا توپ خانہ تھا جس کی ایک ایک توپ
ایسی تھی کہ اس کے گولے سے زمین کا سینہ شق تھا

شعر - دیکھت گولہ بسرے کرہ بھویں کا ناز
تھکے دیکھہ بھانتے فلک حقہ باز
(مطلب) ان گولوں کو دیکھہ کر کرۂ ارض اپنا ناز بھول جاتا ھے
اور فلک حقہ باز دیکھہ کر ششدر رہ جاتا ھے

شعر - ھر یک توپ بادل ھے بن برق بار
برستی اگن جل میں گولیاں کے گار
(مطلب) ھر ایک توپ برق بار بادل تھی جس کے گولے
آگ کی بارش کے اولے تھے

شعر - جو یکہ توپ دھرتی پہ جب کڑ کڑے
سمندر کا دھشت سوں پانی پڑے
(مطلب) اگر ایک توپ بھی اس زمین پر کڑ کڑاے
تو دھشت سے سمندر کا پانی اُتر جاے -

شعر - شتر بار باناں ھزاراں قطار
دسے بانس پیکیا سو جیوں کوھسار
(مطلب) اونٹوں کی ھزاروں قطاریں تیروں سے لدی ھوی ایسی
معلوم ھوتی تھیں گویا کوھسار پر بانسوں کے کھیت اُگے ھوے ھیں -

شعر - ھتی لٹی مکوڑیاں تے چیتیاں تے تار
پیاداں کے بھاراں ملخ تے اپار

(مطلب) ھاتھی ' مکوڑوں اور چیونٹیوں کی قطار سے
بھی زیادہ تھے اور پیادہ فوج ٹڈی دل سے بھی بڑھ کر تھی

غنیم کی فوج کا یہ ذکر بڑے زور شور سے کیا ھے - اپنی اس فوج کو دیکھہ کر چے سنگھہ کیا کہتا ھے —

شعر - یو جب فوج چے سنگھہ دیکھیا سنور
کہیا لاف ایسی خدا کوں بسر

(مطلب) چے سنگھہ نے جب یہ آراستہ فوج دیکھی تو
وہ خدا کو بھول گیا اور ایسی لاف مارنے لگا

شعر - مسلمان تکرار کرتے ڈرے
فرنگی سونے بی تو توبہ کرے

(مطلب) کہ جیسے مسلمان اپنے ڈرتا ھے اور فرنگی
سن پائے تو توبہ توبہ کرے -

دوسری طرف سے بیجاپوری فوج کوچ کرتی ھے اور ایک دوسرے کا آملا سامنا ھوتا ھے - ان دونوں میں شیواجی کی حالت کو پاسنگ سے بڑی اچھی تشبیہ دی ھے ' جو موقع پاکر کبھی اِدھر ھوجاتا ھے کبھی اُدھر —

شعر - دونو بہار ہم تول تھے یوں اگر
سیوبا ان میں پاسنگ کا تھا پتھر

(مطلب) دونوں فوجیں برابر کی ہم پلہ تھیں
اور شیواجی اُن میں پاسنگ کا پتھر تھا

شعر - جو یک دل کھڑا رہے پہ یک تک چلے
توے یک طرف یک طرف ڈھلے

(مطلب) اگر ایک لشکر کھڑا رہے یا ایک چلے
تو یہ کبھی ایک طرف کو جھک جاتا ہے اور کبھی دوسری طرف کو -

شعر - تو سنجیدہ لوگ اس کوں پاسنگ جان
ملگے ترت کرنے وو پلے کوں کان

(مطلب) تو سنجیدہ لوگ اسے پاسنگ سمجھ کر
فوراً اپنے پلے کو کان دیدیتے یعنے جھکا دیتے ہیں -

اب لڑائی کا سماں شروع ہوتا ہے اور خان شرزا بہادری کے جوش میں آگے بڑھتا ہے - کیا دیکھتا ہے کہ مغلیہ فوج توپوں کا حصار اپنے گرد کیے کھڑی ہے - یہ رنگ دیکھ کر خان شرزا کہتا ہے ــــ

کہ بیٹھاچ ہے لگ کنڈل مار سانپ
سٹیگاچ بے فکر چھیڑے تو چھانپ

ہمیں ہو کہ نا چپکہ چچکارنا
لٹھا کرکے اس مار کو مارنا

یعنے یہ سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے، اگر ذرا بھی چھیڑا تو ڈس لے گا - تو ہم کیوں خواہ مخواہ اسے

چھوڑیں ' مناسب یہ ھے کہ اُسے لمبا کرکے ماریں - یعنے ایسی ترکیب کریں کہ وہ کنڈلی کھول کر آگے بڑھے اور اس وقت ھمارا دانو چل جاے گا - توپوں کے زنجیرے سے محصور ھونے کو سانپ کی کنڈلی مارنے سے کیا اچھی تشبیہ دی ھے —

غرض بیجاپوری فوج اپنا دانو کرتی ھے اور پیچھے ھٹتے ھٹتے غنیم کو دور کھینچ لاتی ھے اور پھر مقابلہ کرتی ھے —

اب جنگ کا میدان گرم ھوتا ھے -

شعر - ھوا پل میں پیدا کری بے مثال
اگن کا گگن ھور دھوئیں کا ابھال

(مطلب) ھوا نے ایک پل میں آگ کا آسماں
اور دھوئیں کا عجیب و غریب بادل پیدا کردیا

شعر - غنیماں کے بھیجیاں کوں کھانے شتاب
خوش آلے لگیا سوں میں کھڑگاں کے آب

(مطلب) دشمنوں کے بھیجے کھانے کے لیے تلواروں کے
منہ میں پانی بھر بھر آتا تھا -

شعر - کماناں رکھیاں دل کشاکش منیں
او بلنے لگے تیر ترکش منیں

(مطلب) کمانوں نے دلوں کو کشمکش میں ڈال رکھا تھا
اور تیر ترکش سے اُبلے پڑتے تھے -

شعر - پھوکیا تیز یوں سخت بھالیاں کا انگ
کہ پھنکتا ہے جیوں باز لے کر بھو جلنگ
(مطلب) سخت بھالوں کا جسم اس طرح پھنک رہا تھا
جیسے اژدھا ہوا کھا کر پھنکارے مارتا ہے

شعر - بھڑکتے ترنگاں ہو آگاں دسے
سواراں بھوکے رن کے باگاں دسے
(مطلب) بھڑکتے گھوڑے آگ بگولا نظر آتے تھے
اور بھوکے سوار شیر معلوم ہوتے تھے

شعر - نشانی ہے جیوں میہلوں لانے کوں باؤ
دیویں یوں سہراتے لڑائی کوں تاؤ
(مطلب) جس طرح ہوا بارش لانے کی نشانی ہوتی ہے
مرہٹے اسی طرح لڑائی کو گرما رہے تھے

شعر - نکلتے ہیں جیوں باگ نخچیر کوں
نکل یوں سہراتے دونو ڈھیر سوں
(مطلب) جس طرح شیر شکار پر لپکتا ہے اسی طرح
دونوں طرف سے مرہٹے لڑنے کو نکلتے تھے -

آگے چل کر لکھتا ہے —

شعر - ہر یک مکھ تے آواز سن مار مار
کیا جیو لے دشمن کے ہونٹاں میں تھار
(مطلب) ہر ایک کے منہ سے مار مار کی آواز سن کر
دشمنوں کے دل ہونٹوں پر آکر ٹھیر گئے تھے

شعر - دیکھیا جب بڈی آکہ بازی پٹی
مغل وئیں عرابے کو دیتا بٹی

(مطلب) جب مغلوں نے دیکھا کہ بات یہاں تک بڑھ گئی ھے
تو اس نے توپوں کے زنجیرے کو آگ دکھای

شعر - جو یک دم چھوٹی توپ ھر فرد فرد
اوچایا دھواں باؤ ھو اگ کی گرد

(مطلب) جب ایک دم توپیں چھٹیں تو ھوا نے آگ
کی گرد بن کر دھنواں بلند کیا

شعر - دسے تس میں تروار جھلکے چٹی
مگر گرد میں اوڑ رھی ھے پٹی

(مطلب) تلوار اس میں جھلکتی ھوئی ایسی معلوم ھوتی تھی
جیسے گرد میں اُڑتی ھوی پتی

شعر - ھوا آسماں گرم جھوں لگ کے تاب
سو کا اوٹ چا چشمۂ آفتاب

(مطلب) اس کی حرارت سے آسمان گرم ھو گیا
اور چشمۂ آفتاب اوٹ کر خشک ھو گیا

شعر - ھوا پر فرنگیاں کے گولیاں کا تھات
نظر کی گزر کا ستیا باند بات

(مطلب) بندوقوں کی گولیاں کا ھوا پر یہ ھجوم تہا
کہ نظر کا رستہ بندھ گیا تہا (یعنے کچھہ سجھائی نہ دیتا تہا)

شعر - کہے دیکھ حیران ہو اہل عرش
معلق ہوا پر بلدیا کون فرش

(مطلب) اہل عرش یہ دیکھ کر حیران ہو کے کہتے تھے
کہ ہوا پر کس نے یہ فرش معلق کر دیا ہے

شعر - دلیراں کریں نعرہ یوں ہو کے آگ
نیستاں میں جیوں گرجتے ہیں باگ

(مطلب) دلیر آگ ہو کر یوں نعرہ کرتے تھے
جیسے نیستان میں شیر ڈکار تے ہیں

شعر - جھلکلے لگی کھڑگ بھالیاں میں یوں
لگے ہے نیستاں کوں آگ جوں

(مطلب) تلوار بھالوں میں یوں جھلکتی تھی
جیسے نیستان میں آگ لگی ہو

شعر - پڑے تت کہ واراں تلیں ہر رخن
ہتی دانت کانڈے کی پھریاں نمن

(مطلب) ہاتھی دانت کنگے کی پوریوں کی
طرح کٹ کٹ کر رہے تھے

اس طرح لکھتے لکھتے ایک شعر لکھتا ہے -
رگت کٹ تے بھالیاں کے نکلیا اپار
لہراں جیوں نکلتیاں ہیں جالیاں کے بہار

یعنی خون بھالوں کے کناروں سے اس طرح بہہ نکلا
تھا جیسے پانی کی لہریں جالیوں میں سے ہو کر بہہ

نکلتی ھیں —

شعر - یک یک گج تے سولتیاں چھوٹتیاں یوں ھزار
کہ برسیاں ھیں بجلیاں نپچ بونداں کی تہار

(مطلب) ایک ایک ہاتھی پر سے جو ھزاروں برچھیاں چلیں تو یہ معلوم ھوتا تھا کہ بجائے خون کی بوندوں کے بجلیاں برس رھی ھیں

شعر - نکوی کس مدد کر سکے تس گھڑی
ھر یک سر پہ اپلیچہ اپسھوں پڑی

(مطلب) اس گھڑی کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا تھا ھر ایک اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا تھا

شعر - اوٹھیا جھوں کھلا کھن کا آواز زور
فلک کان سونچیا نہ سن سک کہ شور

(مطلب) کھنا کھن کی آواز اس زور سے اٹھی کہ فلک اس شور کی تاب نہ لا سکا اور اپنے کان بند کر لیے

شعر - کھڑگ کڑکڑاتی سورج ٹھانوں ٹھانوں
سپر بن نہ تھی کچھ بی کس سر پہ چھانوں

(مطلب) چمکتی تلوار جگہ جگہ سورج بنی ھوئی تھی اور کسی کے سر پر سوائے سپر کے کوئی چھانو نہ تھی

شعر - ووڑا وور میں آگ کھڑگاں تے جھڑ
سپر چر سوتی جھوں بھولے سو پھڑ

(مطلب) تلواروں سے مسلسل آگ برس رھی تھی اور ڈھالیں اس کی حرارت سے ایسی ھو گئی تھیں جیسے بھنے پاپڑ

شعر - جمیا کوی کھڑے راگ هلکار کا
رهیا سر کهنا کهن کے جهنکار کا

(مطلب) کوئی کھڑا آہ و فریاد کا راگ الاپ رہا تھا
اور ادھر کھنا کھن کی جھنکار کا سُر جاری تھا

شعر - زمیں هور فلک هوکه یک حال میں
لگے ناچنے تیغ کی تال میں

(مطلب) زمیں اور فلک ایک حال میں ہوکر
تیغ کی تال پر ناچنے لگے

شعر - هوا رنڈ جن تک کھڑا پاتوں گاڑ
دسے کھونٹ جیوں ڈال توڑے سو جھاڑ

(مطلب) جو ذرا قدم جما کے کھڑا ہوا وہ ایسا رنڈ منڈ
ہو گیا جیسے درخت کا ٹھنٹھ

جنگ کا یہ بیان بہت طویل ہے - میں نے کہیں کہیں سے چند چند شعر لکھہ دیے ہیں کہ شاعر کی قوت بیان کا اندازہ ہو سکے - چند شعر اسی بیان سے متعلق اور نقل کرتا ہوں —

شعر - سلح کوٹ گڑ مرد اوپرال هے
اجل آے پرویچه بهلونچال هے

(مطلب) اسلحہ ، فصیل ، قلعہ مرد کی حفاظت کے لیے ہیں
لیکن جب اجل آتی ہے تو یہی بھونچال ہو جاتے ہیں

شعر - اجل کا جو جس مرد پر ذوق ہے
زرہ کی کڑی مو بمو طوق ہے
(مطلب) جس شخص پر اجل کی نظر ہوتی ہے
تو زرہ کی کڑیاں اس کے لیے طوق بن جاتی ہیں

شعر - ہوا بار سفرہ یکتا مرگ کا
پھریا موں نوالیاں تلیں کھڑگ کا
(مطلب) موت کا خوان اس قدر بھرپور تھا کہ
تلوار کا مُنہ کھاتے کھاتے پھر گیا -

اس کے ساتھہ وہ مغلوں کی شکستہ حالی اور درماندگی کا بھی ذکر کرتا ہے - اس میں مبالغہ کے ساتھہ تکلف اور تصنع پایا جاتا ہے - مثلاً وہ لکھتا ہے کہ مغل ہمارے گھر مہمان آے ہیں' ہم نے اُن تی خاطر مدارات کا سامان یہ کیا ہے :- زمین ان کی مسند رنگین ہے (یعلے خون سے) اور اجل کی شراب ان کی تفریح کے لیے ہے - نُقل کے لیے دانت بجاے مغز بادام اور لب بجاے انگور ہیں - سر کے کاسوں میں بھیجے ان کے کھانے کے لیے اور غم پیلے کے لیے ہے وغیرہ وغیرہ - اس کے بعد لکھتا ہے —

شعر - اجل کی کیتے خواب میں خُرخُرائیں
کیتے ہوئیں آسودہ کوئی تڑپھڑائیں
(مطلب) بہت سے خواب اجل میں غرق خراٹے لے رہے تھے
بہت سے ٹھنڈے ہوگئے تھے اور بہت سے تڑپ رہے تھے

شعر - ہوے ہو سلح گرم سینے تنور
اگن دھک کے جلتی تھی پھلسلیا ہو چور

(مطلب) اسلحہ کی گرمی سے سینے تنور ہو رہے تھے اور پسلیوں
کے ایندھن سے آگ دھک دھک جل رہی تھی

شعر - تنوراں تے سینیاں کے اُڑ لہو کی دھار
ہوے رن میں طوفاں ادک تھار تھار

(مطلب) سینوں کے تنوروں سے لہو کی دھاریں اُڑ رہی
تھیں اور اُس سے میدانِ جنگ میں جگھہ جگھہ طوفان بپا تھا

شعر - زمیں پر رگت کا اکھلت حوض بھر
یکایک جو چڑیا چلیا پور بھر

(مطلب) زمین پر خون کا مسلسل حوض بھرا ہوا تھا
اس سے جو یکایک سیلاب چڑھتا چلا تو

شعر - سورج سخت طوفان کا دیکھ اوبال
منگیا چڑنے چاندر کی کشتی نکال

(مطلب) سورج نے اس شدید طوفان کا اُبال دیکھ
کر سواری کے لیے چاند کی کشتی کو نکالنے کا حکم دیا -

شعر - ہلاوے جو پرزور آنے لگے
ہتی تول میں ڈلملانے لگے

(مطلب) اب جو پرزور ریلے آنے لگے تو
ہاتھی بے قابو ہو کر ڈگمگانے لگے

شعر - نقارے رگت پر جو اولٹھے پڑے
دسے بر بروے باو اوندے کھڑے

(مطلب) نقارے جو خون کے اس سیلاب پر الٹے پڑے تھے
وہ ایسے نظر آتے تھے جیسے حباب -

شعر - دسیں یوں زرہ پوش لہو میں جلجال
مچھی جیوں تروا لھکہ نھاتی ہے جال

(مطلب) زرہ پوش لہو میں لتھڑے اس طرح نظر آتے تھے
جیسے مچھلی جال تڑا کر بھاگ جاتی ہے

شعر - رگت جل میں تکڑے زرہ کے کلجال
گونگے خود و دستانہ سیلپیاں مثال

(مطلب) خون کے سیلاب میں زرہ کے ٹکڑے مثل کائی کے تھے
خود مثل گھونگے کے تھے اور دستانے مثل سیپیوں کے -

شعر - کماناں پڑیاں تت کہ چلّے انوپ
کہ جیوں دھاملیاں بہار لھکیاں ہیں دھوپ

(مطلب) کمانوں کے چلّے اس طرح ٹوٹے پڑے تھے جیسے دھامنیں
دھوپ کھانے کے لیے باہر آپڑتی ہیں

شعر - ملے یوں رو چلّے رگت بیچ میں
ہزاراں ہیں جیوں کیچوے کیچ میں

(مطلب) خون میں وہ چلّے اس طرح لتھڑے پڑے تھے
جیسے کیچڑ میں کیچوے -

موت کا وہ بازار گرم ہوا کہ

شعر - ملایک کے ہمت تے گیا کام بہار
کہ آتے تھے جیو یک کے بانٹے ہزار

(مطلب) فرشتوں کی قدرت سے یہ کام باہر ہوگیا اس لیے
کہ ایک ایک کی تقسیم میں ہزار ہزار جانیں آتی تھیں

شعر - ہوا سب یہ ارواح سوں بھر رہی
پون پر ادک مارتے پر رہی

(مطلب) تمام ہوا ارواح سے بھر گئی تھی اور ہوا
میں زور زور سے پر مار رہی تھیں

شعر - چھوٹا زور ارواح کا باو جب
فلک کی یو فانوس گرداں میں تب

(مطلب) ارواح کی آندھی جب زور سے چلی تو
اس ڈر سے کہ فلک کے فانوس گرداں میں سورج کی

شعر - یو شمع سورج نا کہ ہوے کر بڑی
لیا پردۂ ابر اوتار اس گھڑی

(مطلب) شمع تاریک نہو جاے فوراً
ابر کا پردہ ڈال دیا گیا -

مخالفین کی حالت ملاحظہ ہو —

شعر - مخالف نے دیکھیا کہ یوں رن پڑیا
اپس کا تو لوک اس میں اوگن پڑیا

(مطلب) غنیم نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو
اس کی حالت بہت زبوں اور بری ہو گئی

شعر - دسے نیمہ فوج آئی تھی جو عظیم
رہی سوبی زخموں سے ہوے نیمہ نیم

(مطلب) وہ فوج عظیم جو آئی تھی اب آدھی رہ گئی
اور اس آدھی میں سے بھی آدھے زخمی پڑے تھے

شعر - ہوے تھے سو آدیاں تے سب جان اوزیا
جو سارے اتھے اُن تے اوسان اوزیا

(مطلب) آدھے تو ایسے تھے جو جان کھو چکے تھے
اور باقی جو سالم تھے اُن کے اوسان جاچکے تھے

شعر - کھڑے تھے جو ہمت سوں جہاں پانوں گاڑ
ناطاقت رہی پانوں لیلے اُکھاڑ

(مطلب) جو ہمت کر کے پانو گاڑے کھڑے تھے اُن میں
اتنی سکت نہ رہی کہ وہاں سے پانو اٹھا لیں

شعر - سب اعضا نے توت کوں ساری سٹے
ھتھاراں بی ہر ہت تے ہاری سٹے

(مطلب) سب اعضا نے ہمت ہار دی اور ھتیاروں نے
بھی ھتیار بلدوں کی دستگیری چھوڑ دی -

شعر - نوایاں کماناں لے سرماں ہار
تھکے تیر سوفار کے موں پسار

(مطلب) کمانوں نے ہار مان کر اپنے سر جھکا دیے
تیروں کے سوفاروں نے تھک کر منہ پسار دیے

شعر - اوریاں بانک داراں جھوڑے ھت تے سانگ
سلم ڈھل پڑے ڈر سوں پتلے ھو آنگ

(مطلب) خنجر اور نیزے ھاتھوں سے گر گر پڑے
سپاہی ڈر سے ایسے دبلے ھو گئے تھے کہ ھتیار
خود بخود بدن پر سے گرے پڑتے تھے

شعر - ھوے تمت علی بلد آوارہ ڈھال
ٹوٹی بھل پر پات ھوئیں جوں نڈھال

(مطلب) علی بلد اور ڈھالیں ٹوٹ کر اس طرح
رہ گئیں جیسے ٹوٹی بیل کے پتے نڈھال ھوجاتے ھیں

شعر - بسر رچ کوں رجپوت دانتوں منجھار
دھرں آے برچھیاں کوں کاڑی کے تھار

(مطلب) راجپوت بے غیرتی سے دانتوں میں تنکوں
کی بجاے برچھیاں رکھے ھوے تھے

شعر - گئے بھول قانون اپنا قدیم
نہ کچھ کام آیا عرابۂ عظیم

(مطلب) اپنا پرانا قاعدہ سب بھول گئے اور
ان کے بڑے توپ خانے کچھ بھی کام نہ آے

مغل فوج کو شکست ھوئی اور جب وہ میدان
چھوڑ بھاگ نکلی تو شاعر نے ایک نیا سماں دکھایا ھے۔
میدان جنگ میں ایک بڑا جشن ھوتا ھے یعنی بڑی

ضیافت درندوں اور جانوروں کی ہوتی ہے۔ اس موقع پر شاعر نے بڑی جدت سے کام لیا ہے - میدان جنگ جو خون سے بھرا ہوا تھا درندوں کی مسند اور فرش بنا۔ شیر بڑے رعب داب اور شان و شوکت سے درندوں کی فوج لے کر آتا ہے اور تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے - اس کے بعد شاعر نے ہر درندے کی خصوصیت اور اس کے لباس وغیرہ کی کیفیت بڑے مزے سے بیان کی ہے - مثلاً بادشاہ (شیر) کے کرسی نشین ہوتے ہی ریچھ اپنی خاکی (دھنویں کے رنگ کی) وردی پہن کر چوبداروں کی طرح آکھڑے ہوئے - پلنگ اور چیتے اپنی اپنی خوشنما بول بوٹوں کی پوشاک پہن کر آئے - بھیڑیے صوف کے چل قد زیر بر کیے ہوئے تھے - خارپشت ترکش لگائے آیا - لومڑی خوب بن سنور کر آئی اور اپنی چوٹی کی دم کو پھندنے سے آراستہ کیے ہوئے تھی - سیہ گوش کلاہ پہنے اور صوف پوش نظر آتے تھے - خدا ترس ترس (چرخ) ہڈیاں ڈھونڈتے ہوئے تشریف لائے - جب سب جمع ہوگئے تو نقیبان شغال نے صلائے دعوت دی اور اب کوے، کتے، چیلیں، گدیں وغیرہ بھی حاضر ہوگئے - میدان جنگ جو مغل فوج کی لاشوں سے سفرۂ عام بنا ہوا تھا، اس پر وہ سب ٹوٹ پڑے - شاعر نے اس مقام پر اُن کی کلیلوں اور خوش فعلیوں کی بھی تصویر کھینچی ہے اور یہ بھی دکھایا ہے کہ کون کیا کیا کھاتا اور کس کس

طرح سے کہاتا ہے - جب گوشت اور ہڈیاں بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر اور خون پی پی کر بد مست ہوئے تو گانے بجانے اور رقص و سرود کی سوجھی - سروں کے کانسوں کے طنبورے بنائے اور ان پر رودوں کے تانت باندھے - اونٹ کی پسلیوں سے کمانچے تیار کیے' غرض اس طرح بہت سے ساز بنا لیے - کووں نے اپنی خوش آوازی سے اور گیدڑوں نے اپنی الاپ سے محفل کو خوب رجھایا - ناچ کے لیے بھتنیاں آتی ہیں - اپنے کپڑے اتار کر نیا لباس اور زیور پہنا - پھیپھڑوں کی چلوپاں بنائیں' جھلڈوں کے کھڑے کھول کرتہ بند بنائے - ہاتھی دانت کے کڑے اور اور ناخنوں کی چوڑیاں بنائیں - گج موتی چن چن کر گلے میں پہنے - خون کا غازہ منہ پر ملا - پاکھروں سے آنکھے نکال کر آرسیاں بنائیں - بہادروں کے طرے سروں پر لگائے اور ان کی مالائیں گلوں میں پہنیں - القصہ اس طرح آراستہ ہوکر انہوں نے اپنے رقص کا کمال دکھایا ہے - کیا خوب شعر کہا ہے —

سراپا اگن ہو بھڑکتی چلی
ادک بیجلیاں تے کڑکتی چلی

پہلے وہ سر سے پانو تک آگ ہو کر بھڑک رہی تھی اور بجلیوں سے بھی زیادہ کڑکتی ہوی چلی —

اس رقص کو دیکھ کر تمام جانور اور درندے بیخود ہو گئے - ریچھ مستی سے آپے سے باہر ہو گیا اور حال میں

آکر ہر تال پر قدم چومنے لگا - چھکے کے ہوش جاتے رہے -
لومڑیوں کے ہنسی کے مارے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے -
بھر نے ناچنے والوں پر (لاشوں کی) آنکھوں کے گوھر
نثار کیے - کتوں نے انتڑیوں کے ھار ان کے گلے میں
ڈالے - گیدڑوں نے چربیوں کی شالیں اُڑھائیں - شیر
نے خوش ہوکر سرخ مخمل کی مسند انعام میں
بخش دی - جب جشن قریب ختم ہوا تو سب نے
بادشاہ (علی عادل شاہ) کے اقبال و دولت کے
گیت گائے —

یہ بیان بہت لطف اور جدت آمیز ہے اور اس
سے نصرتی کی ظرافت اور بیان کی خوش اسلوبی
ظاہر ہوتی ہے - رزم میں اس نے جا بجا بزم کا لطف
دکھایا ہے اور سارا بیان بہت ہی ظرافت آمیز ہے -

اس فتح کی خبر نہلے ملک کے ذریعے سے بادشاہ
کے پاس بھیجی جاتی ہے - وہ وزرا کا نامہ لے کر جاتا
ہے اور زبانی بھی حالات عرض کرتا ہے - یہ نامہ دربار
میں پنڈت دھرساجی پڑھ کر سناتا ہے - اس پر بہت
خوشیاں منائی جاتی ہیں اور جشن کیا جاتا ہے - اور
خاص خاص لوگوں یعنی شاہ ابراھیم خلف شاہ ملنجلے '
علی رضا وغیرہ کو خلعت سے سرافراز کیا گیا —

اس کے بعد کے باب میں مغلیہ فوج کی بے سروسامانی '
تنگی ' اور بددلی اور چے سنگھہ کی پریشانی کا نقشہ

کھپلچا ہے - ہر طرف سے رستے بند ہیں اور رسد کے نہ پہنچنے سے سب بددل اور پریشان ہیں —

لیا کونڈ چوندھرتے فوجاں مسند
ہوا باٹ تے باؤ آنے کوں بند

یعنی فوجوں نے چاروں طرف سے رستے اس سختی سے بند کر رکھے تھے کہ اس رستے سے ہوا تک نہیں آسکتی تھی —

اس بیان میں نصرتی نے سپاہیوں' بھیر بکاہ' گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کی شکستہ حالی پر خوب خوب پھبتیاں کہی ہیں —

اس پریشان حالی میں جے سنگھہ کو یہ خوش خبری پہنچتی ہے کہ رسد کا بہت بڑا سامان آرہا ہے اور ہزاروں اونٹ' گدھے اور بیل لدے چلے آرہے ہیں - اس رسد کا پہنچانے والا صلابت خان (دہلوی) تھا -

سکندر کنر تھا اول نانوں جس
خطاب آج خان صلابت ہے تس

یعنی پہلے اس کا نام سکندر تھا اور اب صلابت خان کے خطاب سے مشہور ہے —

شرزہ خاں کے جاسوس ہر طرف لگے ہوئے تھے
پھریا جا بجا جیوں ہے جگ میں پون
پھریں تس کے جاسوس یوں ہر رخن

یعنی جس طرح دنیا میں ہوا جا بجا پھرتی ہے

اسی طرح اس کے جاسوس ہر گوشے میں پھرتے تھے۔
جب شرزہ خاں نے یہ کیفیت سنی تو وہ فوج لے یلغار کرتا ہوا دشمن کے سر پر جا پہنچا۔ دشمن کے ہاتھ پانو پھول گئے۔

شعر۔ پڑی آئی کر فوج عادل سوای
ہوی سارے لشکر میں چوندھر اوای
(مطلب) سارے لشکر میں دھائی مچ گئی
کہ عادل شاہ کی فوج آ پہنچی

شعر۔ پڑیا غلبلا ہو کہ یک بات میں
ملقاسا یکس سر کا یک ہات میں
(مطلب) بات کی بات میں ایسی افراتفری پڑی کہ
ایک کی پگڑی دوسرے کے ہاتھ میں تھی

شعر۔ ترنگاں پہ اُلٹے کیتک زین بہاے
لگاماں بسر سوں میں دمچیاں لگاے
(مطلب) گھبراہٹ میں بہت سوں نے گھوڑوں پر الٹی زینیں
باندھ دیں اور لگاموں کی جگہ دمچیاں منہ میں لگا دیں

شعر۔ نہ فرصت کمر باند لے پاے کوں
نہ ہتیار لے ساند لے پاے کوں
(مطلب) نہ کسی کو کمر باندھنے کی فرصت ملی اور
نہ ہتیار باندھنے کا موقع ملا۔

غرض بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور دونوں

طرف کے بہادروں نے داد شجاعت دی - اس لڑائی کا حال نصرتی نے بہت طویل لکھا ہے - دو ایک مقالات سے چند چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - نچھل دھوپ میں سلکہ کھڑگاں کی تاب
ہوا موج زن ہو کہ دریا سراب

(مطلب) روشن دھوپ سے تلواروں کی چمک نے مل کر یہ کیفیت پیدا کی گویا سراب کا دریا لہریں مار رہا ہے -

---

شعر - ہوا کا پھریا عکس کھڑگاں تے روپ
مگر کسوت ابرک لیے پدن دھوپ

(مطلب) تلواروں کی چمک کا عکس جو ہوا پر پڑا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دھوپ نے ابرک کا لباس پہن رکھا ہے

شعر - ترنگاں کے تل تے دھولا راں اوٹھیا
ھکاتاں کے ہر دم تے بارا چھوٹیا

(مطلب) گھوڑوں کے نیچے سے گرد و غبار اٹھا اور پیہم نعروں کی آواز سے ایک آندھی آئی

شعر - گگن کی اگیٹھی پہ جا پڑ کہ گرد
کری داب انگارے کوں سورج کے سرد

(مطلب) آسمان کی انگیٹھی پر اتنی گرد جا کر پڑی کہ سورج کا انگارا دب کر ٹھنڈا پڑ گیا -

لڑائی کا سماں دیکھیے —

شعر - دونوں صف کے میانے ہوا دھم ہوا
ادک دیکھ غوغا فلک گم ہوا

(مطلب) دونوں صفوں کے درمیان بڑا تہلکہ پڑا
کثرت شور و غوغا سے فلک کے کان بہرے ہوگئے -

شعر - قلوایاں کے جھینٹ و زنبوریاں کوں دات
نپٹ دم نکلتا رہیا موں کی بات

(مطلب) گولوں اور توپوں کے ہجوم کی وجہ سے
منہ کے رستے صرف دم نکلنا باقی تھا -

شعر - دسے عکس جوشن تے ابلق ہوا
فرنگاں کے پرتو تے ہوئی شق ہوا

(مطلب) جوشن کے عکس سے ہوا ابلق اھو آتی تھی
اور تلواروں کے پرتو سے ہوا شق ہوگئی -

شعر - برسنے لگے ملکہ ات تیر و تیغ
رگت کا چ برسات ہو برق و میغ

(مطلب) تیر و تیغ ' برق و بادل
بن کر خون کی بارش برسانے لگے -

شعر - ہر یک تیغ تے آگ جھڑ بے شمار
سلاحاں ہوے لعل جلبل انگار

(مطلب) ہر ایک تلوار سے بے شمار آگ جھڑنے لگی
اور ہتیار جل بل کے لال انگارے ہو گئے

شعر۔ لیے آگ چلگیاں تے بھالیاں کے بانس
جلیں تھر دستے ہو پولیاں کی گھانس
(مطلب) بھالوں کے بانسوں میں چنگاریوں سے آگ لگ اٹھی
اور تیر گھاس کے پولوں کی طرح جل رہے تھے

شعر۔ ہوا پر کھڑے ڈونگراں ہو کہ دھول
شراریاں کے ڈکھہ لہو کی چھٹکاں سوں پھول
(مطلب) پہاڑ ہوا پر دھول بن کے کھڑے تھے،
شراروں کے رکھا لہو کی چھینٹوں سے پھول بن گئے تھے

شعر۔ رگت بھوئیں پہ جم جا ہوا پر دھواں
زمیاں ہویاں آٹھہ دس آسماں
(مطلب) خون زمین پر جم گیا اور دھواں ہوا پر،
اس سے زمینیں آٹھہ ہوگئی تھیں اور آسمان دس۔

چند اشعار کے بعد تیغ کی دورنگی کو کیا خوب بیان کیا ہے —

شعر۔ جو ہے تیغ میں آب و آتش نہاں
دونوں کی بی صورت ہوئی تب عیاں
(مطلب) تیغ میں آب و آتش کی جو دونوں خاصیتیں
پوشیدہ ہیں وہ اب ظاہر ہوئیں

شعر - کریں وار تو تب جھڑے آگ دات
ڈبے جھو پانی لے کرنے موں کات
(مطلب) وار کرنے میں اس سے آگ جھڑتی ہے اور آب کی
کاٹ سے جانیں ڈوب جاتی ہیں۔

تلوار ہی کے متعلق پھر لکھتا ہے —

شعر - فرنگ اژدھا ہو دم آتشیں
چھٹکنے لگیا اگ دندیاں پر یقیں
(مطلب) تلوار اژدھا ہو کر اپنے دم آتشیں سے
دشمنوں پر آگ برسانے لگی۔

شعر - برسنے وجوداں پہ کھڑگاں کا آب
رگاں تے اراں بہ چلیا خون ناب
(مطلب) تلواروں کا پانی جب غنیم پر برسنے لگا تو
ان کی رگوں سے خون ناب کی لہریں چلنے لگیں

شعر - لگے دینے سلمکہ ہو شمشیر و تیر
سوالاں جواباں یکس یک توں پھیر
(مطلب) تلوار اور تیر ایک دوسرے کے روبرو ہو کر
ایک ایک کے سوال کا جواب دینے لگے۔

اس خونخوار جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی کی
فوج کو شکست ہوئی اور صلابت خاں میدان جنگ
میں قتل ہوا - یہ سن کر جے سنگھ کے دل پر جو
بنی وہ نصرتی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے —

شعر - سونیا سوچ یو بات بیٹھی کمر
گئی موں کھٹتا ھو کہ انھوں اتر

(مطلب) یہ سنتے ھی اس کی کمر ٹوٹ گئی، انیوں کا نشہ اُتر گیا اور منہ سیٹھا ھوگیا

شعر - چھپیا روز روشن اندھارا پڑیا
فلک ٹٹ کہ جھوں سر پہ سارا پڑیا

(مطلب) روز روشن چھپ گیا اور اندھیرا چھا گیا اور اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا

شعر - رین دل میں ھو چک تے تارے ٹوٹے
سلگ آگ انجو تھار انگارے ٹوٹے

(مطلب) دل میں رات چھا گئی، آنکھوں سے تارے ٹوٹ کے گرے اور بجائے آنسوؤں کے انگارے گرنے لگے۔

شعر - ھوا حال جھوں رکھ کے توڑے پہ بیخ
طلاباں سٹے سب اوکھاڑے پہ میخ

(مطلب) اس کا حال اُس درخت کا سا ھوگیا جس کی جڑ اُکھڑ گئی ھو یا اُن طنابوں کا سا جن کی میخیں اُکھڑ جائیں

شعر - نہ ڈیرا کھڑا رہ سکے پانو گاڑ
نہ قائم رھوے نول اپس لے کہ جھاڑ

(مطلب) ایسی حالت میں ڈیرا کھڑا رہ سکتا ھے اور نہ درخت اپنے آپ کو قائم رکھ سکتا ھے۔

اس جنگ میں نصرتی نے شرزہ خاں کے نوجوان بیٹے مخدوم شاہ کا بھی ذکر کیا ہے جو میدان جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا ۔

مغلوں اور بیجاپوریوں کی جنگ میں اب ایک نیا واقعہ پیش آتا ہے ۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ نے سلطان علی عادل شاہ ثانی کو خط لکھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ راجہ (جے سنگھ) آپ کی قلمرو میں گھس آیا ہے اور شرارت و فساد اور ناسزاوار حرکتیں کر رہا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی مدد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں ۔ علی عادل شاہ نے اس مدد کو قبول کیا ۔ چنانچہ جواب پہنچتے ہی گولکنڈہ سے نیکنام خاں کی سرکردگی میں قطب شاہی لشکر روانہ ہوا ۔ جب بیجاپور کے قریب پہنچا تو وزیر سلطنت عبدالمحمد ممتاز سرداروں اور چیدہ سپاہ کے ساتھ استقبال کے لیے چلا ۔ قطب شاہی اور عادل شاہی لشکر باہم ملتے ہیں اور ہر دو لشکر کے سردار ملاقات کرتے ہیں ۔ عبدالمحمد نے بادشاہ کی طرف سے نیک نام خاں اور دوسرے سرداروں کو خلعت ہائے فاخرہ دیے ۔ دونوں لشکر مل کر بلدۂ بیجاپور کی طرف چلے ۔ سلطان نے علی برج سے ان کا نظارہ کیا اور سلامی لی ۔ اس کے بعد بادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ نیک نام خاں کو بارگاہ سلطانی میں حاضر کرے ۔ چنانچہ نیک نام خاں

اور اس کے ساتھہ کے سرداروں نے حضوری کی عزت حاصل کی اور شاهی نوازشوں اور خلعتوں سے سرفراز هوے -

نصرتی نے اس واقعه کو بڑے دهوم دهام سے بیان کیا هے —

اب دونوں لشکر متحد هو کر چے سنگهه پر دو طرف سے حمله کرتے هیں اور اسے پائمال کرنے پر تلے هوے هیں - چے سنگهه کی حالت بڑے خطرے میں هے —

نصرتی نے اس باب کی تمہید طلوع آفتاب اور صبح کے ظهور سے شروع کی هے جو بہت دلکش شاعرانه انداز میں هے - (اسے میں کسی دوسرے موقع پر نقل کروں گا) - بادشاہ تخت پر جلوہ افروز هوتا هے' تمام وزیران مملکت و سرداران لشکر حاضر هوتے هیں - بادشاہ مخاطب هوکر اُن کو لڑنے مرنے' شجاعت اور جان نثاری دکھانے اور غنیم کی فوج کو تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دیتا هے - وہ وفاداری اور جان نثاری کا ادعا کرتے هیں اور دشمن کو شکست دینے اور ملک سے نکال دینے پر کمر همت باندهتے هیں - اس کے بعد شاعر دونوں فوجوں کے کوچ کی شان دکھاتا هے - مگر اس کے ساتھہ هی وہ مغلوں کی فوج اور شجاع سپاهیوں کی شکل و صورت اور بہادری کا نقشه بهی کهینچتا هے - مثلاً لکھتا هے —

کہ ہر مرد جیوں کوہ البرز ہے
تیر کس کے ہت کس کے جم گرز ہے

کتیاں کا تو تیر و کماں اصل ساز
کمنداز کرئی نیزہ کوئی تیغ باز

دھر نہار ہر مرد کو نہ امید
دل رستم و جسم دیو سفید

نہ آتش کدہ تے شکم آن کے کم
جو مٹکوۃ میں پڑیا سو کیا ہو بھسم

شراب ان کوں یک مشک تھوڑا دسے
سبھی نقل دنبے کا جوڑا دسے

تراش اپنی داڑی مچھیاں دے کہ چھوڑ
کریں سوں بچھو ڈانک تانی سوں توڑ

کماں آپکڑنے کے سکتا ہے فن
اپلو پاس تے ارجن ولچھمن

تو کا ہے جلن تیر انگے تیر تخش
جلن جانگ کن کرہ رستم کا رخش

کریں گر کشش رستمی لے کماں
رگ و پے تو ٹیں کر کریں استخواں

یہ در پردہ اپنی بہادری کی تعریف ہے جو ایسے بہادروں کو شکست دیتا ہے —

یہ بہت سخت لڑائی تھی اور حقیقت میں چے سلگھہ کو بڑی مشکل پڑ گئی تھی۔ نصرتی نے بھی اس کا بیان

بڑی شان سے لکھا ہے - اگرچہ نصرتی اور عادل شاہی مورخوں نے اپنی فتح لکھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی شدید جنگ ہوئی دونوں طرف کے لشکروں نے داد مردانگی دی' آخر میں چے سلگھہ کی فوج نے دکھنی لشکر کو مار کر بھگا دیا - مگر اس میں چے سنگھہ کی بھی کوئی نمایاں فتح نہیں پائی جاتی ہے پہلے دشمن کو ہٹا کر بھگا تو دیا مگر اس سے اُسے کچھہ حاصل نہ ہوا —

نصرتی مغلوں کی نامردی اور دکھنیوں کی بہادری کو اس طرح بیان کرتا ہے —

شعر - مغل کی ہے تلوار دکھنیاں پہ یوں
تبر سامنے چھونکہ انگلی کے نہنوں

(مطلب) مغلوں کی تلوار دکھنیوں کے سامنے ایسی ہے
جیسے تبر کے سامنے انگلی کا ناخن -

شعر - لگت دس ہتوڑیاں کھڑی کر سونار
ادک دس تے ہوے یک جو مارے لوہار

(مطلب) سنار تان تان کر دس ہتوڑیاں مارتا ہے لیکن
لوہار کی ایک چوٹ اُس کی دس سے بڑھ جاتی ہے -

اگرچہ نصرتی نے فتح دکھنیوں ہی کی لکھی ہے لیکن اس جنگ کی شدت اور دکھنی فوج کی ہپتا کا اُس نے بھی اعتراف کیا ہے - چنانچہ لکھتا ہے کہ جب چے سنگھہ

کی فوج نے زور سے حملہ کیا اور میدان جنگ میں قیامت برپا کر دی تو دکھنیوں کے اوسان خطا ہوگئے۔

بہت آپڑی اہل اسلام پر
کھڑی فکر ادک خاص ہور عام پر

کتھن حال پا خان شرزا نوی
کر اپنی کھڑگ کو عصا موسوی

جے سنگھ کی فوج میں جادو راؤ اور کیسری سنگھ کا اور عادل شاہی فوج میں شرزہ خاں، خواص خاں، بہلول خاں اور عبدالمحمد کا خاص طور پر ذکر کیا ہے —

بہر حال نصرتی اور عادل شاہی مورخوں کے بیان کے موافق دکھنیوں کی فتح ہوئی - آخر میں میدان جنگ میں درندوں کے آنے اور لاشوں کے کھانے کا تماشا دکھایا ہے —

اس کے بعد ایک اور لڑائی ہوتی ہے - بہلول خاں، شرزہ خاں، خواص خاں فوجیں لے کر جاتے ہیں - بہلول خاں ایک طرف لڑ رہے تھے اور شرزہ خاں اور خواص خاں دوسری طرف - ان دونوں کے مد نظر غنیم کے خاصے کی فوج تھی —

ولے خان شرزا و خان خواص
نظر میں رکھے فوج خاصے کی خاص

دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے انتظار میں تھے - یہ چاہتے تھے کہ غنیم بڑھ کر میدان میں آ ئے

اور وہ اس کے منتظر تھے کہ دکھنی آگے آکر حملہ کریں - غرض اس انتظار انتظار میں شام ہو گئی تو شرزہ خاں اور خواص خاں نا چار اپنے ڈیروں کو واپس چلے - دونوں ساتھ ساتھ جا رہے تھے - جہاں جہاں میدان ہموار آتا یہ دونوں برابر برابر رہتے اور جہاں نشیب و فراز اور درخت آجاتے وہاں ایک دوسرے سے اوجھل ہو جاتے - ایک ایسے ہی موقع پر جب خواص خاں اپنے لشکر کے ساتھ ایک طرف چلا گیا اور شرزہ خاں دوسری سمت تو اتفاق سے لشکر غنیم کی ایک جماعت ادھر سے گزر رہی تھی - شرزہ خاں کے بھتیجے سید حبیب کی نظر اُن پر پڑی - اگرچہ خورد سال تھا لیکن بہادری اور شجاعت میں کسی سے کم نہ تھا ' بے کھٹے سلے جھٹ اُن پر جا پڑا اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے لگا - شرزہ خاں نے جو نعرۂ جنگ کی آواز سنی تو گھوڑا جھپٹا کر پہنچا - دونوں نے لڑ بھڑ کر اس جماعت کو بھگا دیا - دونوں خوشی خوشی پھر اپنے ڈیروں کی طرف روانہ ہوے - تھوڑی دور چلے تھے کہ یک بیک شرزہ خاں اپنے گھوڑے سے گر کر زمین پر آ پڑا - دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی —

شعر - شجاعت کے تب گھر میں ماتم ہوا
جنم میں بڑا جس پہ یے غم ہوا

(مطلب) اس سے شجاعت کے گھر میں ماتم بپا ہوا - اس پر کبھی ایسی آفت نہیں آئی تھی -

شعر - کھڑگ میان کے بوتھہ کونے ملیں
گلوانے لگیا آب رونے ملیں
(مطلب) تلوار میان کے کونے میں بیٹھ
رو رو کر اپنی آب گنوانے لگی

شعر - زرہ کے پڑے دل پہ گئی دکھہ کے چھید
کیا رو کہ جوشن نے دیدے سفید
(مطلب) زرہ کے دل میں دکھ سے چھید پڑ گئے اور جوشن
کی آنکھیں روتے روتے سفید ہو گئیں -

شعر - ترنگاں کو پیدا ہوا عذر لنگ
پکڑنے ملگے نعل سیاہاں میں زنگ
(مطلب) گھوڑوں کو عذر لنگ پیدا ہوا
اور نعلوں کے سینوں پر زنگ لگ گیا -

شعر - رہیا موں میں عالم کے ہو تلخ آب
لگے زہر چاکھے تو کرئی شہد ناب
(مطلب) اہل دنیا کے منہ میں پانی کڑوا معلوم ہونے لگا
اور خالص شہد زہر لگنے لگا -

اسی رنگ میں اور چند شعر خان مرحوم کے ماتم میں لکھے ہیں - لیکن ان سب میں تصنع اور آورد پائی جاتی ہے - خصوصاً "ترنگاں کو پیدا ہوا عذر لنگ" بہت ہی بے محل اور مبتذل ہے —

علی عادل شاہ کو جب اس حادثے کی خبر پہنچی تو بہت افسوس ہوا اور اُسی وقت خان مرحوم کے دونوں بیٹوں (سید مخدوم و سید حبیب) کو خطاب شرزہ خانی اور منصب و دولت سے سر افراز کیا —

اس کے بعد آخری جنگ کا بیان ہے جس میں بہلول خاں اور شرزہ خاں کے دونوں بیٹوں نے بڑی بہادری دکھائی - اس جنگ کی کیفیت بھی ویسی ہی ہے جیسے اس سے پہلے کی لڑائیوں میں بیان ہو چکی ہے - فوج کے کوچ کے متعلق لکھتا ہے :

چڑیا ہم سوں جھگڑے کے لیئے میں باؤ
ترنگاں میں تیزی سواراں میں تاؤ

گرجتیں و بجتیں نقارے و بھیر
گرجنے لگے مست ہو نرہ شیر

فلک پر صدا تے ہوا کاچ باچ
زمیں پائی خوش نقش نعلاں کی تاچ

رنگا رنگ ڈھالاں دیکھت اہل ہوش
کہے آج ہوئی ہے ہوا دلق پوش

پھر لڑائی کا ذکر اسی زور شور سے ہے اور غنیم کی شکست پر خاتمہ ہے - نصرتی اور عادل شاہی مورخوں کا بیان ہے کہ اس ہزیمت کے بعد چے سلگھہ نے مقابلے کی ہمت نہ کی اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا —

چلے کھا کے اوس دن تو ایسی شکست
لگے ملک دھلی تلک یک وو رست

نہ آب اون کوں میداں میں پھلے دیے
سراب اون پہ جملا کا پانی کیے

مغلوں سے یہ لڑائی علی عادل شاہ ثانی کے عہد کی آخری جنگ تھی - اس کے بعد ھی علی عادل شاہ کا انتقال ھوگیا - یہ لڑائی سنہ ۱۰۷۹ میں ھوئی اور علی عادل شاہ کی وفات سنہ ۱۰۷۸ میں -

آخری باب میں جو کتاب کا خاتمہ ھے بادشاہ کی مدح اور علی نامہ کا ذکر خیر ھے - باب کے عنوان کا شعر یہ ھے :

صفت شعر علی نامہ و خوش ختم کتاب
مدح عادل کا کہ ھے جس پہ عطا جس یو نول

اس کے بعد بادشاہ کی مدح میں دو شعر لکھنے کے بعد لکھتا ھے کہ :

فلک پر نوا کام جیوں خواب ھے
نر ھے یاد جو نقش بر آب ھے

ھنر مند ھوتا ھے تا یے نظہر
کرے نقش کوں اُس پتھر پر کی کہر

(کیسا ھی نیا کام ھو وہ مثل خواب کے ھے - جو بات یاد نر ھے (محفوظ نر ھے) وہ نقش بر آب ھے - مگر جب کوئی باکمال ھنر مند آتا ھے تو اُسے پتھر

کی لکیر بنا دیتا ہے) —

روش ہے کہ گرچہ طبائع کا رکھہ
کریں بارور دیکھہ شاھانچ سکھہ

ولے تا ابد اس کے پھل کا سواد
دیوے ان کے جھلے کی خوبی کی داد

(اگرچہ یہ عام قاعدہ ہے کہ طبیعت کا شجر بادشاھوں سے آسائش پا کر بار آور ھوتا ہے لیکن اس کے پھل کا مزہ ابد تک رھتا ہے اور ھمیشہ ان کی زندگی کے کاموں کی داد ملتی رھتی ھے) —

اُسی بختور کے ھیں طالع دوگن
کہ صاحب سخن کوں ملگیا سب تے چن

سخن ور نہ ملتا ہے بختوں کے باج
ملیا جس سو پایا ابد لگ رواج

(اُسی صاحب نصیب (بادشاہ) کے طالع بڑے ھیں جس نے سب لوگوں میں سے صاحب سخن کو انتخاب کیا یعنے جس نے شاعر کو اپنا منظور نظر بنایا - ورنہ سخن نصیبوں سے ملتا ہے اور جسے ملا اُس کا نام ابد تک قائم رھا) —

بزرگی تو ہے جان ھور جسم کی
بڑائی ہن استے ادک اسم کی

سخن ور تے رہ گئے زمانے میں یاد
فریدوں کیا نہیں تو کیا کیقباد

صفت کر گیا گر سخن آفریں
اجھوں لگ ہے رستم پہ نت آفریں

(یو تو بزرگی جسم و جان سے ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر بزرگی نام کی ہے۔ فریدوں اور کیقباد کے کارنمایاں سخنور کی بدولت زمانے میں یادگار رہ گئے۔ یہ سخنور کی ہی تعریف کا طفیل ہے کہ اب تک رستم پر ہمیشہ آفریں کی جاتی ہے)۔

اس کے بعد کہتا ہے کہ اس جنگ نامے میں میں نے ہر ایک کے کام کی داد دی اور ان کی محنت و مشقت کو سراہا ہے اور جن جن کا نام میں نے لکھ دیا ہے وہ دنیا میں ابد تک مقبول و معزز رہیں گے۔

لیا نانوں جس بختور کا نواز
رہیا تا ابد جگ میں وو سرفراز

معزز جو تھے لوگ شہ کے پسند
کرم ہور عنایت سوں اقبال مند

ارسی نامداراں میں میں تھاڑوں تھانوں
لیا ہوں کیتک نیک بختاں کے ناوں

بہوت تھار تجویز سوں کر تمیز
مشقت کیا کامگاراں کی چیز

پھر چند شعر اس تاریخ کی تحریر کے متعلق لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اکثر بڑے کام نہیں چھپائے اور جو جو ضروری باتیں تھیں وہ سب بیان کر دیں۔

اس میں میں نے کسی کی رو رعایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ حق کو پیش نظر رکھا اور کسی کے کام کو ضائع نہیں کیا، خصوصاً شرزا خاں شہید کے نمایاں کام، جس نے بہت بڑی جاں نثاری کی۔ اس بیان کو نصرتی کے اشعار میں ملاحظہ کیجیے:

بڑے کام اکثر رکھیا نہیں نہاں
ضروری جو تھے سو کیا کر بیاں

نظر میں خدا کاچ نت حق رکھیا
رعایت تے دور اپسے مطلق رکھیا

جکچ تھا سو اکثر کہیا بے ریا
نہ ضائع کیا کام کس کا کیا

میرے شعر کے گھول امرت میں بات
دلیراں کے ناناوں کو بخشیا حیات

خصوصاً لکھیا جو یہ نامہ سعید
کہ تو خان شرزا ہوا تھا شہید

فدا تھا وو گر شہ کے نمت کام میں
نبھا کر گیا کر نکو نام میں

رہلے تا ابد پاک تس روح شاد
رکھیا تس کی کرتی کوں عالم میں یاد

اس کے بعد اِس مثنوی اور اپنے کلام کی تعریف میں چلد شعر لکھتا ہے:

شعر - عجب فن کی بولیا ہوں یہ مثنوی
کہ کئی بھانت ہے اس ہنر میں نوی

(مطلب) یہ مثنوی میں نے عجیب و غریب لکھی ہے اور
اس صنف میں یہ کئی لحاظ سے نئی ہے ۔

شعر - سلواریا ہوں کئی بزم کی انجمن
کھلا یا ہوں خوش رزم کے پھولبن

(مطلب) اس میں میں نے کئی طرح کی بزمیں آراستہ کی ہیں
اور رزم کے کئی چمن کھلائے ہیں

شعر - بھریا ہوں ہنر سوں سراسر کتاب
رکھیا ہوں نزاکت سوں سب بھر کتاب

(مطلب) یہ کتاب سراسر کمالات سے بھری ہوئی ہے
اور نزاکت سے بھرپور ہے

شعر - قصائد لڑایاں کے کئی معتبر
یکہک وقت بولیا جو تھا سر بسر

(مطلب) جنگ کے کئی بڑے بڑے قصیدے لکھے ہیں اور ان میں
وہی لکھا جو حقیقت میں واقع ہوا تھا ۔

شعر - نوی طرز کوں میں جو تزئین دیا
کیتک بر محل ووچ تضمین کیا

(مطلب) میں نے جدید طرز کو زینت دی ہے
اور اسے بر محل استعمال کیا ہے ۔

شعر- پکڑ اصل تاریخ لکھتاں کی چال
لکھیا قصہ در قصہ میں حسب حال

(مطلب) میں نے مورخین کے اصول کی پیروی میں واقعات کو حالات کے مطابق لکھا ہے۔

شعر- لڑائی کی ہر بیت یو ہے گمان
سپاہی کو تعلیم خانہ ہے جان

(مطلب) اس میں لڑائی کی ہر بیت بلا شبہ سپاہی کے لیے گھر بیٹھے تعلیم کا کام دیتی ہے۔

شعر- ملوکاں کی مجلس کا یو ساز ہے
وزیراں کوں سوندل کا انداز ہے

(مطلب) یہ بادشاہوں کی مجلس کی زینت ہے اور وزیروں کے لیے جنگ کا انداز ہے۔

شعر- نہیں کس لطافت میں یو بات کم
الٰہی اچھو پن یہ مقبول جم

(مطلب) یہ کسی خوبی میں کم نہیں، خدا کرے یہ ہمیشہ مقبول ہو۔

شعر- کہیں سب بی معشوق کا حسن و ساز
دکھایا ہوں میں دھن کا صورت میں ناز

(مطلب) کہیں میں نے معشوق کے حسن و آرائش کو دکھایا ہے اور اس کی صورت میں ناز کا نقشہ کھینچا ہے۔

شعر - طبیعت کا ہر ٹھار دکھلا کے کس
ستیا ایکے گانڈے کا رس سب بکس

(مطلب) ہر مقام پر میں نے طبیعت کا زور دکھایا ہے اور گنے کا رس لے کر باقی پھوک پھینک دیا ہے

شعر - نظر رکھ کے ہر بات کے نغز میں
لیا بھید معنیاں کے جا مغز میں

(مطلب) میں نے ہر بات کی لطافت پر نظر رکھی ہے اور معنی کے مغز میں پہنچ کر اس کے اسرار کو حاصل کیا ہے

شعر - گلاں سیتی گفتار کی بے حساب
خلاصہ لیا کاڑ یعنے گلاب

(مطلب) میں نے پھولوں کا بہت کچھ ذکر کیا ہے اور ان کا نچوڑ یعنے گلاب نکال لیا ہے -

---

شعر - خیالاں میں ات موشگافی کیا
جو باریک تھا اُس میں صافی کیا

(مطلب) خیالات میں میں نے بڑی موشگافی کی ہے اور جو بہت دقیق تھے انہیں صاف کر دیا ہے -

---

شعر - مضامین سوں جا بجا بات بول
دیکھایا سکت فیض کا حق کی کھول

(مطلب) میں نے جا بجا مضامین پیدا کیے ہیں اور فیض حق کی قدرت کو کھول کر دکھایا ہے -

---

اسی ضمن میں نصرتی نے ایک بات خوب نکالی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ محمود غزنوی نے بہت بڑی مثنوی لکھوائی لیکن خود محمود میں وہ کمالات اور جوہر نہ تھے جو دنیا کے نامور لوگوں میں ہوتے ہیں اس لیے دوسروں کی مدح لکھوانی پڑی - لیکن میرا بادشاہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے کار نمایاں لکھوانے کے لیے فرمایا اور اب مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنا ہنر ایسا دکھاؤں کہ ہر بیت پر لاکھوں خزانے ملیں - تب عجب نہیں کہ یہ دیکھ کر فردوسی کی روح شاد ہو اور اپنا غم بھول جائے —

عجب کیا کہ فردوسیء پاک زاد
اپس غم بسر اب کرے روح شاد

پھر بڑے فخر کے ساتھ اس مثنوی کو (جسے وہ شاہنامہ کے نام سے موسوم کرتا ہے) دکن کی جان کہتا ہے:

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان
کہ یو شاہنامہ دکن کا ہے جان

جن صاحبوں نے اپنی تحقیق میں اسے "شاہنامۂ دکن" لکھا ہے وہ نصرتی کے اس شعر کو نہیں سمجھے -

آخر میں خود ہی کتاب کا سنہ تصنیف بتا دیا ہے:

لکھیا شہ کا میں جس جو یو کر اوس
ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھے برس

پہلے ۱۰۷۱ ھجری —

اگرچہ نصرتی نے کئی بار کتاب کے دوران میں اس مثنوی کو " نعیم نامہ " سے موسوم کیا ہے لیکن درحقیقت اس کا نام " علی نامہ " ہی ہے - سب سے ابتدائی دو شعروں میں جو کتاب کا عنوان ہیں نیز آخری باب کے عنوان میں وہ اسے " علی نامہ " کہتا ہے —

اس میں شبہ نہیں کہ نصرتی کی یہ مثنوی نہ صرف قدیم دکھنی اردو میں بلکہ تمام اردو ادب میں اپنی نظیر نہیں رکھتی - اس پر جو اس نے بار بار فخر کیا ہے کچھ بیجا نہیں - خاتمے پر میں اس کے چند فخریہ اشعار سنا دینا چاہتا ہوں —

شعر - کیا میں بچن بیل کو یوں بڑی
بلندی سو فلک کا چ ملقوا چڑی

(مطلب) میں نے سخن کی بیل کو یہاں تک بڑھایا
کہ وہ فلک کے منقورے پر جا چڑھی -

شعر - چندر ہور ستارے رہے دیکھ بھول
مضامین معنیاں کے مجھ پھل و پھول

(مطلب) چاند اور ستارے میرے مضامین معانی
کے پھل اور پھول دیکھ کر دنگ رہ گئے -

شعر - یک یک قصہ بولیا ہوں جس ٹھارا
دکھایا ہوں مجلس وو نظراں میں لا

(مطلب) جس جس مقام پر جو جو قصہ میں نے
کہا ہے اس کی تصویر نظاروں کے سامنے کھینچ دی ہے -

شعر - سنواریا ہوں کر فہم کی حاتمی
ہر یک رزمیہ بزمیہ رستمی

(مطلب) میں نے فہم و فراست سے ہر رزم و بزم
کو بڑی شان سے سنوارا ہے -

شعر - سنے پر یو خوش طرز مردانہ قال
اُبل شوق ہوے شیر مرداں کو حال

(مطلب) اس خوش طرز مردانہ قال کے سننے پر
فرط شوق سے شیر مردوں پر حالت طاری ہوگئی -

شعر - سخن میں نہ ہوے یو کرامت جلک
کوانا نہ ہرگز سخنور تلک

(مطلب) کلام میں جب تک یہ کرامت نہو اس وقت تک
اپنے کو سخنور کہلانا سزاوار نہیں -

شعر - میری بات میں لاف نیں ہے خلاف
کہ ناداں کا ہے ہنر عین لاف

(مطلب) میری بات میں ہرگز لات نہیں ہے' لات
مارنا نادان کا ہنر ہے -

شعر - کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کہیا سو بڑے دبدبے کے سلگات

(مطلب) کلا میں نے آج اس طرز کے شعر
بڑی شان کے ساتھہ کہے ہیں

شعر - کسی کا بی نا ہات انپڑ نا ککر
رکھیا ہوں بی طاق گردوں اُپر

(مطلب) میں نے انہیں طاق گردوں پر لیجاکر رکھا ہے
جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی -

دیکھیے ذیل کے اشعار میں وہ ہندی اور فارسی
رزمیہ کا ذکر کس عنوان سے کرتا ہے —

شعر - کہیا میں تو قطع نظر لات سوں
ولے داد ہے اہل انصاف سوں

(مطلب) میں نے تو خیر لات سے قطع نظر کی ہے لیکن
اب انصاف اہل انصاف کے ہاتھہ میں ہے

شعر - کہ کیوں میں پکڑ آج بہانت ایک نوی
زبوں بات کوں کر دکھایا قوی

(مطلب) کلا کیوں میں نے آج ایک نئی طرز اختیار کی
اور ادنی بات کو اعلی کر دکھایا -

شعر - اگر کوئی معنی کوں کر وارسی
پڑے رزمیہ ہندی و فارسی

(مطلب) اگر کوئی مغز معنی کو پہنچے اور ہندی
اور فارسی رزمیہ مثنویوں کو پڑھے

شعر - اگر او ھے کامل سمج کا دھنی
تو اس یک سوں ھوے دو ھنر کا غنی

(مطلب) اور اگر وہ فہم و ذوق میں کامل ھے تو
اِسے پڑھ کر دونوں کی خوبیوں کا مزہ پاے گا -

شعر - کہ دونوں کی خوبی مجھہ انکھیاں مھں آن
خلاصہ نکالیا ھوں خوش مایہ چھان

(مطلب) دونوں کی خوبیاں میری نظر میں ھیں اور
میں نے دونوں کی خوبیوں کا عطر نکال لیا ھے -

شعر - رتن دیکھہ لیتے ھیں صاحب نظر
کہ اندھے کنے کیا رتن کیا پتھر

(مطلب) صاحب نظر جواھر کو پرکھہ لیتے ھیں
اندھے کے آگے پتھر اور جواھرات دونوں برابر ھیں -

فصاحت کے ساتھہ مضمون یا خیال کے ھونے کو لازم قرار دیتا ھے کہ اس میں کلام کا حسن ھے اور پھر کہتا ھے کہ میں نے اِس مثنوی میں دونوں کا خیال رکھا ھے -

شعر - بزرگی ھے ھندی میں اکثر سکائی
وگر نیں تو مضمون کی کا بڑائی

(مطلب) ھندی میں اکثر بزرگی سکھائی ھے اگر یہ نہیں تو مضمون کی بڑائی
کہاں رھی ' یعنے مضمون کی بلندی سے کلام ھندی کی بزرگی ھے -

شعر - فصاحت ہے گر شعر کے بن کا روپ
ولے شعر کا جیو ہے مضمون انوپ

(مطلب) اگر چہ فصاحت شعر کے چمن کا روپ ہے لیکن مضمون کی ندرت اس کی جان ہے

شعر - معزز ہے تن جیو دھرتا ہے جو
نہ بیجاں کی صورت کوں پینا ہے دھو

(مطلب) جسم وہی معزز ہے جس میں جان بھی ہے ورنہ بیجان صورت کوئی دھوکے پیے؟

شعر - اچھو کاٹ کا گر چہ پتلا سدنگ
نہ کام آدمی کے سکے کر اپلنگ

(مطلب) کاٹ کا پتلا کیسا ہی خوبصورت ہو وہ آدمی کے سے نادر کام نہیں کر سکتا -

---

شعر - کہ میں نظم نامہ لکھیا ہوں سو آج
نہ اکثر کیا بات مضموں باج

(مطلب) میں نے جو یہ نظم نامہ لکھا ہے، اس میں میں نے اکثر بغیر مضمون کے بات نہیں کی

شعر - نظر میں مری جاں دسیا کچھ بھی کام
سخن کی کیا دیکھ جھڑتی تمام

(مطلب) جہاں کہیں میں نے کوئی کام کی بات دیکھی تو سخن کا پورا جائزہ لے کر اسے ادا کیا -

---

شعر - گھڑیا هوں سلامت سوں یک یک بچن
مضامین کی صد میں اوتیا رتن
(مطلب) ایک ایک بات میں نے بڑی سلامتی سے کی هے
اور مضامین کی صد میں جواهرات ڈھونڈ کے نکالے هیں'

شعر - نکالیا هوں کے نگ طبیعت کے اوت
دیا خوب سورج کے مہرے کی جوت
(مطلب) طبیعت کے جواهر کھود کھود کے نکالے هیں اور
انہیں سورج کے مہرے کی جوت دی هے -

(۳)
تاریخ اسکندری

علی عادل شاہ ثانی کا انتقال سنہ ۱۰۸۳ ھ (۱۶۷۲ ع) میں هوا - اور اس کے ساتھہ هی بیجاپور کی شان و شوکت بھی رخصت هوگئی - اس کا بیٹا سکندر اس وقت چار سال کا تھا - تخت نشینی کی رسم ادا هوئی لیکن حکومت ناتجربہ کار اور خود غرض وزرا کے هاتھہ میں رهی - آخر آپس کی ناچاقیوں اور خود غرضیوں نے سلطنت کا خاتمہ کردیا —

علی عادل شاہ اپنی عیاشی اور بے اعتدالیوں کی بدولت ایسا بیمار پڑا کہ صحت نے جواب دیدیا اور حکیموں کی حکمت کارگر نہ هوئی - جب وہ اپنی زندگی

سے مایوس ہوگیا تو ایک روز عبدالمحمد کو بلا کر کہا کہ مجھے اب زندگی کی امید باقی نہیں رہی، سلطنت کی حالت اندیشہ ناک ہے، ایک طرف مغل سر پر کھڑے ہیں، دوسری طرف سیوا گھات میں لگا ہوا ہے؛ نہ معلوم میری آنکھ بند ہوتے ہی کیا صورت پیش آے اس لیے میری مصلحت یہ ہے کہ تم شہزادے کو تخت پر بٹھا کر کاروبار سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لے لو - اس کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ ہوگی، بادشاہت محفوظ ہو جاے گی اور میں اطمینان سے اس دنیا سے کوچ کر جاوں گا —

عبدالمحمد بارہ سال سے حکومت کا سارا کاروبار چلا رہا تھا، اس کی کاردانی اور وفاداری مانی ہوئی تھی - علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں سلطنت کے استحکام اور حفاظت میں عبدالمحمد کے تجربہ، شجاعت اور لیاقت کو بہت بڑا دخل تھا- یہی وجہ تھی کہ بادشاہ کو جو اعتماد اس پر تھا وہ کسی پر نہ تھا - لیکن عبدالمحمد کی نظردوراندیش نے دیکھ لیا تھا کہ اب دربار کا رنگ کچھ اور ہے اور بادشاہ کے مرنے کے بعد یہ رنگ اور شوخ ہو جاے گا- اس لیے اُس نے اس بار امانت کے قبول کرنے سے عذر کیا - ہر چند دیانت راو اور سلطنت کے دوسرے بہی خواہوں نے سمجھایا کہ بادشاہ کا یہ ہی منشا ہے

کہ شاہزادے کو تمہارے سپرد کرکے اپنے جیتے جی استقلال سلطنت کو دیکھہ لوں' تم کسی وسوسے کو دل میں نہ لاؤ ورنہ سارا کام درہم برہم ہو جائے گا۔ عبدالمحمد راضی نہ ہوا اور خود ہی یہ تجویز کی کہ خواص خاں شاہزادے کو تخت پر بٹھا کر دارالخلافہ اور اس کے آس پاس کے علاقے کا انتظام کرے۔ مجھے شمال مشرقی علاقہ (قلعہ شاہ درک و گلبرگہ وغیرہ) سپرد کر دیا جائے تاکہ مغلوں کی روک تھام کرتا رہوں - عبدالکریم بہلول خاں کو مغرب (یعلے مرج اور قلعہ پنالہ وغیرہ) کی طرف بھیج دیا جائے تاکہ وہ شیواجی کے مقابلے کے لیے تیار رہے - مظفر خاں کو سمت جنوب (بدنور وغیرہ) کا صوبہ دار بنا دیا جائے تاکہ جنوب کے ہندو راجاؤں پر نظر رکھے اور ہم سب خواص خاں کے احکام کی تعمیل کریں - عبدالمحمد کی یہ قرار داد بیجاپور کی تباہی کا پیش خیمہ تھی۔

خواص خاں نے اسے لطیفۂ غیبی سمجھہ کر فوراً قبول کر لیا - دونوں جانب سے قسما قسمی اور قول و قرار ہوئے کہ بادشاہ کی وفات کے دوسرے ہی روز اس پر عملدرآمد ہوگا - بادشاہ کا مرض بڑھتا گیا اور اسی کے ساتھہ اندر سازشوں کا جال پھیلتا گیا - صرف عبدالمحمد ایک شخص تھا جو اپنے قول پر ثابت قدم رہا - آخر کئی مہینے مرض الموت کی صعوبت جھیلنے کے

بعد ۱۳ شعبان ۱۰۸۳ھ کو بادشاہ نے انتقال کیا۔ خواص خاں نے شاہزادہ سکندر کو تخت پر بٹھایا اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ دوسرے روز عبدالمحمد نے پیغام بھیجا کہ باہم جو قول و قرار ہوا تھا اب اس پر عمل ہونا چاہیے۔ خواص خاں نے کہلا بھیجا کہ بادشاہ بچہ ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ شاہی قلعے تم لوگوں کے حوالہ کردوں۔ عبدالمحمد اس بد عہدی کو دیکھ کر بہت دل شکستہ ہوا اور آخر بالکل قطع تعلق کر لیا۔ یہ سلطنت بیجاپور کی بد نصیبی تھی —

"غرض بادشاہ کی خورد سالی اور کم حوصلہ لوگوں کی صاحب اختیاری نے ارکان سلطنت میں تزلزل پیدا کر دیا اور شیرازۂ انتظام درہم برہم ہو گیا۔ اطراف و جوانب کے قابو جو جو تاک میں بیٹھے تھے، اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہر طرف شور و فتنہ بپا ہو گیا۔ سب سے اول بغلی دشمن شیواجی بھونسلہ نے جو علی عادل شاہ ثانی کے آخر زمانے میں بعض شاہی قلعوں اور علاقوں اور بعض مغلیہ اضلاع پر قابض ہو گیا تھا، سر اٹھایا"۔ اب جو اسے معلوم ہوا کہ اُن ارکان سلطنت میں سے جن پر قوام مملکت کا دار و مدار تھا، کوئی نہیں رہا تو اس نے دست درازی شروع کی۔ پہلے قلعہ پنالہ پر تصرف کیا اور بعد ازاں عادل شاہی مملکت کی تسخیر

کے لیے ہر طرف لشکر روانہ کیے —

خواص خاں نے جب یہ دیکھا تو عبدالکریم بہلول خاں کو اس کے مقابلے پر بھیجا - جب وہ امرانی کے قریب پہنچا تو شیواجی کے لشکر نے اس پر حملہ کیا اور قتل و خونریزی کا ہنگامہ بپا کر دیا - بہلول خاں بڑی ثابت قدمی اور پامردی سے مقابلہ کرتا رہا اور باوجودیکہ اس کی فوج کم تھی اور غنیم کا لشکر بہت زیادہ تھا، صبح سے شام تک بڑی بہادری سے مصروف پیکار رہا - دونوں طرف بہت سے مقتول و مجروح ہوے - آخر شیواجی کا لشکر منتشر ہو گیا - بہلول خاں نے اسے غنیمت سمجھ کر تیکوتہ کی طرف کوچ کیا - جب بیجاپور سے تازہ مدد پہنچی تو وہاں سے کوچ کر کے دشمن پر حملہ کیا اور شیواجی کے لشکر کو شکست دی - شیواجی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس کے غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور اپنے سرداروں کو سخت ملامت اور سرزنش کی - اسی جنگ کا حال نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں لکھا ہے —

جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے دنیا میں اس مثنوی کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو میرے کتب خانے میں ہے - نام اس کا تاریخ اسکندری ہے جو خود نصرتی نے اپنے ایک شعر میں بتا دیا ہے —

کہلہار یو تاریخ اسکندری
لگے جس کی گفتاریوں سرسری

سنہ تالیف ۱۰۸۳ ھ ہے جو نصرتی کے اس مصرع سے ظاہر ہے —

سہس ہور اسی پر جو تھے تین سال

نصرتی کی یہ مثنوی گلشن عشق اور علی نامہ کے مقابلے میں بہت ہی مختصر ہے - یعنی اس میں صرف ۵۵۴ شعر ہیں - کلام میں وہ زور اور شگفتگی بھی نہیں جو اُس کی دوسری مثنویوں میں پائی جاتی ہے - یہ نصرتی کا آخری کلام ہے اور اُس کے اور بیجاپور کے انحطاط کا زمانہ ہے - نہ اگلی سی شان و شوکت تھی نہ پہلے بادشاہوں کا سا جاہ و جلال تھا اور نہ اُن کے سے پر عظمت کار نامے تھے' اس ایسے شاعر کی طبیعت کو ابھارنے والی کوئی بات نہ تھی - بہلول خاں کی فتح' نصرتی نے جس کے گن گاے ہیں' برا ے نام فتح تھی - اس کے بعد ھی نفاق و مخالفت کی گرم بازاری شروع ہوگئی اور سلطنت بیجاپور کے اقبال کا ستارہ گہنا نے لگا -

اس کتاب کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں کیا' البتہ میرزا ابراہیم زبیری صاحب بساتین السلاطین نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے - " ملک الشعرا میاں نصرتی در تاریخ اسکندری کہ بزبان ہندی منظومہ

پرداختہ است کہ بجنگ امران مشہور گشتہ است داد تہور و شجاعت عبدالکریم خاں و سخنوری فصاحت و بلاغت خویش آنچناں دادہ است کہ سخندانان انصاف کیش و ہنر شناسان معانی اندیش گوہر ہائے تحسین و لآلی آفریں بر آں نثار می کنند" —

اب ہم اصل مثنوی کی طرف رجوع کرتے ہیں —

ابتدا حمد سے کی ہے اور اس کے دو ہی شعر لکھے ہیں لیکن جیسا کہ نصرتی کا دستور ہے کہ وہ حمد بھی مضمون مثنوی کی مناسبت سے لکھتا ہے' یہاں بھی ان دو ہی شعروں میں اُس نے اُس زمانے کی خفیف سی جھلک دکھا دی ہے —

سرانا جتا سو خدا کوں سرے
کہ وہ عین حکمت ہے جوں اُن کرے
جو اچھتا سرج دن کوں نت بر قرار
تو کیوں نس کوں آتا چند ر پر مدار

(یعنے خدا کی جتنی حمد و ثنا کی جائے اس کو سزاوار ہے' وہ جو کچھ کرتا ہے عین حکمت ہے - اگر سورج ہمیشہ آسمان پر قائم رہتا تو چاند شب کو کیسے آتا) —

پہلا شعر اگر چہ خالص حمد کا ہے لیکن جس نہج سے یہ حمد کی گئی ہے اس سے صاف افسردگی اور پژمردگی ٹپکتی ہے - دوسرے شعر میں ایک بادشاہ کے جانے اور دوسرے کے آنے کی طرف اشارہ ہے جسے اُس نے تیسرے

شعر میں کھول کر بیان کر دیا ہے —

بڑے بادشہ گر نہ ہوتے سلف
نہ پاتے شہی شاہزادے خلف

اس کے بعد کے تین شعر یہ ہیں —

بہلا رہے جس زمیں پر جو خوں
بھی کیوں نا ہووے سبب کچھہ زبوں
نپاتا زبوں وقت گر کس تے کس
رہتا کیوں قیامت لگ اُس نر کا جس
جنم ہے اُسی مرد کا زندہ نام
بڑی جس تے ہے نیک نامی تمام

(یعنی جس سر زمین پر خونریزی ہونے والی ہے اُس کا کوئی نہ کوئی زبوں سبب ہوتا ہے۔ اگر زبوں وقت کو کسی سے اعانت نہ ملتی تو قیامت تک اُس بہادر کی شہرت کیوں قائم رہتی۔ ہمیشہ اُسی مرد کا نام زندہ رہے گا جس نے بڑی نیک نامی حاصل کی ہے)۔

اس کے بعد ایک شعر میں کتاب کا نام اور دوسرے میں سنہ تالیف بتایا ہے۔ اور اس کے بعد صرف ایک شعر میں نئے بادشاہ کی تخت نشینی کا ذکر ہے —

جو ملک دکن میں ہوا شاہ نو
لباس آپ دنیا کری تازہ نو

ان اشعار میں نہ جوش ہے نہ مسرت جو اس موقع کا تقاضا تھا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ شاعر اپنے

ماحول سے متاثر ہے اور دل امنگ سے خالی ہے -

ارکان سلطنت کی ہوس کا نقشہ یوں کھینچا ہے -

ہوس تن جو ہر تن کوں کہر کہر جدا
کہ ہونا شہی کے اپس کد خدا

یعنے ہر ایک کو یہ ہوس تھی کہ بادشاہی ہمارے ہاتھہ آجاے -

سلگ نیں سکی کس نے نکوے کی اگ
تھنڈا ہو کہ بیٹھا سب یک پل میں جگ

کسی کے نکنے کی آگ نہ سلگ سکی اور ان سب کے جوش ٹھنڈے پڑ گئے —

آخر زمام حکومت خواص خاں کے ہاتھہ آئی

لیے ہاتھہ سو کام خان خواص
کیے شکر اکثر سو تر لوک خاص

اس شعر میں " اکثر " کا لفظ پر معنی ہے -

یہی بول ہر مکہہ تے آتا ہوا
کہ بد نیتاں کا نہ بھاتا ہوا

(ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ اچھا ہوا بدنیت لوگوں کا چاہا نہ ہوا) -

کریں لگ خردمند بیعت درست
ہوے لوگ بد عہد پیماں کے سست

(یعنے عقلمندوں کے بیعت کرتے کرتے بد عہد لوگ اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے) —

اور مفسدوں نے فساد برپا کرنا شروع کیا

شریراں شرارت هویدا کیے
اثر جیو میں مستی کا پیدا کیے

دبی تھی سو آتش اوٹھی پھر سلگ
پڑیا دغدغے کی حرارت میں لگ

اور سب سے بڑھ کر مفسد اعظم (یعنے شیواجی) نے سر اٹھایا -

خصوصاً سیوا کافر بے نظام
جو فرعون کا ہے سو سایہ تمام

جلگ جگ میں مہلت ہے ابلیس کوں
تلک چال ہے تس کی تلبیس کوں

اس کے بعد اُس کے لشکر کی کثرت اور اس کی دست درازیوں کا حال بیان کرتا ہے - چند شعر ملاحظہ ہوں -

نچھے پیس جا نلگ پون کوں مجال
اچھے واں تلک تس کے گھوڑیاں کی چال

جو جا نلگ ہے چلنے کو چیونٹی کی جھیل
جلم تس پہ اوس کے حشم کا ہے کھیل

بچے آسماں کے جو گڑ تھے بلند
لیا چڑ سٹیا واں سوفن کا کمند

(وہ قلعے جو بلندی میں آسمان کے بچے سمجھے جاتے تھے، اُن پر مکر و حیلہ سے چڑھ کر قبضہ کر لیا -

کریا چڑ جہازاں جو دریا پہ دوڑ
کیا لوٹ بندر فرنگیاں کے چوڑ
(جہازوں میں چڑھ کر سمندر پر حملہ کیا اور فرنگیوں کے بندر لوٹ کر تباہ کر دیے) —
سدا تس تے دریا و* طوفاں دسے
زمیں نحس تس پگ تے ویراں دسے
(اس کی وجہ سے ہمیشہ دریا میں طوفان رہتا ہے اور اس کے منحوس قدموں سے زمین ویران نظر آتی ہے) —
سنے بات سارو جو اُس بھوین پہ پانوں
ملے نا یک یک ہفتہ بستی کا نانوں
(اگر مسافر اُس سر زمین میں قدم رکھے تو اُسے ہفتے ہفتے بھر کسی بستی کا نشان نہ ملے گا) —
جو اوس میں جتے فوجداراں لڑے
لوٹے کے وتے یا سلپر بند پڑے
(جتنے فوجدار اُس سے لڑے وہ یا تو لوٹے گئے یا اُس کے ہاتھوں قید ہوئے) —
پن اُس دل میں تھا خاں کا سخت دھاک
کہے تھے جو یک بار اُسے بھی ہلاک
(باجود اس کے دل میں بھی خواص خاں کی دھاک

---

* یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے "و" کی جگہ "میں" ہونا چاہیے —

بیٹھی ہوی تھی کیونکہ اُسے ایک بار چرکا دے چکے تھے) —

نہ آسیں گکر آج گھر کس پہ چھوڑ
نہ لوسیں ایلگ مجھہ سیتی فوج جوڑ

(یہ سمجھہ کر کہ وہ کار و بار سلطنت کو چھوڑ کر نہیں آے گا اور مجھہ سے لڑنے کے لیے فوج جمع نہیں کر سکے گا) —

بھروسے پہ کر یہ مغرور خیال
وطن تے نکل لیکے فوجاں دنبال

جو یک عمر لگ تھا سو قابو طلب
پڑیا دیکھہ قابو موافق سبب

قدم در قدم ملک میں فن سو پیٹھہ
پکڑ یک کو بل تھار آمد میں بیٹھہ

وہیں ملک سب مار کرلے تلف
بٹھایا ہزاراں سوں دل ہر طرف

یعنی اس یقین پر کہ خواص خاں امور سلطنت کو کسی دوسرے پر چھوڑ کر مقابلے کے لیے نہیں آ سکتا وہ لشکر لے کر نکلا - وہ ایک مدت سے ایسے موقع کی تاک میں تھا اور اب اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر ملک میں گھسنا شروع کیا اور خود ایک دشوار گزار مقام پر آکر بیٹھہ گیا اور وہاں سے ملک کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا —

یہ رنگ دیکھ کر خواص بے چین ہو جاتا ہے —

سبھ دیکھ خاں مملکت کے مدار
غضب میں ہوے پن کہے یوں بچار
کہ نیں آج ممکن جو میں اُٹھ کے دوڑ
جو بھی کر سکوں مار فوج اس کی چوڑ

چونکہ خود مقابلے کے لیے جانا ممکن نہ تھا اس لیے ایک دوسری تدبیر کی —

دوسرا باب بادشاہ کے دربار کے متعلق ہے جس میں بہلول خاں کو خلعت عطا فرما کر شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجا جاتا ہے —

اس باب کے تمہیدی اشعار یہ ہیں

دل افروز یک روز فیروز تھا
فرح بخش جوں عید نو روز تھا

اِدک تازگی پا زمین و زمن
ہوا تھا رنگا رنگ گلشن نمن

ظفر بخش اُس دن کی پا خوب قدر
شہنشاہ فرما شہانی صدر

اس کے بعد بادشاہ، محل اور تخت وغیرہ کی تعریف کرتا ہے - خواص خاں اپنے رفقا کے ساتھ آتا ہے - لوگ اس کے سلام کے لیے حاضر ہیں - سب سے مقدم شیواجی کا معاملہ ہے جس کی خان کو بڑی فکر ہے —

سیوا نے جو پکڑیا ہنر ناپسند
سکھانے اوسے ات ادک خوب پند

کن ایسا ہے کر مرد اپس من میں لیائے
تو کر یاد نواب کوں ویں بلائے

یعنی شیوا جی نے جو یہ ناشایستہ حرکت شروع کی تو خواص خاں سوچنے لگا کہ اس کی گوشمالی کے لیے ایک معقول شخص کی ضرورت ہے اس وقت اُسے نواب (عبد الکریم بہلول خاں) کا خیال آیا اور فوراً بلا بھیجا۔ یہاں شاعر بہلول خاں کی شجاعت اور علم و ہنر وغیرہ کی تعریف کرتا ہے —

اتنے میں جب بہلول خاں آتا ہوا نظر آیا تو

وہیں خان اپس مجلس خاص سوں
بہوت دے کے تعظیم اخلاص سوں

جو بیٹھے سو ہو مل کے خاطر فراغ
ہوے دیکھ یکس یک کوں خوش باغ باغ

معمولی مزاج پرسی وغیرہ کے بعد اصل معاملے پر گفتگو ہوتی ہے —

بیاں کر کے یک دلبری کے نکات
نکالے وہیں راج کارن کی بات

کہے خان کافر خر بے لگام
سکھیا ہے جلم چر کہ کھانے حرام

جھکوی لا نہارے ھیں شیراں کو ڈر
توکاں ان کی نظراں میں اچھتا ہے خر

ولے وو جو ہے سو خر پر * تمیز
کہ جس وقت پاتا ہے فرصت عزیز

نرکھہ کچھہ دھلی کے زیاں پر نظر
کرے خوار سب باغ شاھی کو چر

غرض یو کہ اھل غرض نابکار
لگے کرتے کم دیکھنے میں بچار

کہ جس گھرتے جھکوی بڑیا ھو انگے
پچھیں توڑنے پھر وھی گھر ملگے

زیاں کار کوں کچھہ نہ اس سود ہے
پڑیا گھر تو آپیں بھی نابود ہے

بد اندیش بد کیش یوں بے سیوا
ھوا شاد عمل دیکھہ شہی کا نوا

... ...
... ...

یکی ملک میں آگ سلگی ہے سانچ
کہ سب شہر بیکل ہے لگتے ھی آنچ

ھو فرض ایسا یوں کہ یہ آگ آج
سلگنے ندینے کی کرنا علاج

کہ ہے دل تمارا چو تہراں کا میغ
بجاتا جھڑپ اُس برف برق تیغ

* غالباً کاتب غلطی سے "پے" کی جگہ "پر" لکھا گیا ہے -

(خواص خاں بہلول خاں سے کہتا ہے کہ اس خر بے لگام (یعنے شیواجی) نے چر کر حرام کھانا سیکھا ہے - لیکن جن کی دھاک شیروں کے دل میں ہے وہ کب اس گدھے کو خیال میں لاتے ہیں - یہ خرِ نامشخص اپنے آقا کے نقصان کا خیال نہیں کرتا اور جب موقع پاتا ہے شاہی باغ کو خراب کر ڈالتا ہے - غرض گدھے سے بھی کمتر ہے ' کیونکہ جس گھر کی بدولت اس نے عروج پایا اُسی کے توڑنے کی فکر میں ہے - لیکن زیاں کار کو اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ جب گھر ہی برباد ہوگیا تو یہ خود بھی نیست و نابود ہو جائے گا - یہ بد اندیش بدکیش نئی بادشاہت کے عمل کو دیکھ کر خوش ہے (کہ اُسے ہاتھ رنگنے کا خوب موقع ملے گا) ... ... اس فساد کی آگ ملک میں ایسی بھڑکی ہے کہ اس سے تمام شہر بیکل ہے - اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اس آگ کو سلگنے نہ دیں اور ابھی سے اس کی تدبیر کریں - تمہارا لشکر جو تیروں کا بادل ہے وہ فوراً اُس پر برف باری کر کے بجھا دے) —

بہلول خاں یہ تقریر سن کر جواب دیتا ہے

کہے جب سخن مملکت کے مدار
سنیا سوچ بولیا وو یوں کامگار

" سیوا گرچہ اس بوم کا بوم ہے
کیتی تس بزرگی سو معلوم ہے

تمارا جو شاید ہے خاطر شریف
تو کیا ہے وہی جو ملیا کوئی حریف

کہ ہے ان گنت فوج اُس پاس اگر
ولے چور کاں آئے ساواں کے سر

(یعنی گو اس کے پاس بے شمار فوج ہے لیکن چور ساھوؤں یعنی کھرے لوگوں کے سامنے کہاں آسکتا ہے) –

ہمیں جاں کھڑے رہیں تو کر اختیار
رکھیں نا نظر میں دندی کا شمار

سرا ہر سپاہی سو سردار ہے
بھری ترکش اُس کی سو یک بھار ہے

... ...
... ...

لگیا ہے سری تیغ کا جس کو داک
دیکھت سوچ پانی کا ہووے ہلاک

بھوپور کی نہیں صفت یہ نوی
کہ ہے شہر و شرزیاں کی کھلی گوی

سہوا آج مرزھی جو فوجاں کو نہٹ
چلایا ہے آگیں اپس رکھہ جو پیٹ

(وہی سہوا آج فوجیں سامنے لا رہا ہے جو پہلے پیٹھ دکھا کر بھاگا تھا) —

سر اُس کا کوچل یوں کروں اُس کو گم
کہ جھوں سانپ کا سر کوچلے پہ دم

(اُس کی فوج کا سر کچل کر اُسے ایسا بیکار کردوں گا بیکار جیسے سانپ کا سر کچلنے پر اُس کی دم بیکار ہو جاتی ہے) —

نہ چلسی ہمارے پہ کافر کا حد
کہ ہے دینداراں کوں حق کا مدد

یہ جواب سن کر خواص خاں کو بڑا اطمینان ہوا اور وہ اسے بادشاہ کے حضور میں لے جاتا ہے - بادشاہ اُسے خلعت و منصب سے سرافراز کرتے ہیں اور فوج کی سالاری پر مقرر کر کے مہم پر روانہ کرتے ہیں —

بہلول خاں لشکر کی تیاری میں مصروف تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ شیواجی کا بے شمار لشکر چلا آرہا ہے - وہ اپنی فوج کے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے اور اس کے سامنے تقریر کرتا ہے کہ یہ جان نثاری اور وفاداری کا وقت ہے - غنیم چڑھا چلا آرہا ہے ، اپنے ملک اور وطن کی حفاظت ہمارا فرض ہے - اس کے ساتھ اہل لشکر کی مذہبی حمیت کو بھی جوش میں لاتا ہے - سپاہی اپنے سردار کی شجاعت کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے ساتھ لڑنے مرنے اور جان دینے کا عہد کرتے ہیں —

اس کے بعد بہلول خاں کے سوار ہونے اور لشکر کی روانگی کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

لکھتا ہے -

جو نواب چوڈول کا لیج چڑ چلیا
کہے توں کہ بھوئیں کے اوپر گر چلیا

کہے سب نے دیکھہ اُس تجلی سوں دھور
کہ نِکلیا گگن پر جو مطلع تے سور

(یعنے جب نواب ھاتھی پر عماری میں سوار ھوکر چلا تو یہ معلوم ھوتا تھا کہ گویا زمین پر قلعہ چلا جا رھا ھے - سب نے اس بہادر کی یہ شان دیکھہ کر کہا کہ مطلع آسمان سے آفتاب نکلا ھے) —

پھر باجوں کی گرج، نقّاروں کے شور، دماموں کے بجلے، جلا جل اور دوسرے باجوں کی کیفیت بیان کی ھے - اس کے بعد لشکر اور اھل لشکر کا کچھہ ذکر کیا ھے - مثلاً

لگے ھر ھتی یوں وہ پاکھر کے نال
کہ اوتریا ھے ڈونگر پہ آجھوں ابھال

دسیں ھر جھلکتی سلیں اوس میں برق
نہ تھا گاجنے ھور گرجنے میں فرق

ھتیاں پر رنگا رنگ ڈھالا دسیں
کہستاں پہ جیوں نونہالاں دسیں

چلے تو ھتی ڈلنے سب دھرن
عرابے (کی) گاڑیاں تے ھدریا گگن

(ھر ایک ھاتھی جس پر پاکھر پڑی ھوئی تھی ایسا معلوم ھوتا تھا گویا پہاڑ پر بادل اُتر آیا ھے - ھر ایک چمکتی ھوئی برچھی میں بجلی نظر آتی تھی، اب باجوں کے بجنے اور گرجنے میں کوئی فرق نہ رھا تھا - ھاتھیوں پر رنگ برنگ کی ڈھالیں پڑی تھیں جو ایسی معلوم ھوتی تھیں جیسے کوھستان پر نونہال - جب

ھاتھی چلتے تھے تو زمین زلزلے میں آجاتی تھی اور جب (سامان جنگ) کی گاڑیاں چلتی تھیں تو آسمان ھلنے لگتا تھا)۔

اب اصل جنگ کی کیفیت بیان کرتا ہے - یہ جنگ بہت مختصر اور صرف دو روز کی ہے - ھر روز کی لڑائی الگ الگ بیان کی ھے - اس لڑائی کو وہ چور اور ساھو کی لڑائی سے تشبیہ دیتا ہے —

گھڑے چور ھور ساؤ لڑنے کوں سانہ

اول اس نے غنیم کی فوج کی کثرت ' اسلحہ کی بہتات ' گھوڑوں اور ھاتھیوں کے ھجوم کا بیان شاعرانہ انداز میں کیا ھے - کہتا ھے کسی جنگل کے درختوں کی ڈالیوں میں اتنے پتے نہیں جتنے اس فوج کے رنگ برنگ کے جھنڈے ھیں —

نہ کیں بن کے ڈالیاں پہ اتنے ھیں پات
نشاناں تو اوس تے اِدک دھات دھات

اور نہ کسی کوھستان میں اتنے سنگریزے ھیں جتنے اس کے ھاں مست ھاتھی پڑے جھوم رہے ھیں —

نہویں کس کہستان میں سنگ پتے
گھڑے تھے پتے مست جھولتے متے

نہ کسی سرزمین سے اتنی چیونٹیاں ابلتی ھوں گی جتنا اس کے ساتھ لاو لشکر تھا —

نہ کس بھویں پہ چھتیاں ابلتیاں ھیں جم
چلے بانل رستا یتا کچھہ حشم

نہ کسی عفونت میں اتلے مچھرھوں گے جتلے اس کے ساتھہ سپاھی تھے —

اسی طرح ایک دو دو شعر ھتھاروں اور گھوڑوں وغیرہ کی نسبت لکھتا ھے - گھوڑیوں کے وصف میں دو شعر یہاں نقل کیے جاتے ھیں —

شعر - اتھیاں مادوانچہ ناگن بھریاں
پریاں تھوں نکھیاں پن دسیں جوں پریاں

(مطلب) وہ گھوڑیاں ناگن بھری تھیں
پریاں تو نہ تھیں لیکن پریاں سی معلوم ھوتی تھیں

شعر - چھلے گرم ھوویں تو آتش سے تاؤ
سبکپن میں کرتیاں پون پر پڑاؤ

(مطلب) گرمی میں آگ سے بڑھ کر
اور سبکی میں ھوا سے زیادہ ھیں

اب لڑائی شروع ھوتی ھے - جب غنیم نے عادل شاھی فوج کو دیکھا تو وہ اپنا لشکر لے کر چلا اور یہ ارادہ کیا کہ بیجا پوری لشکر کو چاروں طرف سے محصور کرلے -

کھیا یوں کہ چوندھرتے فوجاں چلاوں
جزیرہ کر اول پچھیں سب ڈوباوں

نواب غنیم کی چال کو سمجھہ گیا اور فوراً حکم دیا کہ -

جو ہے سب عرابا ہو آتش کا سوت
بلدو فوج کے گرد سب اوس کی کوٹ

یعنی تمام گاڑیوں کا جن پر توپیں رکھی ہوئی ہیں فوج کے گرد ایک حصار باندھ دو۔ فوج کو اس حصار کے پیچھے رکھہ کر تیر باری کا حکم دیا۔ خود نواب ہاتھی پر تھا۔ جب دونوں طرف سے لڑائی کا بازار گرم ہوا اور سوار گھوڑے دوڑا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوے تو اس سے گرد و غبار کا جو طوفان برپا ہوا اسے شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:—

شعر۔ اوٹھے جب ترنگ مار چونڈھیریاں
اوڑی گرد تب یوں مدور نکل

(مطلب) جب بہادر گھوڑے اٹھا کر چاروں طرف سے حملہ آور ہوے تو گرد مدور شکل میں اٹھی؛

شعر۔ اوچایا ہے شیطان جوں گردباد
کہ جاتا فلک اوز کہ خیمے کی ناد

(مطلب) گویا شیطان نے ایک بگولہ اٹھایا ہے جو خیمے کی صورت میں فلک تک پہنچ گیا ہے۔

شعر۔ حرکت زمانے کی رہی کوئی گھڑی
کہ یوں جگ میں گردوں تے ماٹی اڑی

(مطلب) دنیا میں آسمان سے اتنی دھول اڑی کہ زمانے کی حرکت رک گئی

شعر - نکل جا کے سورج کے دیدے تے جوت
ھلال یوں دسیا جیوں ہوجای سو پوت
(مطلب) سورج کی آنکھوں سے روشنی جاتی رھی
اور ھلال بے رونق پوت کی طرح دکھائی دیتا تھا

گھوڑوں کے ٹاپوں سے جو گرد اُڑی اور گولوں کے چھٹنے سے جو دھواں پھیلا، اس کی کیفیت یوں بیان کرتا ھے —

شعر - گھڑی یک میں سب آسمان ہور زمیں
دھنویں اور اگن میں بھری تب یقیں
(مطلب) گھڑی بھر میں تمام آسماں اور زمیں
دھنویں اور آگ سے بھر گئے

شعر - بھری بھریں ھو گلشن کے جاگیاں پہ نار
سمندر لیے چھوں بھنوریاں کی تھار
(مطلب) زمیں پر گلشن کی جگہ آگ بھر گئی
اور باغ میں بھنوروں کی جگہہ سمندر نے لے لی

شعر - ھوا پر جمے یوں دھنویں کے تھرے
جو بیٹھے بگولے ھو نکلے کوے
(مطلب) ھوا پر دھنویں کے ایسے طبق جم گئے تھے
کہ بگلے جو بیٹھے تھے وہ کوے ھو کر نکلے

شعر - اوتھاں لے جو باناں روش ناگ کے
بلدیاں پل ہوا کے اوپر آگ کے

(مطلب) بان جو ناگ کی طرح اُٹھ کر بلند ہوے
تو انھوں نے ہوا پر آگ کے پل باندھ دیے

شعر - غلو لے چلے تھے جدھر دے کے سہس
سٹے پار فوجاں پہ فوجاں کوں پیس

(مطلب) گرزوں نے جدھر کا رخ کیا اُدھر
فوجوں کی فوجیں پیس کر رکھ دیں

شعر - کہاں شور باناں جدھر کے اوتھاں
ھتی ڈر سوں جنگل پھرے لے پراں

(مطلب) بانوں کے شور سے ھاتھی ڈر کر
اپنی جان بچانے کے لیے جنگل میں بھاگ گئے

شعر - دھلویں کا جلک سد اتھا درمیاں
دونوں دل تو قائم اتھے جاں کے واں

(مطلب) جب تک دھویں کی دیوار بیچ میں حائل تھی
دونوں لشکر جہاں کے تہاں کھڑے رہ گئے

اتنے میں زور کی ہوا آتی ھے اور اس دیوار کو اڑا لے جاتی ھے اور پھر دونوں طرف کے بہادر ھتیار درست کرکے حملہ شروع کرتے ھیں ،

نلکا لیا جو سہانے تے بارا حجاب
ھلے تھار تے جھانک راوت شتاب

اس موقع پر نصرتی بہلول خاں کی تیر اندازی کا نقشہ کھینچتا ہے جو بلا شبہ قابل تعریف ہے اور اس سے اس کی شاعرانہ قوت بیان کا اندازہ ہوتا ہے -

شعر - وہیں دیکھ خاصہ پکڑ ہت کماں
کہا ہاں اے ترکس بنداں ہو نہاں

مطلب) نواب نے یہ دیکھ فوراً اپنی کمان اٹھائی
اور کہا کہ اے ترکش بندو ! ہاں !

شعر - جو دھرتے تھے تیراں چلانے کی لاف
کرو آو یک تیر کی صف تے صاف

(مطلب) وہ جو تیر اندازی کی لاف مارتے تھے
وہ اب آئیں اور صفوں کو صاف کریں

شعر - پکڑ نے کشاکش کے گوشے میں تھانوں
ابیں سعد و قاص کا لے کے نانوں

(مطلب) اُس نے کماں کے گوشے میں ہاتھ ڈال کر
سعد و قاص کا نام لیا

شعر - خدنگ جوڑ چلّے میں کھینچیا کماں
دیا بوسہ تس ہات اوپر آسماں

(مطلب) اور پھر جو چلے میں تیر جوڑ کر کھینچتا ہے تو
آسماں نے (بے اختیار) اس کے ہات کو بوسہ دیا

شعر - نہ قوس قزح تب رکھی کس سوں تاب
نہ چلنے کے اتنے ہیں تیر شہاب

(مطلب) اُس وقت قوس قزح بھی اس کی تاب نہ لا سکی اور نہ اتنے تیر شہاب تھے جو چلتے -

---

شعر - کماں اپنے قبضے میں پکڑیا جو دھس
رگ و پے میں اوس کے بھریا آپ کس

(مطلب) اُس بہادر نے جب کمان کو اپنے قبضے میں پکڑا تو خود بخود اُس کے رگ وپے میں قوت سرایت کر گئی

شعر - نظر کی صفائی کو رکھہ شست میں
دیکھا تیر کی راستی دست میں

(مطلب) شست میں نظر کی صفائی کو رکھا کر تیر کی راستی کو هاتھہ میں دیکھا

شعر - چلا یا یکے دور انداز تیر
کہ چھوٹتا سو نہن اوس کیا جس اسیر

(مطلب) اور پھر اُس دور انداز نے اتنے تیر چلائے کہ جس پر پڑا وہ بچ نہ سکا

شعر - کہ ہوتا جو لگتا تو گنبد پہ مار
کبوتر کے انڈرے تے سک اس کے پار

(مطلب) اگر وهاں گنبد بھی ہوتا تو اس پر لگ کر کبوتر کے انڈے میں سے پار ہو جاتا

جب سپاہ نے نواب کی یہ سرگرمی دیکھی تو انھوں نے بھی تیر چلانے شروع کیے

چلے تیر خاصے کے جیوں پیش امام
خدنگ مقتدی تھے سپہ کے تمام

اس کے بعد وہ ان کی تیر اندازی شمشیر زنی اور گولہ باری کے کمال اور دشمن کے پامال ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ آخر میں نواب کی قابلیت اور بہادری کی تعریف کرتا ہے —

شعر - تردد پہ خاصے کے لاکھہ آفریں
رکھیا تھا نظر میں جو وو سب زمیں
(مطلب) نواب کی جد و جہد پر لاکھ آفریں ہے کہ وہ میدان جنگ پر ہر طرف نظر رکھتا تھا

شعر - دیکھے تو اپیں سن میں تھا نوجوان
پن استاد تھا پیر مرداں کو واں
(مطلب) دیکھنے میں تو نوجوان تھا لیکن بڈھوں بڈھوں کا استاد تھا

شعر - یو ہے حق میں دھوراں کے خوب یک مثل
کہ لڑنے تے آپیں لڑانا کو بل
(مطلب) بہادروں کے حق میں یہ کیا اچھی مثل ہے کہ لڑنے سے لڑانا بہت مشکل ہے

شعر- کرے گا لڑائی یو یک دو پہ وار
لڑاوے لڑاوے تو لوٹاں ہزار

(مطلب) جنگ میں ایک شخص زیادہ سے زیادہ دو پر وار
کرے گا لیکن لڑانے والا ہزاروں کو سلا دے گا

شعر- مگر تھا اوسی تے وہ چو ڈھل اوپر
کہ رکھنا اپس ہر طرف پر نظر

(مطلب) شاید اسی خیال سے وہ عماری پر سوار
تھا کہ ہر طرف نظر رکھ سکے

شعر- جدھر تے جو کام آکہ مشکل پڑے
کرے توڑ نا اوس میں ہرگز اڑے

(مطلب) تاکہ جدھر سے بھی کوئی مشکل آپڑے تو فوراً وہ
اس کا توڑ کرے اور کبھی تاسر نہ رہے

نواب کی بہادری دیکھ کر سپاہی بھی جان توڑ کر لڑے اور ہر شخص اپنے سردار پر جان فدا کرنے کے لیے تیار تھا۔ اب دونوں طرف سے خوب جم کے لڑائی ہوئی ۔

شعر- جمی آ دو دھر تے لڑائی عظیم
لوپلے دم کھڑا جھوں ہو ماندا غنیم

(مطلب) دونوں طرف سے جم کر بہت بڑی لڑائی ہوئی
اور غنیم تھکا ماندا سا ستانے کو ٹھیر گیا

شعر - عرابے پہ یک فوج کا بلند حصار
دھریا آگ کا آ کہ چوند ھر تے مار

(مطلب) فوج کے گرد عرابوں کا حصار باندھ لیا
اور چاروں طرف سے آتشبازی شروع ہوگئی

شعر - غلولیاں کا ھر دم چھٹتے یوں تھوا
انگاریاں تے اوس ھوئی انگیٹھی ھوا

(مطلب) گولوں کی مسلسل اس قدر بوچھار ہوئی
کہ ان کے انگاروں سے ہوا انگیٹھی بن گئی

شعر - پڑے صف پہ یوں تیر پکڑے پہ اوج
کہ جیوں کھیت چرنے کوں تولاں کی فوج

(مطلب) تیر چڑھ چڑھ کر صفوں پر اس طرح گرتے تھے
جس طرح ٹڈی دل کھیت پر گرتا ھے

شعر - جھڑیوں نشاناں ھوے دھات دھات
کہ جیوں تلول بیٹھے پہ جھاڑاں کے پات

(مطلب) جھنڈے اس طرح جھڑ جھڑ کر گرے تھے
جس طرح ٹڈیوں کے بیٹھنے سے درختوں کے پتے -

شعر - مگر دل میں کچھہ وھم خاصہ نہ لیائے
نہ وو میہوں ھے جان فرغل منگائے

(مطلب) لیکن نواب نے مطلق پروا نہ کی اور حالانکہ مینہ برس رہا
تھا مگر اس نے یہ بھی نہ کیا کہ فرغل منگا کر پہن لیتا -

شعر - زباں میں نہ تھی مار بن کچھ بی بات
نہ تیر و کماں تے نکا لیا وو ھات

(مطلب) اُس کی زبان پر سوائے " مار " کے کوئی بات نہ تھی اور
نہ اُس کے ہاتھ سے تیر و کمان ایک دم کے لیے چھٹا -

شعر - نظر میں اتھا ہو نشانہ غنیم
رکھے دل پہ بھویں مار پڑتا ہو بیم

(مطلب) اس کی آرزو یہ تھی کہ غنیم نشانہ بنے اور
ایسا ڈر بیٹھے کہ اُس کا لشکر زمین پر تڑپتا ہو -

آخر میں نواب کی خوش خلقی اور مقبولیت کے
متعلق لکھتا ہے —

جو خوش خلق نواب جگ میت کا
اتھا سب سوں اخلاص کی ریت کا

نہ خویشانچہ اتھے اس پہ آجھو سوں بیش
کہ تھے پاس لوگ اس کے بیگانے خویش

(نواب جو خوش خلق اور مقبول زمانہ تھا اُس
کی رسم و راہ سب سے پر اخلاص تھی ' صرف خویش
و اقارب ہی اُسے عزیز نہ تھے بلکہ بیگانے بھی اُس کے
نزدیک خویش و اقارب کے برابر تھے) —

اور اسی پہ نصرتی نے پہلے روز کی جنگ ختم کردی
ہے - اس نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ شیواجی کی فوج کو
شکست ہوئی یا اُس کی فوج منتشر ہوگئی جیسا کہ

صاحب بساتین السلاطین یا دوسرے بیجاپوری مورخوں نے لکھا ہے —

دوسرے روز کی جنگ غنیم کی تیر باری سے شروع ہوتی ہے - خاص کر اس بارش کا نشانہ نواب کی چوڈول ہے -

ہوئی تھی اد ک ریز چوڈول پہ یوں
برستا ہے برسانت ڈونگر پہ جیوں

(یعنے چوڈول پر تیروں کی بارش اس طرح ہو رہی تھی جیسے پہاڑ پر مینہہ برستا ہے) —

اہل لشکر میں جو خیر اندیش تھے انہوں نے پکار کر نواب سے یوں خطاب کیا —

شعر - کی بیٹھا سو ہر مار کا ہو نشان
توں پکڑیا ہے کیا گھر ڈوبانے کی شان

(مطلب) تو ہر مار کا نشانہ بنا کیوں بیٹھا ہے کیا گھر ڈبونے کی ٹھیرائی ہے -

---

شعر - یکا مار چوڈول ہوئی جو تلک
رہے کا تو وہانچہ کر کو تلک

(مطلب) چوڈول پر اتنی تیروں کی بارش ہوئی ہے اب تو وہاں کب تک رہے گا -

---

شعر - توں بانچ اب ہمن مار اپنے حضور
کہ نیں کد لڑائی رہے باج دھور

(مطلب) تو اپنے آپ کو بچا اور ہمیں مرنے دے کیونکہ بغیر سپہ سالار کے لڑائی نہیں قائم رہ سکتی -

شعر - نہ ڈر سوں بلا سوں جو کھالے گا توں
مرئے پر تبیلے کوں پالے گا توں

(مطلب) اگر تو ہمیں جنگ میں چھوڑے گا تو ہم نہیں ڈریں گے کیونکہ
(ہم جانتے ہیں کہ) ہمارے پیچھے تو ہمارے قبیلے کی پرورش کرے گا۔

شعر - اوتر ہست ہور بیگ تازی سوار
کہ کر حملہ دشمن کوں لیتے ہیں مار

(مطلب) اب ہاتھی سے اُتر آ اور جلد گھوڑے پر سوار ہو اور
ہم ابھی حملہ کرکے دشمن کو مارے لیتے ہیں -

نواب نے جب یہ سنا تو یوں جواب دیا —

شعر - سنے سوچ نواب یو بات کے
کہ تم نا کوں یاراں نہ معلوم ہے

(مطلب) نواب نے یہ بات سن کے کہا کہ
یارو شاید تمہیں یہ معلوم نہیں ہے

شعر - کہ دارا کوں آ شاہ اورنگ سوں
پڑی تھی لڑائی سو سوندل کے جیوں

(مطلب) کہ دارا کو شاہ اورنگ سے
اسی طرح کی لڑائی کا سابقہ پڑا تھا

شعر - اتھا شاہ دارا جو ہاتی سوار
پڑیا جیوں گولیاں کا چوندھرتے مار

(مطلب) شاہ دارا جو ہاتھی پر سوار تھا
اس پر جب چاروں طرف سے گولیوں کی مار پڑی

شعر - نلیا تاب اوتر گیج ترنگ جهوں چڑیا
لکھا فوج کوں تب کہ خاصہ پڑیا

(مطلب) تو تاب نہ لا کر ہاتھی سے اتر گھوڑے پر سوار ہوا ' تو فوج سمجھی کہ بادشاہ مارا گیا ۔

شعر - ہوئی پل میں اس دھات لشکر کی موڑ
کہ نیں لڑ سکے پھر کہ بھی فوج جوڑ

(مطلب) پھر کیا تھا پل بھر میں سارا لشکر تتر بتر ہو گیا اور پھر اسے جمع کر کے نہ لڑا سکا -

---

شعر - وہی کام سلجھاں دانا کرے
جو نادان کرنے تے عزت دھرے

(مطلب) کام ایک ہی ہے ' دانا سوچ سمجھ کر کرتا ہے مگر نادان اس طرح کرتا ہے کہ اپنی عزت کھو بیٹھتا ہے -

---

شعر - تمیں جانتے ہوں کہ نیں یو مثل
چھپے تو بی نا ہوے اجل کوں وجل

(مطلب) کیا تم نے یہ مثل نہیں سنی کہ ہزار چھپو اجل نہیں ٹلتی ۔

شعر - بزرگاں کے رکھہ قول پر خوش مدار
یہی سب برتتا ہوں میں بار بار

(مطلب) بزرگوں کے اس قول پر میرا اعتقاد ہے اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہوں -

---

شعر - اگر تیغ عالم بجنبد ز جاے
نبرد رگے تا نخواہد خداے
(مطلب) اگر دنیا بھر کی تلواریں بھی آکر پڑیں، تو بھی
اگر خدا نہ چاہے تو ایک نس تک نہیں کٹتی -

شعر - سمجھتا ہوں کر حق تے یاری ہے آج
میرے بال کوں کچھ نہ بھاری ہے آج
(مطلب) میں سمجھتا ہوں کہ آج خدا کی طرف سے
میری مدد ہے اور میرا بال بیکا نہ ہوگا -

شعر - اگر ہو تو بھی کچھ خدا کی رضا
رضاوند ہوں جیوں وہ انہوے قضا
(مطلب) اگر کچھ ہوا بھی تو خدا کی رضا، اور
میں اس کی رضا پر راضی ہوں -

شعر - ولے میں رکھیا ہوں سو بڈتا قدم
جدھر تے بھی دھسلا انگے نا کہ کم
(مطلب) لیکن میں نے بڑھتا ہوا قدم رکھا ہے، جدھر
سے بھی گھوسوں کا آگے بڑھوں گا نہ کہ پیچھے -

شعر - جو ہوے بیدھڑک ہول تے سر بسر
اوسے کیا ہے غوغاے محشر تے ڈر
(مطلب) جو خوف سے نڈر ہے اسے
غوغائے محشر سے بھی ڈر نہیں -

شعر - هتی پر جو هوں سهں تو بهریاں پہ داب
کہ یک نیزہ جیوں سر پہ ہے آفتاب

(مطلب) میں جو هاتهی پر هوں تو اس سے دشمنوں پر رعب هے - میں ان کے سروں پر اس طرح هوں جس طرح آفتاب کا ایک نیزے پر آجانا۔

شعر - فلک پر تو نہ اُڑ سکہں لٹی هے لرق
منگے بهویں جو پڑکے هوویں کے غرق

(مطلب) آسمان پر تو اُڑ کے جا نہیں سکتے کہ وہ بہت دور هے، اور اگر زمین پر رهے تو غارت هو جائیں گے۔

شعر - جو هلنے ههں جاگے تے بهی چهوڑ تهانوں
کہ جیوں مرنسک جهاڑتے هاتهہ پانوں

(مطلب) اور اگر جگہ چهوڑ کر ذرا بهی هلے تو هاتهہ پانو هلاے بغیر نہیں مر سکتے۔

شعر - پتنگاں کے پڑتے نہ بوجسی هلال
مریں جل جو پکڑیں بوجانے کا خیال

(مطلب) پتنگوں کے گرنے سے هلال کی شمع بجهہ نہیں سکتی اور اگر وہ بجهانے کا خیال کریں گے تو خود جل مریں گے

شعر - نجانو کہ بهالے کر اُن کے ههں بهار
هرن ههں کرو بیگدی سگ شکار

(مطلب) یہ خیال نہ کرنا کہ اُن کے بهالے دار بڑے ذوی هیں، وہ هرن هیں کتوں سے جلد شکار کرو۔

شعر - رکھو مار یو فوج کافر پلید
رکھو کہت یا سب ہو مسلم شہید

(مطلب) اس فوج کافر کو مار کر تہس نہس کر ڈالو - یا
تو ان کا یہیں خاتمہ کر دو ورنہ سب شہید ہو جاؤ

یہ تقریر سن کر اہل لشکر میں جوش پیدا ہوا اور وہ پہلے سے زیادہ آمادۂ پیکار ہوگئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ مخالف بھی ان کا لوہا مان گئے اور پریشان ہوکر کہنے لگے کہ ان سے لڑنا مشکل ہے —

شعر - لڑے جب یو دھلی کے فوجاں سے چھوٹ
لیے ہیں کے امراو یک دم میں لوٹ

(مطلب) یہ لوگ جب دھلی کی فوج سے لڑے تو
انھوں نے آناً فاناً میں سب امرا کو لوٹ لیا -

شعر - اگر مرد میدان بہلول ہے
ہمن دسویں حصے کا کاں تول ہے

(مطلب) اگر مرد میدان بہلول ہے تو ہم اس کے
دسویں حصے کے برابر بھی نہیں -

شعر - دکھن کا یو یک دھور نیں ہے پچاس
نہ لشکر سب اوس کا بی ہے اوس کے پاس

(مطلب) دکھن کا یہ بہادر ایک نہیں بلکہ پچاس کے برابر
ہے حالانکہ ابھی اس کا پورا لشکر اس کے پاس نہیں -

شعر - کھڑا یو سو ویں آگ کا ھو ابھال
ستھا برق بونداں سوں عالم کوں جال
(مطلب) جہاں یہ کھڑا ھوا آگ کا بادل چھا جاتا ھے
اور بجلی کی بوندوں سے ایک عالم کو جلا دیتا ھے -

شعر - ھمیں آج نہاتیں تو ناسوس یوں
صبا سکھہ دیکھانا دھلی پاس کیوں
(مطلب) اگر ھم آج اسے تلہ جھیل کر کرکے بھاگے
تو کل اپنے آقا کو کیا سنلہ دکھائیں گے -

شعر - اپتا کام سیوت پہ ھے یہ روا
کہ لھلا عرابا یو یک کر تھوا
(مطلب) اب آخر میں اتنا کام کرنا لازم ھے کلہ
ایک ھلہ کرکے عرابوں پر قبضہ کرلیں -

یہ کہہ کر انھوں نے زور شور سے حملہ کیا اور پھر ایک بار قتل و غارت کا بازار گرم ھوگیا —

شعر - لھویاں پر دھسے کر دلیری یتی
پڑے جیوں کہ جلتی اگن میں ستی
(مطلب) تلواریں لے کر بڑی دلیری سے گھس پڑے
جیسے جلتی آگ میں ستی جا پڑتی ھے -

شعر - کھڑک ھل رھے جب ہو بھالے پڑے
دھڑک آگ اٹھی جب دنتا لے پڑے

(مطلب) جب تلواریں رہ گئیں تو بھالے اٹھائے
اور اس سے آگ اور بھڑک اٹھی

شعر - رکھے تھوپ گجدل کوں بھالیاں کی مار
سیٹے کے یکس یک میں دو دو سوار

(مطلب) بھالوں کی مار سے ھاتھیوں کے دل کو کونچ ڈالا
اور ایک ایک بھالے میں دو دو سوار پرو دیے -

شعر - ھزاراں سوں بھالے جدھر آسٹے
اُدھر یک بیک فوج الٹھا سٹے

(مطلب) جدھر ھزاروں بھالے لے کر آ پڑے
ادھر ساری فوج ایک دم میں درھم برھم کر دی -

شعر - اتھا ریں راوت جو گھوڑے کی پہٹ
کیا دو کوں یک نیزہ بیٹھا سونپٹ

(مطلب) جو بہادر سوار گھوڑے کی پیٹھ پر تھا
اس پر نیزہ اِس صفائی سے پڑا کہ ایک کے دو ھو گئے -

شعر - زرہ نا رکھی تن کوں بھالے تے جھانپ
کہ انکڑے نہ مکڑی کے جالے تے سانپ

(مطلب) زرہ بھالے سے جسم کو نہ بچا سکی
کہ سانپ مکڑی کے جالے سے نہیں رک سکتا -

شعر - بھالا آکے جھلکیا سو جس تن کے آڑ
بوڑی رکھہ اودھر جا رہیا تن کے پار
(مطلب) جس پر نیزہ آکر لگا ' بوڑی تو
ادھر رہ گئی اور باقی نیزہ جسم کے اُس پار نکل گیا -

شعر - موی گوسفلاں آگ کوں نہں ڈری
عرابے کی خلدق رگت سوں بھری
(مطلب) مردہ گوسفلد آگ سے نہیں ڈری ' اور
عرابے کی خلدق خون سے بھر گئی -

ہوتے ہوتے یہ لڑائی وہاں تک پہنچ گئی جہاں نواب بہلول خاں کھڑے تھے اور اب معرکہ بہت شدید ہو گیا -

شعر - ہتی پر رتہیں خلاصہ برچی سنبھال
کہیا مار لو دیکھتے کیا اپتال
(مطلب) نواب نے رہیں ہاتھی پر برچھی سنبھالی
اور للکار کر کہا دیکھتے کیا ہو ' مارو !

شعر - سکل کوٹ پاڑو اسی ٹھور میں
کہ آئے ہیں اپنے پگوں گور میں
(مطلب) سب کو مار کر یہیں تمام کر دو کہ وہ
اپنے پاؤں چل کر اپنی قبر میں آئے ہیں -

شعر - سلے سوچ شمشیر بلداں یو بات
ہوے پاوں اوتارا تونگاں لے ہات

(مطلب) جب شمشیر زنوں نے یہ بات سنی تو پیدل اُتر کر تلواریں ہاتھوں میں سنبھالیں -

---

شعر - ستے جس پہ شمشیر کا وار آ
ترنگ ہور اوسے بھویں پہ بھسلاے لیا

(مطلب) جس پر تلوار کا وار کیا تو وہ گھوڑے سمیت زمین پر آرہا -

---

شعر - سلیا لیا سر بھالے لے ثابت کٹار
کیا پھوڑ بکتر کوں چھاتی کے پار

(مطلب) بھالے لے کر کٹار سنبھالی جو بکتر کو توڑ کر چھاتی کے پار نکل گئی -

---

شعر - چلا ویں اگر دھنک ہاتی پہ توڑ
پڑے وو ہتی دیکھ اپس جیو چھوڑ

(مطلب) ہاتھی پر جب وہ وار کرتے تھے تو وہ فوراً بیدم ہو کر گر پڑتا تھا -

---

شعر - دیکھا ویں تو سلداں پہ توڑاں کے بھانت
اوڑیں ہو کہ چلکیاں متے گج کے دانت

(مطلب) اُن کے وار ایسے تھے جیسے گھن پر ہتوڑے کی ضربیں لگا اس مارے مست ہاتھیوں کے دانت چنگاریوں کی طرح اڑتے تھے -

---

شعر - کمر پر ستیں ہیں تو نیں لگ خبر
نکل جائے یک دل کو دو پھانک کر

(مطلب) کمر پر جب ھاتھہ پڑتا تھا تو اس وقت خبر نہیں ھوتی
تھی جب تک تلوار دو ٹکڑے کر کے نہیں نکل جاتی تھی

... ...
... ...

شعر - زرہ کا تو ھے وار بہلے میں حال
کہ بھر لوٹ انگے لرکے کاں رھے کلجال

(مطلب) زرہ کا حال پتلا تھا ! پر زور سیلاب
کے آگے کای کہاں ٹھیر سکتی ھے -

شعر - سٹے کاٹ یوں کافراں کو کٹھن
کہ قربانی بکریاں کو جیوں حج کے دن

(مطلب) ان شدید کافروں کو کاٹ کر اس طرح ڈال دیا
جیسے عید قربان میں بکرے قربانی کرتے ھیں -

لیکن اُدھر کے بہادر بھی کچھہ کم نہ تھے ' انھوں نے پھر قدم جما کر لڑنا شروع کیا —

شعر - دیے عین اجل پن دیکھت نیں ڈرے
کہ ناموس کوں بیش انگے جیو کرے

(مطلب) موت نظر آرھی تھی مگر اس پر بھی وہ نہیں ڈرے
کہ ناموس کے آگے جان کوئی چیز نہیں -

شعر - روش ہے عرابے سوں لڑتا سو دھور
کھدیڑے یہ دشمن کوں تا جاے دور

(مطلب) قاعدہ ہے کہ جو بہادر عرابوں کی حصار باندہ کر
لڑتاھے وہ دشمن کو پسپا کرکے تعاقب میں دور نہیں جاسکتا

شعر - کہ جوڑے یہ قابو سوں گاڑیاں کو تات
ھلیں تب بکھرتا ہے یک دم وو پھات

(مطلب) اس لیے کہ گاڑیوں کو اس طرح جوڑ کر مضبوط کھڑا کیا
جاتا ھے کہ اُس سلسلے کو توڑیں تو انتشار پیدا ھو جاتا ھے -

اگرچہ غنیم بیجاپوریوں کے حملوں سے پریشان ھو گیا تھا اور اس میں مقابلے کی تاب نہ رھی تھی لیکن ایک مشکل یہ آپڑی تھی کہ ندی پر اُس کا قبضہ تھا اور خوب سمجھتا تھا کہ بیجاپوری کیسے ھی بہادر کیوں نہ ھوں پیاسے لڑنا آسان نہیں ہے - ادھر دھوپ کڑاکے کی پڑنے لگی جس سے اھل لشکر کی بے تابی اور بڑھ گئی -

شعر - کہ جانے تھے چاتا تو نیں کچھ علاج
ولے ھویلگے عاجز تو پانی کے باج

(مطلب) وہ جانتے تھے کہ یہ معاملہ لا علاج ھے
پانی بغیر وہ خود بخود عاجز ھو جائیں گے

شعر - دیکھے دھونڈ تو بر جاے تھا وہ تھاس
جیوے کا بھوکا نا جیوے مار پیاس

(مطلب) غور سے دیکھو تو اُن کا یہ قیاس بجا تھا
آدمی بھوکوں جی سکتا ھے لیکن پیاس کا مارا نہیں جی سکتا

شعر ۔ کہ آ صبح تے واں بھری یک جو دھوپ
کھڑے تھے ہمی ہم سوں لڑلے جو چوپ

(مطلب) صبح ہوتے ہی دھوپ کا عمل شروع ہو گیا لشکری محض ہمت کے بل پر کھڑے لڑ رہے تھے۔

شعر ۔ پچھوڑی تھی دھوپ یک تو آ سر پہ اک
سلگتی تھی دوسری دورنے میں دھک

(مطلب) ایک تو سر پر دھوپ پڑ رہی تھی دوسرے دلوں میں آگ بھڑک رہی تھی۔

شعر ۔ سیوا کا وو لشکر تو صورت حرام
مگر نسل شیطان کا تھا تمام

(مطلب) سیوا کا صورت حرام لشکر شاید نسل شیطان سے تھا

شعر ۔ کہ یک پیش آتے کوں کرنے کو پس
دسیں پھر اوسی یک کی جاگے پہ دس

(مطلب) کہ ایک کو سامنے سے ہٹاتے تھے تو اس کی جگہ اور دس آجاتے تھے ۔

شعر ۔ دل اسلام کا تھا سو معدود تھا
کومک غیر حق ان پہ نابود تھا

(مطلب) اسلام کا لشکر گنا چنا تھا اور سوائے خدا کے کسی کی مدد کا آسرا نہ تھا ۔

شعر - لڑای تو پل پل کوں ایسی کھٹن
پڑی یوں کہ دیکھیا نہ ہوے عمر کن
(مطلب) لڑائی ہر لحظہ ایسی کٹھن ہوتی جاتی تھی
کہ کسی نے اپنی عمر میں کبھی نہ دیکھی ہوگی -

حال یہ تھا کہ ہوا تیروں سے بھر گئی تھی، سنگ لاخ زمین گولوں سے پٹ گئی تھی، ہاتھوں میں چھالے پڑگئے تھے اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا - اگرچہ لڑنے کی تاب و طاقت نہیں رہی تھی مگر صرف ہمت کے بل بوتے پر لڑرہے تھے - یہاں شاعر نے گرمی کی تپش اور پیاس کی شدت کو شاعرانہ رنگ میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

شعر - وجوداں میں روحاں دھری چٹپٹی
تندور آسماں تھا زمیں تھی بھٹی
(مطلب) روحوں نے جسموں میں کھلبلی مچا رکھی تھی
آسمان تنور بن رہا تھا اور زمین بھٹی -

شعر - لگے جوش کھا سر میں پکنے دماغ
زرہ جل کے دینے لگی تن پہ داغ
(مطلب) سر میں بھیجے جوش کھا کر پکنے لگے
اور زرہ تپ کر جسم پر داغ دینے لگی-

شعر - کیا سوک سب امرت کا چشمہ دھن
پڑی جیب بے آب ماھی نمن
(مطلب) دھن کے امرت کا چشمہ سوکھ گیا
اور زبان ماھی بے آب کی طرح تڑپنے لگی -

شعر - ھوا خشک لھو لیا نہ مصلت سوں تاب
کھڑک بن نہ تھا کس بی جاگے پہ آب
(مطلب) سختی کی تاب نہ لا کر لہو خشک ھو گیا
اور سوائے تلوار کے کسی جگہ پانی نظر نہ آتا تھا -

شعر - کھڑے تھے تو دھریک تے یک دل میں جوگ
ولے آب بن تلملیا سب ھی لوگ
(مطلب) اگرچہ ایک سے ایک لوگ اے کھڑا تھا مگر
بغیر پانی کے سب ھی بے قرار تھے -

نواب نے خیال کیا کہ اگرچہ فتح خدا کی عنایت سے ہماری ھے لیکن اس کا کیا علاج کہ ظالموں نے ھم پر پانی بند کر دیا ھے' لہذا اب ایک آخری حملہ کرنا لازم ھے یا تو یہیں شہید ھوے یا پھر اس مصیبت سے نجات پای - اس بیان کو نصرتی کے الفاظ میں سنیے —

شعر - سمج ھوی یو نواب کے دل میں راز
خدا تو دیا فتح کر سر فراز
(مطلب) تب نواب کے دل میں یہ بات آئی کہ
خدا نے ھمیں فتح سے تو سر افراز کیا -

شعر - پن اوس دیلداراں پہ ظالم بلا
بسائے ہیں لیا معصلت کربلا
(مطلب) لیکن ظالموں نے دیلداروں پر کربلا
کی سی صعوبت نازل کر رکھی ہے

شعر - کہ پکڑے ہیں لگ لرو و کافر پلید
ہوے آہ سب پانچ مارے شہید
(مطلب) پلید کافروں نے نہر پر قبضہ کر لیا ہے،
افسوس ہم سب یہیں شہید ہوجائیں گے

شعر - ہوا مج ایکا حملہ کرنا ضرور
کہ تب لگ بلا یو نہوے سر تے دور
(مطلب) اب مجھہ پر حملہ کرنا لازم ہوگیا کیونکہ
اُس وقت تک یہ بلا سر سے نہیں ٹلے گی -

شعر - وہیں دہور بولیا کہ اے یکہ تاز
سپاہی تیر انداز شمشیر باز
(مطلب) پھر فوراً اس بہادر نے للکار کر کہا کہ اے
یکہ تاز، تیر انداز شمشیر باز سپاہیو،

شعر - لڑائی تو مارے ہمیں پن ہے دھاک
مبادا کہ بے آب ہم ہوئیں ہلاک
(مطلب) ہم نے اگرچہ لڑائی مارلی ہے لیکن اندیشہ یہ
ہے کہ کہیں ہم بے آب ہلاک نہ ہو جائیں،

شعر - اگر اُن کی جا ہت لگے لر کا آب
دسے ناامیدی سوں تملا سراب

(مطلب) اگر ان کی بجائے صرت نہر کا پانی تمہارے ہاتھ لگا تو وہ نا امیدی کی وجہ سے تمہیں سراب نظر آے گا

شعر - نہ پانی کہ جس ہوے تو امرت کی چاہ
چلو میں لو لاتا ہوں بن خضر راہ

(مطلب) تلا کا وہ پانی جو امرت کی خاصیت رکھتا ہے - آج اب میں خضر راہ بن کر آپ کے لاتا ہوں -

شعر - کروں میں جو حملہ تو باقی یہ ساند
دیکھوں کیوں رہتے لر کے پانی کو باند

(مطلب) اب میں باغیوں پر حملہ آور ہوتا ہوں ، دیکھوں اب وہ کیسے پانی رو کتے ہیں -

شعر - کہیا سوچ سلمک تے گاڑے نیکال
شتر نال ہست نال لے مکھ پہ گھال

(مطلب) یہ کہتے ہی سامنے سے عرابے نکالے اور شتر نال اور ہت نال اُن کے منہ پر چلانے شروع کیے -

اس کے بعد آخری باب " فتح یافتن نواب بہلول خاں بر لشکر سیواجی و اورا ہزیمت دادن " کے عنوان سے ہے اور اسی پر مثنوی کا خاتمہ ہے - اس حملے اور فتح یابی کی کیفیت خود نصرتی کے الفاظ میں بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے —

شعر - وهیں خاصہ نواب جب چل دیا
دونو دھیر کی فوج کوں ھو گیا
(مطلب) جب نواب اس طور سے نکلا تو دونوں
طرف (یعنی ریسار) کی فوج کو بڑھایا

شعر - چھوٹے شیر یک دم چو زنجیر تے
هوے آ جو غرّش میں چو پھیرتے
(مطلب) جب یکبار کی زنجیر سے شیر
چھٹے تو ھر طرت غرانے لگے -

شعر - ترنگاں کے تل تے یہی گرد اوڑی
کہے یوں زمیں جا فلک سوں جوڑی
(مطلب) گھوڑوں کے نیچے سے اس قدر گرد اڑی
گویا زمیں آسماں سے جا لگی -

شعر - سکاریاں کی روئی جو ھو بوغلاف
فلک اور زمیں مل ھوا یک لحاف
ستارے روئی ھوگئے اور زمیں
(مطلب) اور آسماں مل کر لحاف بن گئے

شعر - کھڑا هو جو جاں ساندتا تھا غلیم
لڑائی پھر آناندتا تھا غلیم
(مطلب) غنیم جہاں کھڑے تھے وہیں جمع ھو گئے اور
اور پھر انہوں نے لڑائی شروع کی -

شعر - دسے فوج اون کی گرد جو رواں
ہوے تیرہ تپ تس کے لیکھے جہاں

(مطلب) اُن کی فوج گرد رواں کی طرح نظر آتی ھے
اور اُن کے حسابوں زمانہ تاریک ھو گیا تھا -

شعر - پھوٹے کرہ نایاں نے دشمن کے گوش
کیا مغز بھیجا ھو جا گے تے ھوش

(مطلب) قرناؤں کی آواز سے دشمن کے کان بہرے ھوگئے تھے
اور ھوش و حواس بجا نہیں رھے تھے -

شعر - نقاریاں تے میدان ھدر نے لگیا
کھڑا تھا سو جل رقص کرنے لگیا

(مطلب) نقاروں کی گونج سے میدان ھلنے لگا
اور پانی جو کھڑا تھا رقص کرنے لگا -

شعر - بہادر کے دشمن پہ طالع پڑے
دھڑاں میں دلاں دھاک سوں دھڑ دھڑے

(مطلب) دشمن پر بہادر نواب کے طالع غالب آئے اور
دل اُن کے جسموں میں خوف سے دھڑ دھڑ کر رھے تھے

شعر - ھوئی دل میں ھشیار نخوت کی گت
گھٹ اوسان کی ھوئی دلاں میں شکست

(مطلب) اب ان کے دلوں میں نخوت پیدا ھونی شروع ھوئی
لیکن اوسانوں کو دلوں میں پہلے ھی شکست ھو چکی تھی -

شعر - بڑی دھور کی جب صلابت کی چھاؤں
لگے اوڑنے بارے پہ دشمن کے پاؤں

(مطلب) جب نواب کی بہادری کا ظہور ہوا تو
دشمن کے پاؤں ہوا میں اڑنے لگے -

شعر - جو نواب کر رخ مخالفت کے دھیر
برسنے لگیا صف سوں یک مٹھ ہو تیر

(مطلب) نواب نے جب مخالف کی طرف رخ کیا
تو صف لشکر سے تیروں کے مٹھے برسنے لگے -

شعر - دیے چھوڑ سو مرغ تیراں شتاب
پیے بیٹھ انن سر کے کانسیاں میں آب

(مطلب) اور سیکڑوں تیروں کے مرغ چھٹے جو
ان کے سروں کے پیالوں میں گھس کے پانی پینے لگے -

شعر - جمی فوج یک پل میں ہوئی پھوٹ پھاپ
یکیک نھاسنے کوں دسے لاکھ باٹ

(مطلب) جمی جمائی فوج ایک پل میں تتر بتر ہوگئی
اور بھاگنے کے لیے ایک ایک کو لاکھوں رستے نظر آنے لگے -

شعر - کہے تو کہ گدڑے پہ ہاتی چھوٹا
بھریا تھا ھنگامہ سو یکدم پھوٹا

(مطلب) گویا گدھے پر ہاتھی چھوٹ گیا ہے اور وہ
بھرپور ھنگامہ ایک دم میں منتشر ہوگیا -

شعر - پھوٹے جمع تھے سو ہوے نا امید
دسی پل میں کالی زمیں سب سفید

(مطلب) یعنی منتشر مجمع نا امید ہوگیا اور وہ زمین جو کالی تھی سب سفید نظر آنے لگی

شعر - پڑے سو کوئی پڑے پہ کھند لات میں
دسے وو برابر ہو جا بات میں

(مطلب) بھاگڑ میں جو گر پڑے وہ کھند لے گئے اور رستے میں زمین کے برابر ہوگئے -

---

شعر - جتن کر وو پھر چھوڑ یوں لڑ چلے
نکھیا نیر واں لہو اپس بھر چلے

(مطلب) جب سب جتن کرنے کے بعد وہ نیر چھوڑ کر بھاگے تو نہر میں پانی کی بجائے اپنا لہو بھرا ہوا چھوڑ گئے

شعر - ہوئی لال بھویں یوں وہ کالی سکت
بیجاپور کن جدونکہ جوگی کا مت

(مطلب) وہ کالی کلوٹی زمیں اس طرح لال نظر آتی تھی جیسے بیجاپور کا جوگی کا مت -

---

شعر - نظر رن کے مردیاں کو دیکھت تھکی
کہے توں کہ پردا ہے یک ناتکی

(مطلب) نظر میدان جنگ میں مردوں کو دیکھتے دیکھتے تھک گئی یعنی معلوم ہوتا تھا گویا وہ ناتک کا پردہ تھا -

---

شعر - ہوا کیچ یوں لہو کہ تھانوں تھانوں
پھسلنے لگے بھویں پہ تیراں کے پانوں

(مطلب) جگہ جگہ لہو کے بہنے سے اس قدر کیچڑ ہوگئی تھی
کہ زمیں پر تیروں کے پانو پھسلنے لگے -

شعر - دیکھت تب کہ نواب دشمن سگل
چلیا لوکہ جھو سامنے تے نیکل

(مطلب) جب نواب نے دیکھا کہ تمام دشمن جان
سلامت لے کر بھاگ گئے ہیں تو

شعر - کہے حکم سب پر کہ اب بس کرو
چکانیاں پہ ظاہر نکو کس کرو

(مطلب) حکم دیا کہ اب بس کرو اور
بزدلوں پر زور نہ دکھاؤ

شعر - بھلے مرد کا مرد پر وار ہے
نگوڑیاں کوں چپ دیکھنا عار ہے

(مطلب) بھلے مرد کی لڑائی مرد سے ہونی چاہئے
ان کم بختوں کا تو دیکھنا بھی موجب عار ہے

شعر - کہ نہاٹے ہیں یولا جو کوتے کے پاؤں
نہ پھر سیں بچکتے ہیں دیکھہ اپنی چھاؤں

(مطالب) یہ کتوں کی طرح سے بہاگے ہیں اور
اپنے سایہ کو بھی دیکھہ کر بدکتے ہیں

شعر - کدھیں پھر کہ مردی پکڑ آئیں گے
کریں گے سو اپنا سزا پائیں گے
(مطلب) اگر پھر کبھی مرد بن کر آئیں گے
تو اپنے کیے کی سزا پائیں گے -

یہ کہہ کر نواب خدا کا شکر ادا کرتا ھے اور میدان جنگ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ھیں - اس وقت وھیں سارے لشکر کے ساتھہ پڑاو ڈال دیتا ھے اور تیز رفتار ھرکارے بھیج کر فتح کی خوش خبری ھر طرف بھیجتا ھے - جب خواص خاں کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ کے حکم سے بیجاپور میں جشن منایا گیا اور جگہ جگہ فتح کا خطبہ پڑھا گیا - قلعے پر سے بندوقیں اور توپیں چھوڑی گئیں - چونکہ بادشاہ کی یہ پہلی فتح تھی اس لیے گھر گھر مٹھائی تقسیم ھوئی - بادشاہ نے نواب بہلول خاں کو خلعت سے سر فراز فرمایا - اور ملک ملک میں اس فتح کی شہرت ھوئی -

یہ سب نصرتی کا بیان ھے جو اس نے اپنے آخری اشعار میں لکھا ھے - وہ اشعار یہ ھیں - ترجمے کی ضرورت نہیں کیونکہ اوپر کا بیان انھیں اشعار کا خلاصہ ھے ' علاوہ اس کے یہ اشعار ھیں بھی آسان —

یہی بات کر شکر حق لیا بجا
کھڑا رن پہ رہ شادیانے بجا

دیلایا اوسی تیار ڈیرے تمام
کیا واں سو بدل سوں اپنا مقام

خبر لے کہ اس فتح کا چار دھیر
چلے تیر پر شاطراں جیوں کہ تیر

خصوصاً سلے جب حکومت پناہ
خوشی بانٹنے جگ پہ کر حکم شاہ

بیجاپور میں عید کر آشکار
پڑا خطبہ اس فتح کا تھار تھار

جو تھے کوٹ پر بان بھانڈے تمام
دغا نے کوں فرمائے کر حکم عام

شہنشہ کی ہے فتح پیلی ککر
بلتائے بہوت گہر پہ گاڑیاں شکر

پٹھیا خلعتاں پادشاہی نواز
کیے سرتے نواب کو سرفراز

دیے شہرت فتح یوں شہر میں
کہ ہوئے قصہ پر ملک پر دھر میں

اس کے بعد نصرتی نے دو شعر اپنے اور اپنی کتاب کے متعلق لکھے ہیں —

ملکے جیوں رہنا نام ہر کامگار
زمانے پہ یک نقش ہو یادگار

وہیں "نصرتی" دھر کہ سرتے امس
لکھیا فتح * نواب نامے کا جس

* کاتب نے غلطی سے نتح کی جگہ نن لکھ دیا ہے -

(ہر کامگار یہ چاہتا ہے کہ اس کا نام دنیا میں یادگار رہے - اس خیال سے نصرتی نے ہمت کر کے نواب کی نام ملانے کے لیے یہ نامہ لکھا ہے) —

آخری شعر دعائیہ ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہے —

الہی زمانے میں جم ٹھانوں ٹھانوں
اچھو مجھ بچن تے یو مرداں کا نانوں

(الہی ! دنیا میں ہمیشہ جگہ جگہ میرے کلام کی بدولت اِن مردوں کا نام زندہ رہے) —

اس پر بے اختیار آمین کہنے کو جی چاہتا ہے —

اس میں شبہ نہیں کہ یہ مثنوی علی نامے کی ٹکر کی نہیں- وہاں مغلوں اور شیواجی سے بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں اور اُن لڑائیوں کی حیثیت عظیم الشان جنگوں کی ہے - اُن کے مقابلے میں یہ ایک چھوٹی سی لڑائی ہے اور فوج بھی کم ہے اور سلطنت کا وہ جاہ و جلال بھی نہیں جو علی عادل شاہ ثانی کے وقت میں تھا - تاہم بڈھے نصرتی نے اس میں بھی اپنا کمال دکھایا ہے اور بعض موقعوں پر وہی رزمیہ شان اور قوت کلام پائی جاتی ہے جو علی نامے میں ہے —

(۴)

قصائد و غزلیات اور کلام پر عام رائے

نصرتی کی تینوں مثنویوں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے ہو چکا ہے - لیکن علاوہ مثنوی کے قصیدہ گوئی میں بھی اس کا پایہ بہت بلند ہے - اور اس صنف میں قدیم اردو کا کوئی شاعر اسے نہیں پہنچتا - شوکت لفظی علو مضامین اور زور بیان جو قصیدے کی خاص صفات ہیں وہ نصرتی کے قصائد میں بخوبی پائی جاتی ہیں - اگرچہ نصرتی درباری شاعر تھا لیکن اس کی قصیدہ گوئی صرف بادشاہوں کی مدح و ثنا تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے جنگ کے واقعات اور مظاہر قدرت کے بیان میں بھی بڑے پر زور قصائد لکھے ہیں —

اُس کے بیشتر قصائد علی نامہ کے ضمن میں آگئے ہیں جہاں وہ کبھی جشن کی تقریب میں، کبھی فتح کی مبارک باد پر اور کبھی مظاہر قدرت کے بیان میں موقع موقع سے قصیدے لکھے گیا ہے - لیکن ان کے علاوہ بھی اس کے بعض قصیدے پائے جاتے ہیں - چنانچہ اس کا ایک طولانی قصیدہ جس میں تخمیناً (۱۳۶) اشعار ہیں معراج نبوی کے بیان میں ہے - اسے نصرتی کے "چرخیات" میں شریک کیا گیا ہے - قدیم دکنی میں قصیدے کی ایک قسم "چرخیات" سے موسوم کی گئی

ہے - یہ وہ قصائد ہیں جن کی تشبیب فلکیات سے متعلق ہوتی ہے چنانچہ اس قسم کے قصائد سلطان قلی قطب شاہ ' علی عادل شاہ ثانی اور دوسرے شاعروں نے بھی لکھے ہیں - نصرتی نے بھی یہ قصیدہ اسی قسم کی تمہید سے شروع کیا ہے اور معراج کی مناسبت سے سورج کے غروب ہونے اور چاند کے نکلنے اور رات کی کیفیت کو طرح طرح کی تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ بیان کیا ہے - ابتدائی شعر یہ ہیں :-

تخت پہ جب دن پتی سپج پہ کیتا گون
نس کا سنہدار تب گرم کری انجمن

صبح کا فراش چک شمع سے روشن کرے
ریگ سے تاریاں کی نت مانج گگن کا لگن

روز و شب کا مقابلہ اور چاند سورج کا دھاوا طرح طرح سے بیان کرتا ہے اور پھر یوں گریز کی ہے :-

نور سوں نس کیا عجیب روز کو روشن کرے
نس کے چلدر کوں جگا کیس کی دکھلا کرن

بلکہ جو سرجا خدا نور نبی سے دو جگ
تب سوں جمالی جہاں پون جلالی یوتن

نور خدا میں وہ مظہر دیس دین وہ
ہے شہ کونین وہ خلق کے جیو کا جیون

سرور پیغمبراں مفخر نام آوراں
مالک پورب پچھم والئی اتر دچھن

طبع کی سجھہ شہپری خوش ہوئی پرواز کوں
دھر کے بلند بام کے پانچویں کھن پر گون

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے اور خاتمہ پر بادشاہ (محمد عادل شاہ) کی مدح کرتا ہے - جس کے چند شعر یہ ہیں :-

حمد ہے ملعم کرا خلق پہ اس دور کے
ہے جو سمئی رسول خسرو ملک دکن
صاحب دین و دول مالک ملک و ملل
عالم علم و عمل عامل نص و سنن
معدن جود و سخا مطمع لطف و عطا
حامیٔ دیں باوفا ماحیٔ کفر کہن
صاحب فضل و هنر صف شکن بحر و بر
ملجأ فتح و ظفر هادیٔ شمشیر زن
سچ ہے نکچ رچہ رہیا آپ سوں سلامت کا
دیکھ جسے دانگ اتے دیو دسا سر کرن
شر هوا دنیا کرا شوق سوں بھا یا بلی
عدل شجاعت کرا باندھکے سہرا کلگن
گرچہ کسی مرد کوں هاتھہ نہ دی تھی ولے
شہ نے کاہزک کیا لاکے پرت کی لگن
بھول کے پل پل کوں بل جاے توکچھ شک نہیں
شہ سا نہ دیکھی بلا عمر سلیں بھچ سہن

شہ سا سو لچھن نول کون ہے جگ میں کہو
یاد سوں جس اسم کی جاے کد ورث محن

راج سوں شہ کے سدا حق تے دعا امن پا
جیو سوں ملگے ہت پسار دور کے سب مرد و زن

لطف سوں دھریا اِلٰہ شاہ کی شاہی تلک
جگ میں جلک پر اچھے عیش پرت کے پٹن

جام سوں عشرت کے جم بزم پر معمور ہو
چرخ میں دن رین کی گرم ہے جوں انجمن

شہ کی ثنا " نصرتی " نغز نول یوں لکھے
دور کے دفتر اوپر سر اچھے ہر یک بچن

یہ ابتدائی زمانے کا قصیدہ ہے۔ علی نامہ میں جو قصیدے اُس نے لکھے ہیں وہ بہت پرزور اور شاندار ہیں۔ قصائد میں عام طور پر اور خاص کر رزمیہ قصیدوں میں بلندیٔ خیال اور علو مضمون کے علاوہ بہت کچھ دار و مدار الفاظ کی شان و شوکت پر ہوتا ہے۔ نصرتی نے ہر موقع پر الفاظ کے انتخاب اور بر محل استعمال میں کمال دکھایا ہے جس سے واقعات کے بیان میں بڑی قوت پیدا ہوگئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دوسرے شعرا کے مقابلے میں اس کی زبان زیادہ مشکل ہوگئی ہے۔ اس کے قصائد میں مبالغہ بھی ہے (اور قصیدوں میں مبالغہ ہوتا ہی ہے) لیکن بے لطف نہیں۔ تشبیہات و استعارات بھی اُس نے خوب لکھے ہیں ان میں جدت

دکھائی ہے —

علی نامے میں کل سات قصیدے ہیں اور یہ سب بڑے بڑے ہیں - جن میں سے ایک ۲۲۰ شعر کا اور ایک ۱۵۸ شعر کا، ایک ۱۵۰ شعر کا اور ایک ۲۱۸ کا ہے - سب سے پہلا قصیدہ قلعۂ پنالا کی فتح پر لکھا ہے جس کا خلاصہ اور چند شعر نمونے کے میں پہلے لکھ چکا ہوں - دوسرا قصیدہ بادشاہ کی فتح اور جوہر صلابت خاں کی شکست کے متعلق ہے - اس کا مطلع یہ ہے —

علی عادل شہ غازی نو شاہ بوالمظفر کوں
دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کوں

اس میں جوہر کی نمک حرامی اور بادشاہ کی شجاعت، بادشاہ کے ہاتھی، گھوڑے اور تلوار کی تعریف، جنگ کے معرکہ اور کشت و خون کا ذکر شاعرانہ رنگ میں کیا ہے —

اس فتح کے بعد بادشاہ جب دارالحکومت بیجاپور کی طرف مراجعت کرتا ہے اور فتح کی خوشی میں جو جشن کیا گیا ہے اس پر ایک بڑا قصیدہ لکھا ہے - جس کا مطلع یہ ہے —

اے شہ توں ہم نام علی شاہاں پہ تیری سروری
دلدل فلک کا رام تجہ کرتا زمانہ تلہری

چونکہ یہ زمانہ سردی کا تھا، تو اسی قصیدے کے ضمن میں ایک دوسرا قصیدہ فصل زمستاں کی تعریف

میں مختلف قافیہ و ردیف اور بحر میں لکھا ہے ' جس کا مطلع یہ ہے —

دی ہے زمستاں نوکری تو نکلا اوچا دھلد کار آج
سردار ہو باد خزاں تھلک کا رچیا ہے بہار آج

اس ضمنی قصیدے کے بعد اصل قصیدہ جاری رکھتا ہے جس کا مطلع ثانی یہ ہے —

اے نرپتی بہوگی سگھر تجھ بھول دنیا استری
پل پل سلوارے تجھ انگے ہردم دکھا لے دل بری

چھٹا قصیدہ مجلس عاشورہ کی تعریف میں ہے - اس کا مطلع یہ ہے —

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کے سرجنہار کا
افلاک کا اونچا چھجا باندیا ہے کس بستار کا

اس میں مجلس کے انعقاد اور شہادت کا کسی قدر ذکر ہے - مطلع ثانی اور اس کے بعد کے چند شعر میں بادشاہ کی تعریف کرکے والدۂ بادشاہ حاجی بڑے صاحبہ کی مدح اور حسینی محل کی تعریف بڑی شان سے لکھی ہے - یہی وہ محل ہے جہاں مجلس عاشورہ ہوتی تھی - اور اس تعلق سے مجلس کی ترتیب' مرثیہ خوانی اور ماتم کا ذکر کیا ہے - نو دن رات تو یہ مجلسیں ہوتی رہیں ' دسویں شب کو بادشاہ کے حکم سے شہر میں علم نکالے گئے —

نوئدیس ہور نو رات ادک رونق تو یو چڑتا کہے
دسویں دین میں تقل کی جیوں وقت آیا مارکا

فرمائے شہ تا شہر گشت اپے شدیاں کا کارنے
دھولیو اندھارا نور سوں ظلمات کے رخسار کا

اس شہر گشت کا حال بڑی خوبی سے اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ساتواں قصیدہ جو فتح ملنار پر ہے بہت طولانی ہے اور پر شکوہ ہے ' اس کا مطلع یہ ہے —

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا تو نانو کاری ہے وصی د شاہ مرسل کا

یہ بڑے شان کا قصیدہ ہے اور یہاں رزم و بزم کے بیان میں نصرتی نے بڑا کمال دکھایا ہے - اُسے خود بھی اس قصیدے پر ناز ہے —

سنو یک فتح کا شہ کے قصیدہ بے بدل یاراں
کہ ہر یک مختصر مضمون دھرے معنی مطول کا

اگر گلشن عشق اور علی نامے کے قصائد کو یکجا کرلیا جائے تو دو قصیدے رہ ہوجاتے ہیں —

ان کے علاوہ اس کا ایک ہجویہ قصیدہ بھی ہے ایک دوسرا علی عادل شاہ کی مدح میں اور ایک اپنے گھوڑے کی مذمت میں ہے - غرض اس طرح کُل بارہ قصیدے ہوئے جو اب تک دستیاب ہوے ہیں -

ان میں صرف دو قصیدے ایسے ہیں جن میں نصرتی

نے عام رواج کے مطابق تشبیب لکھی ہے - پہلے ایک تو معراج والا قصیدہ اور دوسرا جو علی عادل شاہ کی مدح میں ہے - مجلس عاشورہ کے قصیدے میں حمد و نعت اور منقبت کے بعد شہادت کا کسی قدر ذکر ہے - باقی مبارک باد کے قصیدے بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتے ہیں - مبارکبادی کے قصیدوں میں مدح کے علاوہ اس نے زیادہ تر یا تو جنگ کا ذکر کیا ہے یا جشن وغیرہ کی کیفیت دکھائی ہے - البتہ مجلس عاشورہ کے ذکر میں دوسری چیزوں کے ساتھ علموں کے نکلنے ' مرثیہ خوانی ' الاوا وغیرہ کا حال بھی درج کیا ہے - مثلاً مجلس مرثیہ خوانی کی نسبت لکھتا ہے —

جب شہ اپیں اِس بزم کوں ترتیب دے مجلس کریں
ہوے فیض خاص و عام پر یک دھات ادکہ ایثار کا

شکر پھوتانیاں کے طبق گویا لگن تارے بھرے
چلدر سے کاسیاں بھر سبھے شربت کیتی پرکہار کا

یوں مرثیہ خواں مست گرزاری میں ہر دل کو ستیں
حیرت سوں نار ہے کس ملیں احوال کچھ ہشیار کا

دائم جو پھرے تھے محبت جو تخم غم کا دل ملیں
انجواں کی خوشیاں سوں ہوا حاصل رو لک انہار کا

اسی کے ساتھ الاوے کا ذکر کرتا ہے —

تھا عاشقاں کے دل نمن ہر یک علاوہ سوز میں
جیوں آہ مہجوراں اوٹھے ہر ہر شرارہ نار کا

ماتم میں جلتیاں کوں جلم پھونیں علاوہ تس گھڑی
تھا لال ماتی تے بی کم کھلدلات تھر انگار کا
تس چار دیواری میں بھر لگتے کھنے کھن چپ دیوے
تب ہوے ستاریاں کا گگن شرمندہ ہر دیوار کا
اب علموں کا ذکر سنیے :-
نو دیس اور نو رات ادک رونق تویوں چڑتا گیے
دسویں رین میں قتل کی جیوں کی وقت آیا مار کا
فرمائے شہ تا شہر گشت اپنے شدیاں کا کاڑلے
دھولیو اندھارا نورسوں ظلمات کے رخسار کا
شہ کے نکلتے کر شدے سب شہر میں ھلھل ھوا
ہر صحن میں یک ہو رھیا عالم بہتر ہور بہار کا
بسلا جو دیویاں کے رتن کوندن اوجالے کا کیا
ہو جوت لک لکنے لگیا رستہ صفا بازار کا
جملے میں رونق جا بجا جھوں شاہ کے نکلے شدے
چوندھر اوتھیا یک ہاک ہو دل پایک و پروار کا
علموں کی آرائش کا بیان اس طرح کرتا ہے -
ہر ہر شدے کے تن اوپر تھی کثرت ایسی نور کی
سورج کوں جس کے سامنے طاقت نہ تھا چکہ چار کا
سہرے ثوابت سے سہیں ہور کہکشاں سے نو سری
عقد ثریا تے ادگ ہر یک ایلاتہ ھار کا
دو دھر فرشتے رحمتی پلکھے کر اپنے پر پھیریں
حوراں کے چک کے ہت چلور تھا طرۂ طرار کا

مجمر کے مہکاراں تے ہوے دن کا گریباں مشکبو
دامن رین کا عطر سوں نافہ ہوا تا تار کا

جہاں وہم دوڑے وہاں تلک یوں حسن کی داتن ہوئی
نہیں بہس سکتی تھی نظر کر سعی لگ بیمار کا

تارے تو اکثر دیس کوں افلاک پر دستے ہیں کم
پن پھوٹیں ستاریاں سوں بھرے دیکھا جگت اتبار کا

کہیں خوب پتلیاں سوں دسیں مہیلدیاں پریاں کی شہوسہاں
بد شکل ویتاں سوں کہیں دامن دسے کہسار کا

تصویر کی مہیلداں پہ یوں وانر دسیں سوکا سوں جیوں
کہتا ہے کچھ لنکا میں جا ہنونت رام اوتار کا

کہیں گرز پلکھیاں کے بچے سیمرغ کے انڈرے کہیں
کہیں قاف ہور شرزا چول کہیں اژدہاے غار کا

کہیں چمن کے تختے نول دیکھلائیں بندرابن نوی
کہیں رست چو بھالیاں کی خوش بسرائے دل دوار کا

اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپس کے میل جول سے ہندؤں کی رسمیں کس قدر اسلامی معاشرت اور تہواروں میں اثر کر گئی تھیں گویا محرم میں دسہرے کا رنگ نظر آتا ہے ۔

اب میں نصرتی کے کلام میں سے کچھ کچھ اقتباس دیتا ہوں جس سے اس کی قوت بیان اور تخیل کی پرواز کا اندازہ ہو گا ۔ بادشاہ نے

جب سیدی جوہر کی سرکشی کا خاتمہ کر کے بلدۂ بیجاپور کی طرف مراجعت کی ہے تو اس خوشی اور مبارکباد میں نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے' اس کے بیان کا زور ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو - سیدی جوہر نے بغاوت کی ہے اور فوج لے کر مقابلہ کو نکلا ہے - بادشاہ اس کی سرکوبی کے لیے بذات خود حملہ کرتے ہیں - بادشاہ کی شمشیر زنی کی کیفیت یوں بیان کی ہے —

برسیا کھڑگ کے ابر تے یوں تس پہ پانی قہر کا
خشکی پہ سارے بحر ا وبل چوندھر چلے لہو کی تری

(بادشاہ کی تلوار کے ابر سے قہر کا پانی ایسا برسا کہ سارے دریا طغیانی سے اُبل پڑے اور چاروں طرف لہو کا سیلاب موجیں مار رہا تھا) —

دریا ؤرگت تے جوش کھا لنکا کوں کیتے غرق جب
موجاں تے پا یہ سیت کا ڈھل جا ڈوبے رامیسری

(جب خون کے دریا نے جوش کھا کر لنکا کو غرق کیا تو موجوں کے زور سے پل کا پایہ بیٹھ گیا اور رامیشورم ڈوب گیا) —

کھایا شکست یوں پست ہو اس کل مُکھی نے فوج سوں
تاریاں سوں جیوں نس ہوے ہوا دیکھ آفتاب خاوری

(اس رو سیاہ نے ذلیل ہو کر اس طرح شکست کھائی جیسے آفتاب عالم تاب کو دیکھتے ہی رات کے تارے ہوا ہو جاتے ہیں) —

نہاٹا وطن میں گرچہ یوں بھکانہ اوس تے جگ ھوا
تس جھوبی تن ست جاے بن دیکھیا نہ اپنی بہتری

(اگرچہ وہ وطن کو بھاگ گیا لیکن زمانہ اس سے ایسا بیگانہ ھو گیا کہ بغیر جان دیے اُسے اپنی بہتری کی کوئی صورت نظر نہ آئی) —

جب شہ کھڑگ کے آب سوں جیوں آگ فتنے کی بو جا
دارالخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری
یوں اوچتے یکبارگی باجھیا دمامہ کوچ کا
جگ کی خوشی کی ھانک تے گوش فلک کو کر کری

(جب بادشاہ کی تلوار کی آگ سے فتنے کی آگ بجھہ گئی اور دارالخلافہ کی طرف مراجعت کا عزم فرمایا تو یکبارگی کوچ کے نقاروں کے بجنے اور اھل زمانہ کی خوشی کے نعروں سے فلک کے کان بھرے ھو گئے) —

جوں موج شہ کا فوج تس جل تھل اوپر تے یوں چلیا
دریا کی جیوں اوپرال تے چلتا ھے باد صر صری

(دریا کی فوج خشکی اور تری پر موج کی طرح اس طرح چلی جیسے دریا کے اوپر سے باد صر صر گزر جاتی ھے) -

ویسے میں آکر تھلک نے ایسا دکھائی زلزلہ
پیدا ھوئی جس دھاک تے تن میں سورج کے تھر تھری

(ایسے میں تھلک نے ایک زلزلہ برپا کر دیا جس کے ڈر سے سورج کے بدن میں تھر تھری پیدا ھو گئی) —

اس کے بعد وہ اسی قصیدے میں " فصل زمستاں "

کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جاتا ھے —

نصرتی کی رزمیہ نگاری کی کیفیت علی نامے کے ذکر میں آ چکی ھے - اُس مثنوی میں اُس نے اپنی قوت بیان ' بلندیء تخیل ' معلومات زمانہ اور قدرت زبان سے یہ ثابت کر دیا ھے کہ رزمیہ نگاری میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا - اب میں اس کی شاعری کے دوسرے پہلوؤں پر نظر ڈالنا چاھتا ھوں —

قدرتی مناظر وغیرہ

نصرتی نے اپنی مثنویوں میں جگہ جگہ قدرتی مناظر کا بیان کیا ھے اور ھر مقام پر اس کا اسلوب نیا ھے - اکثر وہ ان مناظر کو موقع اور محل کی مناسبت سے اس طور پر بیان کرتا ھے کہ وہ واقعہ کا جز معلوم ھونے لگتے ھیں - اگرچہ بعض مناظر کے اشعار مثنویوں کے بیان کے دوران میں اس سے قبل آ چکے ھیں ' تاھم یہاں چند مناظر سے کچھہ کچھہ اشعار نقل کیے جاتے ھیں جن سے شاعر کی قوت مشاھدہ اور تخیل کا اندازہ ھو سکے گا —

چاندنی کا سماں کیا خوب بیان کیا ھے —

شعر - چندر جب گگن کے کہستاں تے
حشم لے کے نکلیا بڑی شاں تے

مطلب) چاند جب آسماں کے کوھستان سے
بڑی شان کے ساتھہ اپنا حشم لے کر نکلا

شعر - کہا کر سورج کوہ مغرب میں جان
لگی مارنے نس شہاباں کے بان
(مطلب) سورج جب کوہ مغرب کی طرف جانے لگا تو
رات شہابوں کے تیر مارنے لگی

شعر - دھواں جوت انگے دب نرالا ہوا
اندھارے پہ غالب اجالا ہوا
(مطلب) دھواں چاند کی روشنی کے آگے غائب ہوگیا
اور اندھیرے پر اجالا غالب آ گیا

شعر - پڑیا چاند کے مکھ تے پرتو جو صاف
ہوئی آرسی سب زمیں بیخلاف
(مطلب) جب چاند کے چہرے کا عکس پڑا تو
ساری زمین فی الواقع آئینہ بن گئی۔

شعر - لگیا لکلکانے زمیں کا طبق
سرے ہوں اکھلتے جیوں روپیرے ورق
(مطلب) طبقۂ زمین جگمگانے لگا اور یہ معلوم ہوتا تھا
کہ گویا روئے زمین پر رو پہلے ورق مڑھ دیے ہیں

شعر - سورج دیکھ مغرب میں چاند لے کی چھانوں
ملنگیا دیکھنے پھر پچھیں سمت کے پانوں
(مطلب) سورج نے مغرب میں چاندنی کا یہ سماں دیکھا
تو اُس نے اپنے قدم پیچھے ہٹا کر پھر اسے دیکھنا چاہا

اس آخری شعر میں نصرتی نے مشاہدے اور تخیل کی آمیزش کا کمال دکھایا ہے - کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے اور یہ اتفاق نادر ہوتا ہے کہ ایک طرف سورج غروب ہو رہا ہے اور دوسری طرف چاند طلوع کر رہا ہے اور کچھہ دیر کے لیے دونوں ایک ساتھہ نظر آتے ہیں - کہتا ہے کہ مغرب میں سورج نے جو یہ سماں دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور چلتے چلتے اس نے پلٹ کر پھر اسے دیکھنا چاہا - یہاں قدرتی منظر کے مشاہدے میں شاعر نے جو تخیل کی چاشنی دی ہے وہ نہایت پر لطف ہے —

ایک جگہ اس نے بہار کا سماں باندھا ہے - اگرچہ وہ سعدی کے بہاریہ قصیدے کے سامنے کچھہ حقیقت نہیں رکھتا تاہم اس نے استعارے اور تشبیہہ سے جس طرح کام لیا ہے وہ کچھہ کم قابل تعریف نہیں —

شعر - سورج آ جو بیت الشرف کے ملجہار
دیا بھوئیں کوں جب خلعت نو بہار

(مطلب) سورج نے بیت الشرف میں جلوہ افروز ہو کر
زمین کو خلعت نو بہار عطا فرمایا

شعر - کیا حسن پیدا زمانہ نوا
دھری نوجواں ہو کے خوبی ہوا

(مطلب) زمانہ نے ایک نیا حسن پیدا کیا
اور ہوا نوجوان ہو کر اپنی خوبی دکھانے لگی

شعر - دیا آبرو پھولین کوں ابھال
گلاں سرخ رو ہو رہے بالے بال

(مطلب) ابر نے چمنستان کو آبرو بخشی
اور پھول سر تا پا سرخ رو ہوے

شعر - لیے چھین گل گلعذاراں تے رنگ
لے آیاں کلیاں دلکوں خوباں کے تنگ

(مطلب) پھولوں نے گلعذاروں سے رنگ چھین لیا تھا
اور کلیوں میں معشوقوں کے دلوں کی تنگی آ گئی تھی

شعر - بچے سرو کے قد میں سیدھے ہوے
گلاں چاند کے نور دیدے ہوے

(مطلب) سرو کے بچے قد میں سیدھے ہوے
اور پھول چاند کے نور دیدے بنے ہوئے تھے -

شعر - ہنسے پھول ہو شوق کی گد گلی
رہی ناز میں مسکتاتی کلی

(مطلب) شوق کی گد گدی سے پھول ہنسے پڑتے تھے
اور کلیاں ناز سے مسکرا رہی تھیں

شعر - چلی جیونکہ بڑتی چنبیلی کی بیل
گلے ہار ہو لائی چنپے سوں کھیل

(مطلب) چنبیلی کی بیل بڑھتی چلی اور دل لگی
میں چنپے کے گلے کا ہار ہو کر لپٹ گئی

شعر - جوانی میں سبزے لے آتا چلیا
مدن بان ریحان پاتا چلیا

(مطلب) سبزہ جوانی پر آرھا تھا اور
مدن بان میں خوشبو پیدا ھو رھی تھی

شعر - ھر یک گل کے دیدے میں داتیا مدن
ھر یک شاخ کوں پھل کے نکلے جوبن

(مطلب) ھر پھول کی آنکھوں میں مستی بھری ھوئی تھی اور
ھر شاخ میں پھل کا جوبن نکل آیا تھا

شعر - ھوا زلف سنبل تے جل بے شکیب
لٹک سرو بارے کوں دیکھا فریب

(مطلب) پانی زلف سنبل کے نظارے سے بے قرار تھا
اور سرو اپنے ناز سے ھوا کو فریفتہ کر رھا تھا

شعر - بھولا نے انکھیاں مار بابل کا من
۲۶ چک میں لالے نے کالا انجن

(مطلب) اشاروں سے بلبل کا من موھنے کے لیے
لالے نے اپنی آنکھوں میں کالا کا جل لگایا

شعر - پلکھی ھر ھر یک گل پہ شیدا دسیا
ھر یک دل میں یک حال پیدا دسیا

(مطلب) ھر پرندہ ایک ایک پھول پر شیدا معلوم ھوتا تھا
اور ھر دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ھو رھی تھی

نظم ملکار کے قصیدے میں باغ کی کیفیت جو اس نے بیان کی ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے - حوض کی وسعت اور گہرائی کی نسبت کہتا ہے —

تھا کچھیک حوض ڈونگا ہے فلک جاں تھر لے سکیے

یعنی حوض اس قدر گہرا ہے کہ جس میں افلاک تھر سکتے ہیں —

جب اُس صاف شفاف پانی پر ہوا چلتی ہے تو موجوں کی جو حالت ہوتی ہے اُس کی تشبیہ ملاحظہ کیجیے -

چلیں باد صباتے خوش صفا پانی پہ مرجاں یوں
کہ جیوں محبوب کے مکھ پر ڈھلک زلف مسلل کا

اس کے بعد شاعرانہ مبالغہ ہے —

فلک سقاے خضری ہو پلاوے تھر سو جگ کوں
سورج کے جام سوں بھرتا ہے نت واں مشک بادل کا

(فلک سقاے خضر ہوکر ساری دنیا کو پانی پلاتا ہے اور وہاں بادل کی مشک ہمیشہ سورج کے پیالے سے بھرتا ہے) —

باغ کے سامنے حوض کی صفائی اور پاکیزگی کی تشبیہ دیکھیے —

دس آوے باغ کے آنگے صفائی حوض کی ایسی
سلواری دھن رکھے ہے یوں انگے آئینہ صیقل کا

باغ کے سامنے مصفا حوض ایسا ہے جیسے بنی سنوری معشوق کے سامنے صیقل کیا ہوا آئنہ ہے

ذیل کے شعر میں زمین کی سیرابی اور اس سے درخت اگنے کی شان کو کس خوبی سے بتایا ہے —

اوپر پاتال لگ بھوئیں تے بھریا ہے گنج پانی سوں
تاہیں ہر رکھ اوٹھیا ہے یوں سدنگ فوارہ جیوں کل کا

اوپر زمین سے پاتال تک پانی کا خزانہ بھرا ہوا ہے اور نیچے سے ہر درخت اس طرح نکلا ہے جیسے کل کا خوب صورت فوارہ —

اس مبالغہ کو دیکھیے —

سرایت آب شیریں کر بھلایا بھوئیں کوں یوں رس میں
بتاے پر نیشکر ہوے لگے کر روپ دیونل کا

آب شیریں نے زمین کو رس سے اس طرح سینچا ہے کہ نرسل بڑھ کر نیشکر کا روپ اور مزہ پیدا کرتا ہے —

ہر یک پھل ڈال پھولاں سوں گواوے چھب کی نولاسی
جتی پر شاخ میوے کی اُسے دعویٰ سدا پھل کا

ہر پھولوں بھری شاخ کے سامنے حسن کی نزاکت اور نرمی ہیچ ہے اور جو میوے سے لدی شاخ ہے اسے سدا پھلنے پھولنے کا دعویٰ ہے —

پڑے ملتوریاں میں تے یوں صبا کی دھوپ سبزے پر
ہری اطلس اوپر گویا لکھے ہیں نقش زرحل کا

پھولوں کے منقوروں میں سے صبح کے وقت کی دھوپ سبزے پر اس طرح پڑتی ہے جیسے ہری اطلس پر حل کیے ہوے سونے کے نقش ہوں —

صبا تختیاں کے صفحیاں پر لکھی سو لوح پھولاں تے
لیا ہر کالوا جا کا کنارا نیت جدول کا

صبا نے چمن کے تختوں صفحوں پر پھولوں سے تحریر کی اور اس کی ہر نہر بمنزلہ جدول کے ہے —

خمیاں ڈالیاں تے دستے یو کنول پانی سوں چشمیاں میں
روپے کی آرتی کے جیوں چمک پر ووٹ آنچل کا

یعنے جھکی ہوئی ڈالیوں کی وجہ سے پانی کے چشموں میں کنول کی یہ صورت ہے جیسے چاندی کی آرتی کے روشن دیوں پر آنچل کی اوٹ ہو —

کیا خوب تشبیہ ہے اور کیا پاکیزہ بیان —

کسی پھول ڈال پر کوئی گل دسے نا ہے جواب اکثر
پکڑتی ہے نظارے میں نظر احوال احول کا

کسی ڈالی پر کوئی پھول ایسا نہیں ہے کہ اس کا جواب نہ ہو (یعنے ایک پھول کے جواب میں دوسرا ویسا ہی پھول تھا) جس کے دیکھنے میں نظر احول کی نظر معلوم ہوتی (جو ایک کے دو دیکھتی ہے) —

ایک دوسرے قصیدے میں باغ کی کیفیت ان اشعار میں بیان کی ہے اور کیسی سچی اور اچھی تعریف کی ہے —

شعر — ہرگز نہ کس یک پھول پر سورج کی لگ سکتی نظر
ہے چتر ایسا سر بسر ہر برگ سایہ دار کا

(مطلب) کسی ایک پھول پر بھی سورج کی نظر نہیں پڑ سکتی
کیونکہ اس پر برگ سایہ دار کی چھتری لگی ہوئی ہے

شعر - سہتے ہیں کالے نہر کے یوں کالوے گلشن ملے
جیوں کیس بکھرے جا دسے رخ مدمتے دلدار کا

(مطلب) گلشن میں کالے پانی کی لہریں بہتی ہوئی ایسی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں جیسے مست دلدار کے رخ پر بکھرے ہوے بال۔

شعر - خوشبو سوں پھولاں کے چمن پائی تھی یوں پروردگی
ہر کالوے کا اب ہوے پھل نہر ادک مہکار کا

(مطلب) پھولوں کی خوشبو سے چمن نے ایسی پرورش پائی تھی کہ ہر نہر کا پانی پھولوں کا عرق بن گیا تھا جس سے سارا چمن مہک رہا تھا۔

بن نور کے جنگل اور چشمے کا بیان بھی خوب لکھا ہے اس مقام کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

کہیں رکھ دار چیلی کے دھریں سو پوست میں لذت
رکھے سو مغز میں خوشبو کہیں تو بن ہے صندل کا

کیتے رکھ جام و جامن ہور پھنس ہور توت تھلدر کے
بھلاواں کئیں ہے کئیں ہرا ہے کئیں ماپھل و مہلدل کا

رنگا رنگ کے گلاں خوشبو معطر جگ کر نہارے
دس آوے رائے چنپا جہاں کیوڑا پھول پاڑل کا

صفا پانی کے چشمیاں میں سہے یوں چھانوں پر سہامی
سواد انکھیاں کوں جوں دیوے درس چشم مکحل کا

(یعنی صاف شفاف چشموں میں کالی کالی چھانو ایسی بھلی معلوم ہوتی تھی جیسے سرمگیں آنکھ کو

دیکھہ کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں) -

دسیں یک یک کواڑے میں گویاں کئی لاکھہ باگاں کی
ہر یک تونگر کے دامن وطن کئی گرگ راسول کا

اور اس کے آگے کیا خوب مصرع لکھا ہے -

رین ہور دیس اس جاگہ یہ ہو ہمدرس بیٹھے ہیں

یعنی وہاں جنگل اس قدر گھنا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دن اور رات اس جگہ ہمدرس ہو کر بیٹھے ہیں یعنی جیسے ہمدرس یا ہم جماعت طالب علم بے تکلف ہوتے ہیں اسی طرح وہاں رات اور دن دونوں بڑی بے تکلفی سے ایک جگہ بیٹھے تھے - ایک دوسرے مقام پر اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے -

اندھارا ملیا یوں دسے نور سوں
کہ دن جفت ہے شام دیجور سوں

مبارک باد کے اس قصیدے کے ضمن میں موسم کے لحاظ سے جاڑے کی شدت کے متعلق بھی ایک قصیدہ لکھا ہے - اس قصیدے میں اصلیت کم ہے اور شاعرانہ تخیل کا رنگ زیادہ ہے - چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

اوپڑیا ہوا کا فوج یوں شبنم کیاں گولیاں چھانٹتا
ڈرسوں اگن سوں چھانپ لے دب رہی ہے تھارے تھار آج

(ہوا کی فوج شبنم کے گولے اڑاتی ہوئی نکلی ہے ' اس کے ڈر سے آگ ہر جگہ شعلہ چھپائے دبی پڑی ہے) -

وو اگ کہ کوی مارے تو دم اٹھتی تے ہو سب تن زباں
ویسی بی سر کش سر نوا پیلی دسے سدھار آج

(وہ آگ جو ذرا بھی کوئی دم مارتا تو سراسر بھڑک اٹھتی تھی آج ایسی سرکش ہستی بھی سر جھکاے اور زرد رو نظر آتی ہے)

شاعرانہ رنگ میں کیا خوب شعر کہا ہے -

بیشک وطن اس جگ تے سٹ جاتی اگن ہو بے نشاں
گر دل میں اپے عاشقاں دیتے نہ اس کو ٹھار آج

(اس میں شبہ نہیں کہ اگر عاشق اسے اپنے دل میں جگہ نہ دیتے تو آگ کبھی کی اس دنیا سے کوچ کر گئی ہوتی)

حوض ایک ہوا کا یوں دسے مشرق تے مغرب لگ بھریا
کانپے فلک جیوں بر بوڑا بیٹھی تو تس کی لہر آج

(ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشرق سے مغرب تک ہوا کا ایک حوض بھرا ہوا ہے اور فلک اُس بلبلے کی طرح کانپ رہا تھا جس کی موج نیچے بیٹھ رہی ہو)

شبلم جو اُجلا چھاچ سا آشہر سے جل میں پڑیا
ہر باٹوں ہوی ہے دھیں ٹھلڈی جم نور سب یکبار آج

(شبنم جو چھاچھ سی سفید ہے دودھ جیسے پانی میں پڑی ہے، جس سے ہر باولی کا پانی جم کر ٹھنڈا دھی ہو گیا ہے)

جل تھیج ہر ایک چہ بچہ بلور کی درپن دسے
اے چاند بیگی دیکھ لے تس بیچ اپس دیدار آج

(پانی کے جم جانے سے ہر ایک چوبچہ بلور کا آئینہ ہو گیا ہے - اے چاند جلدی سے تو اپنا دیدار اس آئینے میں دیکھ لے) -

ہر رکھ کوں بارا مارتے پھلے ہوے ہیں پات سب
ہر یک نگر کے باغ جہاں ہے تھلک سوں بیمار آج

(ٹھاڈی ہوا چلنے سے درخت کے پتے زرد ہو گئے ہیں اور تھلک کی وجہ سے ہر نگر کے باغ بیمار سے نظر آتے ہیں) -

تا سر فرازی پاسکے دولت تے تھلک کی کو نپلی
تا بول اپنی گود تے اپنا کرے ہت بہار آج

(تھلک کی بدولت کونپلیں ٹھٹر کر رہ گئی ہیں اور بول اپنی گود سے اپنا ہاتھ باہر نہیں نکال سکتی) -

گلشن کے آئینہ اوپر پڑتا چلیا سردی سوں زنگ
ہر خار و خس شبنم سیتی ہوتا ہے جوہر دار آج

(گلشن کے آئینے پر تو سردی سے زنگ چڑھتا چلا جاتا ہے لیکن ہر خار و خس شبنم کی بدولت جوہر دار بن گیا ہے) —

لئی تھلک سوسیا گرچہ میں نہیں سور کی پروا دھریا
کھوں سیکنے بس آئیگا اِتلیاں کو یک انگار آج

(اگر چہ میں نے بہت تھلک کھائی تو بھی سورج

کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ ایک اشارا اتلے لوگوں کو کیونکر کافی ہوگا) ۔

اس کے آگے ٹھلتی کھانے کی وجہ سے حسن طلب کا بڑا اچھا موقع مل گیا ہے ۔

ایک مقام پر گرمی کی شدت کا حال لکھتے ہوے کہتا ہے ۔

شعر ۔ نہ کہہ سور بل اگ کا بادل اتھا
نہ وو دھوپ یک آتشیں جل اتھا
(مطلب) اسے سورج نہ کہو وہ آگ کا بادل تھا
وہ دھوپ نہ تھی بلکہ آگ بھرا پانی تھا

شعر ۔ مگر کھھلیچ دوزخ کے دریا تے نیر
برستا اتھا جگ پہ جلتاچ تھیر
(مطلب) شاید دوزخ کے دریا سے کھولتا ہوا پانی
کھچ آیا تھا جو مسلسل اس دنیا پر برس رہا تھا ۔

شعر ۔ برستی تھی یوں دھوپ جگ پر کڑک
سو کوہ و زمیں رہے تھے چھاتی تڑک
(مطلب) سارے جہاں پر دھوپ یوں کڑک کر برس رہی تھی
کہ پہاڑوں اور زمین کی چھاتی تڑقی جاتی تھی

ایک جگہ چشمے کے پانی کی صفائی کے متعلق لکھتا ہے ۔

اچھے اچھے پلے تے ات صفائی آب کی ایسی
دس آوے تل لگے پر جا سٹیں گردانہ چاول کا

(پانی اپنی صفائی کی وجہ سے ایسا صاف شفاف

تھا کہ اگر اس چشمے میں چاول کا دانہ پھینکیں تو
تہ میں پہنچنے کے بعد بھی صاف دکھائی دیتا تھا) —

بیان واقعہ یا کسی حالت کا سماں

رزمیہ واقعات کے بیان میں نصرتی کو خاص کمال حاصل ہے، وہ فوجوں کی آمد اور جنگ کے زور شور اور ہنگامہ خیزی کو اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے نقشہ کھچ جاتا ہے - مولانا شبلی مرحوم کو اردو زبان میں میر انیس سے قبل کوئی نمونہ رزمیہ نظم کا نہیں ملا - میر ضمیر نے رزمیہ کی ابتدا کی تھی لیکن وہ بالکل نقش اولیں تھا - مولانا کو اگر نصرتی کا کلام دیکھنے کا اتفاق ہوتا تو اعتراف کرنا پڑتا کہ میر انیس سے قبل بھی ایک ایسا باکمال شاعر گزار ہے جس نے مسلسل رزمیہ نظمیں لکھی ہیں اور جو معرکہ آرائی نیز دیگر واقعات کے بیان پر پوری قدرت رکھتا ہے - علی نامہ کے ضمن میں اس کے رزمیہ بیانات نقل ہو چکے ہیں، یہاں صرف یاد تازہ کرنے کے لیے کچھہ کچھہ اشعار نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں —

مثلاً تلوار کے چلنے اور گھمسان لڑائی ہونے کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے —

کھنا کھن نے کھڑکاں کے یوں شور اٹھیا
جوں تن میں پہاڑاں کے لرزا چھوٹیا

(تلواروں کی کھٹا کھٹ سے اس قدر شور برپا ہوا کہ پہاڑوں کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا) ۔

بلا نیند میں تھی سو ہشیار ہوئی
اجل خواب غفلت سے بیدار ہوئی

(بلا جو پڑی سو رہی تھی اس شور و غل سے اٹھ بیٹھی اور خواب غفلت سے جاگ اٹھی) ۔

سلاحاں میں کھڑ کاں جو دھسنے لگے
اگن ہور رگت مل برسنے لگے

(تلواریں جو ہتھیاروں میں دھسنے لگیں تو آگ اور خون کی ملواں بارش ہونے لگی ' یعنی تلواروں کی ضرب جو ہتھیاروں پر پڑتی تھی اس سے چنگاریاں نکلتی تھیں اور جو وار آدمیوں پر پڑتا تھا اس سے خون کی ندی بہنے لگتی تھی اور یہی خون اور آگ کی ملواں بارش تھی) ۔

ہو یاں لہو کیاں چھٹکاں ہوا پر بخار
سٹیں تیغ جیباں تے شعلے ہزار

(لہو کے چھینٹے ہوا پر پہنچ کر بخار بن گئے اور تلواروں کی زبانوں سے ہزاروں شعلے نکلنے لگے) ۔

پھر یا نس کا کھڑ کاں کے چنگیاں تے روپ
ہوا نرم چندنا سو سب گرم دوپ

(تلواروں کی پے در پے چنگاریوں سے رات کا روپ کچھ اور ہی ہو گیا اور نرم چاندنی گرم دھوپ ہو گئی) ۔

ھوا دھکدھکی یک انگارا ھو لال
سگل اوت پانی، کیا جل ابھال

(ھوا دھک اٹھی اور لال انگارا ھو گئی جس کی حدت سے پانی اونٹ کر بادل کی صورت میں نمودار ھوا) —

ھوا پر شراریاں کا ات کھیل تھا
اوڑے لہو سو تس آگ پر تیل تھا

(ھوا پر شراروں کا تماشا نظر آتا تھا اور لہو جو اڑ رھا تھا وہ گویا آگ پر تیل کا کام دے رھا تھا) —

قرنگاں پہ لہو کے کھلا لے دسیں
انہاں پر تے دھاراں پلا لے دسیں

(تلواروں پر لہو کے فوارے جاری تھے اور انھوں پر سے خوں کی دھاریں پرنالوں کی طرح بہ رھی تھیں) -

پوں کو سرنگ رنگ پیدا ھوا
شفق ابر پر سب ھویدا ھوا

(ھوا کا رنگ سرخ ھو گیا تھا اور بادل پر تمام شفق چھائی ھوئی تھی) —

ایک دوسری جگہ لڑائی کے وقت میدان جنگ کا نقشہ یوں کھینچتا ھے —

ھوا پل میں پیدا کری بے مثال
اگن کا گگن اور دھوئیں کا ابھال

(ھوا نے پل بھر میں آگ کا آسمان اور دھوئیں

کا عجیب و غریب بادل پیدا کر دیا) –

غلیماں کے بھیجاں کوں کھانے شتاب
خوش آنے لگیا موں میں کھڑگاں کے آب

(دشمنوں کے بھیجے کھانے کے لیے تلواروں کے منھ میں پانی بھر بھر آتا تھا) –

کماناں رکھیا دل کشا کش منے
اوبلنے لگے تیر ترکش منے

(کمانوں نے دلوں کو کش مکش میں ڈال رکھا تھا اور تیر ترکش میں سے اُبلے پڑتے تھے) —

پھوکیا تیر یوں سخت بھالیاں کا انگ
کہ پھنکتا ہے جیوں باولے کر بھو جلنگ

(سخت بھالوں کا جسم یوں پھک رہا تھا جیسے اژدھا ہوا کھا کر پھنکارے مارتا ہے) –

بھڑکتے ترنگاں ہو آگاں دسے
سواراں بھوکے ان کے باگاں دسے

(بھڑکتے ہوے گھوڑے آگ بگولا ہو رہے تھے اور بھوکے سوار شیر معلوم ہوتے تھے) —

نشانی ہے جو مینہوں لانے کوں باو
دیوں یوں میراثے لڑای کوں تاو

جس طرح ہوا بارش لانے کی نشانی ہوتی ہے '
مرھٹے اسی طرح لڑائی کو گرما رہے تھے) –

نکلتے ھیں جیوں باگ نخچیر کوں
نکل یوں سھراتے دونو دھیر سوں

(جس طرح شیر شکار پر لپکتا ھے اس طرح دونوں طرف سے مرھٹے لڑنے کو نکلے) --

ایک دوسرے مقام پر لڑائی میں تلوار کے چلنے اور اس کی خونریزی کا ذکر اس طرح کرتا ھے --

شعر - جھوما جھوم دو دھرتے آکر لگی
اگن خوب شمشیر کی دھک دھکی

(مطلب) دونوں طرف سے دھڑا دھڑ تلوار برسنے لگی
اور تلوار کی آگ خوب دھکنے لگی

شعر - یکس یک پہ چیباں جو پڑنے لگیاں
رکت بلد کیاں چلگیانچہ جھڑنے لگیاں

(مطلب) ایک ایک پر اس کی ضرب پڑنے لگی
اور خون کی بوندوں سے چنگاریاں جھڑنے لگیں

شعر - رکت ان میں بہلے لگیا یوں سرنگ
پڑے بھوئیں پہ جیوں آگ جلتی کا رنگ

(مطلب) میدان جنگ میں بہتا ھوا خون یوں معلوم ھوتا تھا
جیسے زمین پر دھکتی ھوئی آگ

شعر - هر یک لر چلی لهو کی بهر پور یوں
بهری مانگ میں بهوئیں کی سیندور جوں
(مطلب) خون کی هر موج ایسی بهر پور تهی گویا
زمین کی مانگ میں سیندور بهرا هوا تها

شعر - دس آنے لگی هو زمیں سرخ رو
هوا لال رن بن جتا مو بمو
(مطلب) سطح زمین سرخ نظر آتی تهی اور جتنا
رن اور بن تها وه سب لال هو گیا -

شعر - پهاڑاں و پربت سرنگ یوں دس آے
که جوں مخملی جهول هاتیاں پہ بهاے
(مطلب) پهاڑ اور پهاڑیاں ایسی سرخ نظر آتی تهیں
جیسے هاتهیوں پر سرخ مخمل کے جهول -

بعض اوقات نصرتی کسی حالت کا سماں صرف ایک شعر میں اس طرح کهینچ دیتا هے که آنکهوں کے سامنے اس کا نقشه کهنچ جاتا هے - مثلاً نواب بهلول خاں کی فوج کا مقابله شیوا جی کے لشکر سے هے - شیوا جی کا لشکر کثیر هے اور نواب کی فوج قلیل - دونوں لڑنے مرنے پر تلے هوے هیں ' نه اُن کے پانو اکهڑتے هیں نه یه جگه سے هلتے هیں - اس کیفیت کو اس نے ان دو مصرعوں میں کس خوبی سے بیان کر دیا هے —

دندی بھوت اچھہ وو توتلنے نہ تھے
عجب یو کہ تھوڑے ہو ھلتے نہ تھے

یعنے دشمن (مرھٹے) تو تعداد میں بہت تھے اس لیے ڈٹے کھڑے تھے اور ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے لیکن تعجب ان (بیجاپوریوں) پر ھے کہ باوجود تھوڑے ہونے کے وہ اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کرتے تھے -

دیکھنے کی بات یہ ھے کہ اس تمام مطلب کو چند لفظوں سے کس خوب صورتی سے ادا کیا ھے —

دھلی کی فوج کا سپہ سالار جے سنگھہ جب ہر طرف سے گھر جاتا ھے اور سخت پریشان ہوتا ھے تو اس پریشانی اور تردد کی صورت کیا خوب کھینچی ھے -

جو اُس سیس زانو میں مہماں ھوا
نظر کا ٹھکانا گریباں ھوا

یعنے اس کا سر زانو کا مہمان تھا اور اس کی نظر کا ٹھکانا گریبان تھا- اس سے بڑھ کر تردد اور فکر مندی کی صحیح تصویر ھو نہیں سکتی- بلاغت اور فصاحت دونوں ختم ھیں —

ایک جگہ آتش بازی کے بیان میں ھوائیوں کے چھوٹنے کے سمے کو کس خوبی سے ادا کیا ھے - ،

بلدیاں جب ھوایاں تے بجلیاں تے ھور
ستیاں جب ثریا کے جھوکیاں کوں توڑ

ہوایاں اتھیاں آگ کیاں ناگنیاں
ہوا پر سو جاکر سلپو لے جلیاں

پہلے ہوائیوں نے بجلیوں سے شرط باندھ رکھی تھی اور ثریا کے خوشے توڑ کے پھینک دیے تھے - یہ ہوائیاں نہ تھیں بلکہ ناگنیں تھیں جو ہوا میں جا کر سلپولے جلتی تھیں —

فراق یار میں انسان پر جو بے بسی اور بیقراری کی حالت طاری ہوتی ہے اور اس حالت میں اس سے جو جو حرکتیں صادر ہوتی ہیں اس کا بیان نصرتی نے گلشن عشق میں دو تین مقام پر کیا ہے اور بعض اشعار میں ایسی سچی اور پتے کی باتیں لکھ گیا ہے کہ مثنوی میر حسن کا وہ مقام یاد آجاتا ہے جہاں شاعر نے بدر منیر کی اسی کیفیت کو بیان کیا ہے - اگرچہ نصرتی کا بیان اس قدر صاف سادہ اور نیچرل نہیں جتنا میر حسن کا ہے لیکن دونوں کے اشعار سامنے رکھ کر پڑھے جائیں تو نصرتی کے کلام کی ضرور داد دینی پڑے گی - یہ خیال رہے کہ ان دونوں کے زمانے میں تخمیناً ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے - اگرچہ اعادہ ہوتا ہے لیکن چند شعر یہاں نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں -

کنور منوہر فراق کی حالت میں یوں گریہ و زاری کرتا ہے —

شعر - نہ کس سات کہنا مجھے بات بھاے
نہ کوئی بات بولے تو سن خوش لگ آے
(مطلب) نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاھتا ھے
اور نہ کسی کی بات سن کر جی خوش ھوتا ھے

شعر - دسے دیس تونت اندھاری مجھے
رین کال دوزخ تے بھاری مجھے
(مطلب) دن رات سے بھی زیادہ تاریک نظر آتا ھے
اور رات کا وقت دوزخ سے بھی زیادہ بھاری معلوم ھوتا ھے

شعر - انکھیاں کھولتا ھوں تو یک تل نہ بھاے
وگر مونچتا ھوں تو پیو خوف آے
(مطلب) آنکھیں کھولنا مجھے ایک لحظے کے لیے بھی نہیں بھاتا
اور اگر بند کرتا ھوں تو یہ ڈر ھے کہ

شعر - کہ مت پھر پڑے خواب دندی سوں سلگ
سٹے پھر کے خرمن مھں من کے انلگ
(مطلب) کہیں ایسا نہ ھو کہ وہ دشمن جاں پھر خواب
میں آ جاے اور پھر میرے دل کے خرمن میں آگ لگاے -

شعر - پڑیا آہ ماھی نمن مجھہ رھنا
گلوانا زباں ھور نہ چک مونچنا
(مطلب) مجھے مچھلی کی طرح پڑا رھنا پڑتا ھے
زبان بند اور آنکھیں کھلی ھوئی

اسی طرح مد مالتی کے فراق کا بھی ذکر کرتا ہے
اس بیان میں سے صرف چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

شعر - اوساساں نہ کچھہ مکھہ ستی بہا سکوں
نہ چک تے انجو بہار بہی لاسکوں

(مطلب) نہ منہ سے آہ نکال سکتی ہوں
اور نہ آنکھہ سے آنسو باہر لا سکتی ہوں

شعر - یکت نت رہوں غم سوں کر سر نگار
نہ کوئی بانٹ لیوے میرے دل کا بار

(مطلب) تن تنہا ہوں اور غم سے سرنگوں
کوئی ایسا نہیں جو میرے غم کا بوجھہ بانٹ لے -

شعر - زرا بن اگن تن پہ سارے لگیں
گلاں سیج کے مجھہ انگارے لگیں

(مطلب) لباس اور گہنا مجھے بدن پر آگ سا معلوم ہوتا ہے
اور سیج کے پھول انگارے معلوم ہوتے ہیں

شعر - تلے دن تو ہر کیوں سہیلیاں سنگات
پڑے پن بجر سل ہو سینے پہ رات

(مطلب) دن تو جوں توں سہیلیوں کے ساتھہ کٹ جاتا ہے
لیکن رات چھاتی پر پتھر کی سل ہو جاتی ہے

شعر - چندر مجھہ اوپر زہر کا ہو ایاغ
دیوے ہر ستارا میرے دل پہ داغ
(مطلب) چاند میرے لیے زہر کا پیالہ ہے
اور ہر ستارہ میرے دل پر داغ دیتا ہے

شعر - ادک سوز لگ مجھہ تلپھلا پڑے
اوسی گھات کے باج تب نا پڑے
(مطلب) سوزش دروں سے میں تڑپتی رہتی ہوں
اور اُس دکھہ بغیر مجھے قرار بھی نہیں

شعر - اچھے نس تو دوزخ تے کالی کٹھن
دسے دن تو روز قیامت کا دن
(مطلب) رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک اور کٹھن ہے
اور دن قیامت کا دن ہے

شعر - میرے سر تلیں یوں کٹھن ماہ و سال
خدا بن کہوں کس سوں مجھہ دل کا حال
(مطلب) یہ کھٹن زمانہ جس طرح مجھہ پر گزرتا ہے
اُس کا حال میں خدا کے سوا کس سے کہوں

شعر - کہ ناچار اچھے روریا کے بدل
سو ہنس کھیل گملا سکیاں میں سگل
(مطلب) ناچار پاس خاطر کے لیے میں سہیلیوں میں
ہنس کھیل کے وقت گزار دیتی ہوں

لیکن شعر تو یہ کہا ہے —

جو دیکھوں نچھا تو دسے نین سیں
جو بولوں بچن تو بسے بین میں

غور سے دیکھتی ہوں تو آنکھوں میں بسا ہوا نظر آتا ہے اور جو بولتی ہوں تو باتوں میں رچا ہوا معلوم ہوتا ہے —

حسن بیان، تشبیہ و استعارہ اور مبالغہ

نصرتی حقیقی شاعر ہے، اس لئے واقعہ کی تصویر کھینچنے اور نئی تشبیہوں کے پیدا کرنے میں بڑا کمال دکھایا ہے۔ اس کے کلام میں حسن بیان کی خوبی بھی اکثر جگہہ نظر آتی ہے۔ اس قسم کے متعدد اشعار اس سے قبل آچکے ہیں تاہم بعض شعر وضاحت کی غرض سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں —

دیکھیے سپاہیوں کی جرأت اور دلیری اُن کے بشرے سے کس خوبی کے ساتھہ دکھائی : —

ہتھیار ان کے اوسان، سینہ سپر
زمیں پر قدم آسماں پر نظر

زور بیان ملاحظہ ہو —

چڑیا ہم سوں جھگڑے کے لیلے میں باؤ
ترنگاں میں تیزی سواراں میں تاؤ

خوف کی حالت جو فوج پر طاری ہوئی تو اس کی ایک کیفیت یہ بتائی ہے کہ ڈر کے مارے ان کے

بدن اتنے دبلے ہو گئے کہ جسم پر سے ہتھیار گر پڑے —

سلح ڈھل پڑے ڈرسوں پتلے ہو آنگ

شایستہ خاں جب دن کی لڑائی اور کامیابی کے بعد شب کو اپنے محل میں جاتا اور ماہرویوں کی صحبت میں رنگ رلیاں مناتا ہے اور شیواجی دغابازی اور چوری سے اس پر آپڑتا ہے تو اس واقعہ کے بیان کو شب کے منظر سے شروع کرتا ہے اور اُس شب کا سماں حالت کی مناسبت سے کیا خوب بیان کرتا ہے —

سورج وہ کہ جس سامنے ہو زبوں
چھپاتے ہیں چوراں بچالی میں موں

اوپر تخت وہ جب گیا گھر منجھار
بیٹھا تب ہو حاکم چندر اُس کی ٹھار

کیا عیش میں کر سہیلیاں سوں میل
ہوا راج میں اُس کے چوراں کا کھیل

جنگ کی شدت اور شمشیر زنی کی گھما گھمی میں زمین اور آسمان پر بھی عجیب حالت طاری تھی —

زمیں ہور فلک ہو کے یک حال میں
لگے ناچنے تیغ کی تال میں

فوج کے کوچ سے جو گرد وغبار اُڑا ہے اس سے چاندنی اور چاند کی کیا صورت بنی ہے ، اس حالت کے بیان میں حسن بیان اور تشبیہ دونوں قابل داد ہیں —

اور یا دل کے دھم تے دھولارا بڑا
صفا آب چلدنا ھوا گد گوا
سہے گرد یوں تن پہ چلدر کے پاکھ
لگایا ھے جیوں مُکھ کوں جوگی نے راکھ

رات کی تعریف میں کیا پر لطف شعر کہا ھے

جو خوش مکھ پہ زلفاں پریشان کرے
ھر یک سیام بادل کو گریاں کرے

نصرتی نے تشبیہات میں بڑی جدت کی ھے اور نادر نادر تشبیہیں نکالی ھیں - مثال کے طور پر چلد یہاں لکھی جاتی ھیں —

عجب کیا جو بل تجھ کرامت سے پائیں
تو یک ھات میں دو کللگرے سمائیں

(یعنے کیا عجب تیری کرامت کی بدولت ایک ھاتھ میں دو تربوز سما جائیں) —

چلیں باد صباتے خوش صفا پانی پہ موجاں یوں
کہ جیوں محبوب کے مکھ پر ڈھلک زلف مسلسل کا

یعنے صاف شفاف پانی پر باد صبا کی وجہ سے اس طرح موجیں چل رھی تھیں جیسے محبوب کے چہرے پر زلف مسلسل کا ڈھلکنا -

حوض کی تشبیہ ملاحظہ ھو -

مگر نیم کا سہ فلک کا نکال
رکھیا تھا قضا بھر کے آب زلال

کھوے پانی پر چاندنی کے پڑنے کی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے —

چلدنا کھرے پانی پہ بھی یوں یوں لک لکے
جوں مہرہ پھرلے میں جلا دکھلاے کاغذ آر کا

یعنی جیسے کاغذ پر مہرہ پھرنے سے جلا پیدا ہو جاتی ہے اور وہ چمکنے لگتا ہے یہی حالت پانی کی چاندنی کے پڑنے سے تھی —

شیواجی کی فوج جب شکست کھا کر پسپا ہوتی ہے تو اُس کی زبانی اس حالت کو یوں بیان کیا ہے —

اُڑاے ہیں فوجاں کو مجھ خس کے ناد
ابھالاں کے ٹکریاں کو جوں تند باد

میری فوج کو خس و خاشاک کی طرح یوں اُڑا دیا ہے جیسے تند ہوا بادلوں کے ٹکڑوں کو اُڑا دیتی ہے —

کچا توڑنا خار بہتر دسے
کہ چھوڑے تو ہو پختہ خنجر دسے

کانٹے کا کچا ہی توڑ ڈالنا بہتر ہے ' چھوڑ دیا تو پختہ ہو کر خنجر ہی بن جاے گا —

مہراتے چپل مادیاناں سوار
پریاں جیونکہ جناں کے راناں تلہار

مرہٹے تیز رفتار گھوڑیوں پر سوار ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا پریاں جنات کی رانوں تلے ہیں — کیا خوب تشبیہ ہے —

تلوار کی تیزی اور برش یوں بیان کرتا ہے —

کھڑک دل میں گزرے خیالاں تے تیز

ایک دوسری جگہ اسی کو اس طرح لکھتا ہے —

سٹیا جس پہ پرتو کھڑک خان کا
گیا جل وجود اُس کے اوسان کا

یعنے جس پر خان کی تلوار کا پر تو بھی پڑ گیا تو اس کے اوسان کا وجود جل کے خاک ہو گیا —

سُہے گرد یوں تن پہ چلدر کے پاکھہ
لگایا ہے جیوں مکھہ کوں جوگی نے راکھہ

چاند پر گرد پڑنے سے وہ ایسا اچھا معلوم ہوتا تھا جیسے جوگن اپنے منہ پر راکھہ مل لینے سے اچھی معلوم ہوتی ہے —

دسے اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور
کہ جیوں ناچنے پر پھولایا ہے مور

کیا اچھی تشبیہہ ہے - یعنی اونٹوں پر اس قدر تیر پڑے تھے کہ وہ بیٹھے ہوے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ناچتے وقت مور پر پھلاے ہوے —

ہوا رند جن ٹک کھڑا پانوں گاڑ
دسے کھونٹ جیوں ڈال توڑے سو جھاڑ

یعنے جو میدان جنگ میں ذرا ثابت قدم ہو کے کھڑا رہا اس کا سر قلم ہو گیا اور اُس کی حالت اس درخت کی سی ہو گئی جس کی ڈالیاں کاٹ لی

جائیں اور رنگ منغض رہ جاے —

ہوا ہر طرف یوں حشم کو شکست
لگے پر دھکا جوں کہ چینٹیاں کی رست

یعنی فوج شکست کھا کر یوں تتر بتر ہو گئی جیسے چیونٹیوں کی قطار دھکا لگنے پر —

صف سے تیروں کے ایک ساتھ چلنے کی تشبیہ کیسی صاف اور نیچرل ہے —

اوڑے کھیت تے جیوں ہزاروں تلیر

جنھوں نے درخت پر سے یا کھیت میں سے تلیر اڑتے دیکھے ہیں وہ اس کی داد دیں گے —

ٹھنڈا ٹک ہوا یوں مدن مد کا تاؤ
کہ جیوں دود ابلتے پہ کرتے تھے باؤ

یعنی اس محبوب کا تاؤ یا جوش کسی قدر دھیما ہوا جیسے اُبلتے دودھ کا ابال ہوا دینے سے کم ہو جاتا ہے —

ہوے تن ہو بے سر رگت یوں رواں
ہنڈا جا پڑے شہد کا مرتباں

بے سر تنوں میں سے خون اس طرح جاری تھا جیسے شہد کا مرتباں الٹ جاے تو اس سے شہد بہنے لگتا ہے —

جنگ کے روز کیا کیفیت تھی —

گگن پر ستارے ہوے ہال میں
ہدرتا ہے سیماب جوں تھال میں

آسماں پر ستارے اس طرح ہل رہے تھے جیسے تھال

میں پارہ ھلتا ھے —

کماناں پڑیاں تٹ کے چلے انوپ
کہ جیوں دھامنیاں بھار لیٹیاں ھیں دھوپ

کمانیں چلوں سے الگ یوں ٹوٹی پڑی تھیں جیسے دھامنیں دھوپ کھانے کے لیے باھر آ پڑتی ھیں —

دوڑا ورڑ میں آگ کھڑگاں تے جھڑ
سپر چڑ موتی جیوں بھولے سو پیڑ

یعنی تلواروں سے پے در پے آگ جھڑ رھی تھی جس سے ڈھالوں کی یہ حالت تھی جیسے بھنے پاپڑ —

سراں ھور انتڑیاں ھویاں چھل پھل
کہے توں کہ پسری کلنگریاں کی بیل

سر اور انتڑیاں یوں بکھری پڑی تھیں جیسے تربوز کی بیل پھیلی پڑی ھو۔ کیا صاف تشبیہہ ھے —

کھڑے تھک ھو رجپوت برچھیاں سنگات
بتیاں موم کیاں جیوں فراشاں کے ھات

راجپوت برچھیاں لیے ھوے اس طرح مبہوت کھڑے تھے جیسے فراشوں کے ھاتھ میں موم بتیاں —

دسیا مغز سر پھوٹ گرزاں تے یوں
رکھیں پھوڑ ناریل کھوڑے کوں جیوں

گرزوں کی مار سے سر پھوٹ کر مغز نکل آئے جیسے کوئی ناریل کا خول توڑ کر اس کی گری نکال لیتا ھے —

سراں پھوٹ جیوں خربوزے کے پڑے
دسیں ہو کللکڑے ملتا سے بڑے

سر پھوٹ پھوٹ کر خربوزوں کی طرح پڑے تھے اور سروں کے بڑے بڑے عمامے تربوز معلوم ہوتے تھے —

شاعر اس بات کو بیان کرنا چاهتا ہے کہ بھالے اس زور سے پڑ رہے تھے کہ زرهیں کچھہ کام نہیں دے رهی تھیں ' وہ اِس خیال کو اِس طرح بیان کرتا ہے -

زرہ نا رکھی تن کو بھالے تے جھانپ
کہ انگڑے نہ مکڑی کے جالے تے سانپ

یعنی جس طرح مکڑی کا جالا سانپ کو نہیں روک سکتا اسی طرح زرهیں بھی ڈھالوں کے روکنے میں بیکار تھیں —

یہ شعر بادشاہ کی تعریف میں ہے -

جم اس ذات میں خلق و خوبی ہے یوں
اچھے پھول میں رنگ هور باس جوں

یعنی اس کے اخلاق اور خوبیاں فطری ہیں یا اُس کی ذات میں اس طرح ملی جلی ہیں جیسے پھول میں رنگ و بو —

مبالغہ بھی شعر کے وصف میں داخل ہے ' نصرتی نے اس صنعت میں بھی موقع موقع سے اپنا کمال دکھایا ہے - دو چار مثالیں یہاں لکھی جاتی ہیں --

پہاڑی رستے کی دقتوں کے بیان میں کس دقت

پسندی اور مبالغے سے کام لیا ہے —

کوبل تھا کہستان کے مُکھ پہ گھاٹ
معمے سے موہوم تھی جس پہ باٹ
کہ جس باٹ مشکل کا اپنے میں ناؤں
زباں کا پوسلتا ہے جم مُکھ میں پانوں

پہلے رستہ بڑا ٹھڑھا تھا اور بٹھیا معمے سے بھی زیادہ موہوم تھی ' اُس مشکل رستے کا نام لیتے ہوے زبان کا پانوں مُنہ میں لڑکھڑاتا تھا —

گرمی کی حدت کو کس خوب صورتی سے ادا کیا ہے -

لگے جوش کھا سر میں پکنے دماغ
زرہ جل کے دیلے لگی تن پہ داغ

گرمی سے دماغ سر میں پکنے لگے اور زرہ اس قدر گرم ہو گئی کہ بدن پر داغ دیلے لگی --

گھوڑے کی چھل بل اور تیز رفتاری دیکھیے —

کیا شہ کا تازی تیز پرھے ناز کی بازی بھریا
سکتی ہے جس طناز کی پرواز نس دن شہپری
خوش رنگ کس یک پھول کا ہرگز تفاوت نا کرے
گلشن اوپر چل جاے تو مانند باد صرصری

بادشاہ کا اسپ تازی کس قدر تیز رفتار اور طناز ہے کہ جس سے شہپری ناز و انداز سیکھتی ہے - اگر اس کا گزر گلشن میں ہو تو باد صرصر کی طرح گذر

جاتا ہے اور کیا مجال کہ کسی پھول کا رنگ تک میلا ہو جائے —

ٹھنڈک کی تعریف میں کیا عجیب مبالغہ کیا ہے —

بیشک وطن اس جگ تے سٹ جاتی اگن ہو بے نشاں
گر دل میں اپے عاشقاں دیتے نہ اس کوں ٹھار آج

یعنی گرمی اس دنیا سے کبھی کی رخصت ہو جاتی اگر عاشق اُسے اپنے دل میں جگہ نہ دیتے —

تیر اندازی میں ہاتھ کی صفائی اور کمال کا مبالغہ حد سے گزر کر اغراق تک پہنچ گیا ہے —

صفای دیکھو اُس صفا دست کی
صفا کاٹ کی ناز کی شست کی
کہ موہوم کے تل کو کیتا دو پھانک
تصور کی مچھلی کو مار یا ہے آنک

ذیل کے شعر میں مبالغہ ہے لیکن کس قدر خوب صورت!

اندھارے سوں تارے دسیں دن تمام
کریں بیٹھ نت وہاں رصد بند کام

یعنی اندھیرا اس غضب کا تھا کہ دن میں تارے نظر آتے تھے اور رصد والے وہاں بیٹھ کر ستارہ شماری وغیرہ کا کام کرتے تھے —

دیگر اصناف سخن

نصرتی نے تقریباً ہر صنف سخن میں کچھ نہ کچھ

لکھا ہے - مثنویوں اور قصیدوں کا ذکر ہو چکا ہے، اب دوسری اصناف کا ذکر کیا جاتا ہے —

غزل ہمیں فارسی سے ملی ہے اور ابتدا سے اردو کے ساتھ ہے اور ہوتے ہوتے اس نے وہ زور پکڑا کہ ایک مدت تک اردو شاعری غزل گوئی کی ہو کے رہ گئی - نصرتی نے بھی غزلیں کہی ہیں - یہاں میں اس کی ایک مسلسل غزل نقل کرتا ہوں جو خاص لطف رکھتی ہے —

چندر بدن کہیا تو کہی موں سنبال بول
سورج مکھی کہیا تو کہی یوں نہ گھال بول
دونوں بھی تجھ نکہوں تو سکے تجکوں کیا کہنا
کہی اس بہشت حسن کوں جم جگ اوجال بول
بولیا نشاں ہے عشق کی راوت کا قد ترا
بولی کہ قوچ فتنہ اوچانے کی ڈھال بول
بولیا رہنے ملگے ترے سس پھول کن ہلال
بولی کہ باولی میں ہے گی تجھ سے نال بول
بولیا کہ تجہ فراق تھے کے عاشقاں خراب
بولی مرے وصل ملے کیا تجہ ہے حال بول
بولیا کہ کعبہ دل ہے تو دل توڑنا حرام
بولی بتاں کے ہت تھے توٹے تو حلال بول
بولیا کہ لئی دنوں تھے تری بندگی میں ہوں
بولی کہ خیر بوچ کیتک ماہ و سال بول
بولیا کہ کیا ہے جلوۂ جاں بخش بیدلاں
بولی شکر لباں کے ادھر کا اگال بول

تجھہ مد متی کی چال کہیا میں کہ کبج کو سکھ
ھلس کر کھی کوے کوں تکو ھلس کی چال بول
بولیا کہ سرو قد ترا لایا نظر میں دل
بولی کہ خوب اس کوں اجھوں دیکھہ بال بول
بولیا کہ دیکھنے میں تجھے طبع تازہ ہوئی
کہی نصرتی تو ویسے میں نازک خیال بول

ایک غزل نصرتی نے بعض شاعروں کی ھجو میں بھی لکھی ھے جس کے دو چار شعر یہاں نقل کیے جاتے ھیں -

نا وزن نا تلازم نا قافیہ ردیف ھے
مہمل بچن سراسر جانوں بحور جوڑا
نا علم میں دخل ھے ناباب کوں (ھیں) بوجتے
جب بلھوس ھو تھرکیں جیوں شہد پر مکوڑا
تازی کی تیز بازی مشہور اس جگت میں
اس کی برابری کوں کیا خر کرے نگوڑا
اے نصرتی کلا کر اب چپ رھنا بھلا ھے
بادل کے گڑگڑے سوں طبل ھوا ھے بوڑا

ایک غزل میں اور نقل کرتا ھوں، جس سے اس کے کلام کی روانی، فصاحت اور عاشقانہ انداز کا صحیح اندازہ ھوتا ھے —

مغرور بے خبر ھے مدسوں مدن کی بالی
عالم کے جیو اپنے لو چن میں ھے سو لالی

اس خام سن میں دیکھو کیا پختگی کے فن ہیں
دیلے کو وصل کاھل لیلے کو جھو اتالی
برھی کے نس میں غم سوں جلتا ہوں شمع تملے
دکھلا صبا درس کا اے خاور جمالی
مجہ من کرا کبوتر ہے تجھہ ہوا میں حیراں
پھر پھر نکو ازادے پلکاں کی مار تالی
مجھہ تجہ میں آ کھریا ہے احوال شہ گدا کا
کہتا گتّھا یو سر تے اچھتا اگر ہلالی
سلکے سبب عجب کیا ہو تلخ طبع شوریں
نا بات سوں نہیں کم شکر لباں کی گالی
کڑوے بچن ہنسی میں یوں اوچھیا لجاوے
کرتے ہیں مکھہ مٹھا جیوں دارو پلا کسالی
سو فن ترے نہو سیں مجہ یک ہنر برابر
جیو کھیلنا کیل ہے اے بلھوس خیالی
رندی کے فن ریا کی باتاں ہیں کیوں چھپے کیں
جو ہے سو عکس دل کا دستا ہے جگ میں خالی
سر مست نصرتی سوں چل سی نہ کچھہ حریفی
خوبوں کی بزم کا ہے او رند لا اُبالی

نصرتی کی غزل میں معشوق عورت ہے اس کی غزلوں اور رباعیات وغیرہ میں علاوہ الفاظ کے ہلدی کلام کا اثر پایا جاتا ہے۔

نصرتی نے رباعیاں بھی بہت سی کہی ہیں۔ چلند یہاں لکھی جاتی ہیں —

۱

اے اسم ترا سب میں مجھے وافی ہے
ہر درد کوں اِس دل کے وہی شافی ہے
غیرت ہے مرے جیو کوں ترے غیر کی آس
یک تونچ دو عالم میں مجھے کافی ہے

---

(۲)

بد گوئی کے مجہ حق میں بچن چل سیں نا
ڈونگر تو کدھیں پھونکے تھے تل سیں نا
پھرتی ہے دو تن پھو کی چپ روتی دیکھ
ہرگز تو تکے پانی سوں گھر جل سیں نا

---

(۳)

دنیا کے سواداں سنجی مکھ موڑ سٹو
سب اُس کے تعلق سٹی دل توڑ سٹو
بھوتوں کے یو باتی ہے فلک کا پر کار
شوکت کی ھانڈی گُھر پہ لیجا پھوڑ سٹو
(ہنڈی کی مشہور مثل ہے " ساجھے کی ہنڈیا چورا ہے میں پھوٹے)

---

(۴)

تجہ عشق کے دریا ملیں جن تیر گیا ہے
وہ گوہر مقصود گماں کر سو لیا ہے
گوشے میں نشست ہو کے توں گر چلہ کہے
تب نامی (؟) نشاں اس کو یو مطلب کو سیا ہے

(۵)

کر قصد تو چپ گلیچ نشیں ہولے میں
روتی پچھے مت اگ توں جلم کھولے میں
مشہور ہے اپلاچ جہاں باتن ہار
بسرے نہ وو بیٹھے تو بی چوپ کولے میں

(۶)

پروپے کے ہیں پھول ترے اے نار سرس
یا پھپ کمودھن پہ بھلور بیٹھا دھس
نیں نیں یو ترے کام کی ہے بست تسے
سر پوھں کلچن کے اوسے نولم کے کلس

(۷)

ناداں سوں نصیحت کے بچن بول نکو
پانے ملے کھاری توں شکر گھول نکر
کیا قدر گُہر کی بوجے بد گوھر
دھلگر کے انگے مانک کا کھو مول نکو

(۸)

تعجب ہے کہ نصرتی نے بیجاپوری اور دکنی ہو کر اہل دکن کی بیوفائی کی شکایت کی ہے - وہ رباعی یہ ہے -

یاراں دکن کس سوں وفای نہ کریں
ہوئیں تو بلند بخت بھلائی نہ کریں
خوبی تو میں ان کی کیا قطع نظر
اپکار ہے گر پھر کو برائی نہ کریں

(۹)

اظہار پلے کی ہے اے شوخ چلچل تجہ گت
ظاہر تو وفا دستا باطن میں دغا کی بست
سر رشتہ محبت کا ریشم کی نمن اچھلا
صورت میں نرم نازک سیرت میں قوی دست

علی عادل شاہ ثانی (تخلص شاہی) کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے —

تج گال پر نکتہ کا نشاں دستا ہے مجہ اِس دھات کا
روشن شفق میں جگمگے جیوں چاند پہلی رات کا

نصرتی نے مخمس کی صورت میں اس غزل کی تضمین کی ہے' اس کے چند بند لکھے جاتے ہیں —

دیکھیا سو رترے تجہ نہن برتاں سٹھیاں اوساں سب
کرتیں بچن یوں کن بھرے طوطیاں نے بسرے گیان سب
کافور سے عارض تے تجہ پھولاں دسے حیران سب
تج زلف مشکیں دیکھ کر سانپاں تجے ان پان سب
تج لب کری لالی انکھیں لالاں سٹے سدہ گات کا
نظراں سوں کوندے جیو کے آصدوا کوں یوں چوندہر سوں

بوس اس میں جب مشغول ہوے چھونکہ ہوس نکھ چہر سوں
کیا کام کیتے ناز کے دیکھلا سکت تدبیر سوں
ابرو کماناں کھینچ کو مارے پلک کے تیر سوں
زخمی ہوا دل کا ہرن لا گیا نشان تجہ ہات کا

کسوت مکلل جب بنا ہو آفتاب آتی ہے توں
دیکھے یہ جی بھولیا ہے سد سمجھے نہ دن ہو رات کوں
بولیا وہی خوشحال ہو پھر سد میں آ دیکھیا سو موں
مکھڑا سکی کا عید سا دستا اچلبک نور سوں
تس کھس پر زر کا انچل جھلکات ہے شبرات کا

عالم تھے بے پروا ہے او جس دل کوں توں پیاری لگے
خوبی ہے سب دنیا کی وہاں تجہ جیو کی جاں باری لگے
تجہ لب کوں پیوے سو اسے امرت تھے بیزاری لگے
تیرے بچن شیریں انگھیں شکر دیکھو کھاری لگے
مکھ میں اوچا کاڑی لیا تر کر ہیا نابات کا

مشکل پرت کا کھیل ملد جب توں سبب سازی کرے
چکچک حریف اپنا علی عادل شہ غازی کرے
آخر عرابوں پر دمار اپنا سر افرازی کرے
بد بل پرت کا ماند کر "شاہی" سوں جب بازی کرے
ایکی بھولا من کا ترنگ رخ لیا رکھے شہ مات کا

اے نصرتی جب توں ملگے لکھلے مخمس بے بدل
تو قافیاں میں لیا بندھیا استاد عالم کی غزل
الحق بنایا توں یدک نکہ تدیں حوراں سے نول

زیلت ہے دنیا میں رہنا سب عارفاں کے جیو کی کل
معنے بجھائے قدر وہ جو ہوے دہنی خوش بات کا

اس کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہم عصروں نے جیسا کہ قاعدہ ہے اس کے کلام پر نکتہ چینی کی ہے جس سے برافروختہ ہوکر وہ کہیں کہیں اپنی تصانیف میں ان نکتہ چینوں کا جواب دیتا ہے، چنانچہ گلشن عشق کے آخری باب میں لکھتا ہے —

کریں بے سمجھہ یا جو حاسد اوداس
تو دونو ہی معذور ہیں میرے پاس

سرس شعر ادیکھے کوں کاں خوش لگائے
کہ الوان نعمت دوکھی کوں نہ بھائے

اسی طرح علی نامہ کے آخر میں کہتا ہے —

یکیک فن میں کئی سحر کے کر کے چھند
خبیثاں کی جیباں کوں کیتا ہوں بند

ادیکھے جو یا جوج ہوئیں لاکہ لاک
کہ ہوں میں جہاں وہاں تسکیں وو تاک

حقیقت میں جو ہوئیں کرتہ نظر
زباں پر رکھیں عیب سٹ سب ہنر

یہ اشعار تو خیر معمولی ہیں جو شاعر اکثر حاسدوں کے متعلق لکھہ جاتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخالفوں نے اس کی زبان اور کلام کے متعلق بہت کچھہ زہر اگلا تھا جس پر چل کر اس نے ایک ہجریہ

قصیدہ لکھا جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں - بعض شعر جو فحش ہیں خارج کر دیے گئے ہیں —

سخن ور شعر کہنے تھے رہنا چپ آج بہتر ہے
جماعت ہرزہ گویاں کی کہ ہر کونچے میں گھر گھر ہے
سخن ور کا سخن کچھ ہور بچن کچھ ہرزہ گویاں کے
مقولہ خام طفلاں کا نہ کہیں مرداں برابر ہے
ہنر یو آنہارا نہیں کدھیں مہمل کوں بن جھلکے
ہنر مند انچہ سوں دایم عداوت دل کی سر بر ہے
کہوانا مکھہ سوں شاعر کچھہ ہے فن سوں شعر کہنا کچھہ
کرے راواں حجابت کیا گریک پستک تس ازبر ہے
ہمن سوں جول رکھتے آہمن جیسا چہ کوی اچھنا
نہ رکھہ سی باز کے بازو گر اشتر مرغ کوں پر ہے
جن اپنی خوب صورت پر ہنر میں ناز دیکھلا وے
اُلے تک موں بھرایا تو وو گوز خر تھے کمتر ہے
کہنا نا نازنیں صورت زنانہ شعر یو ہرگز
کہ مشکل ہوے خنسے کوں سمجھنا مادہ یا نر ہے
مصفا ہور موزوں چنپ کہنے تھے شعر ہوتا نہیں
ہوا کیا چھاچھہ دودھ اجلا ولے لذت میں ابتر ہے
جو لذت دل لے سمجی سو کہنے نہیں بات سوں آتی
بزرگی دل کی اس جاگہ زباں میں کاں میسر ہے
نہ آوے علم پڑنے تھے غبی کوں کچھہ ہنر مادی
سہکے کاں دوڑ تازی کی جو کم ذات اصل میں خر ہے

عروضیاں پڑ کے 'رتا کیا' اچھے تو طبع نا موزوں
کہ بیلکی سطر لکھلے کن نکامی نہمت مسطر ہے
طبیعت حق نے بخشی پن سخن کوں قدر نہیں ذرہ
ہوے بن آسمانی نیض کہیں پتھرا بھی جوہر ہے
ملافق کی روش کچھہ کم نہیں سلدھے کی بوری تے
اُپر ہموار ہور بھترال سب کاتیاں کیرا تہز ہے
مجے دوموں کے لوکاں سوں برا ڈر بات کرنے کا
پچھیں تے جے کہے سوا و جواب اسکوں نہ اکثر ہے
مثال ایک شعر میں اپے شعوری خوب بولیا ہے
کہ جس کی ات ہلر ملدی مرے کن نت مقرر ہے
عجب کیا شعر ادیکھے کے کروں کہیں پر درست آخر
جو بسرے بات اسکلدر تو کھوڑی اس کوں رہبر ہے
حسد کے درد ملداں تئیں متہانا مُکھہ کوں لکسی ہو
لگے جیوں زہر امرت سا سخن کر روح پرور ہے
بھرا ہے خبث تے سارا غباراں اُن کے بھیتاں میں
چکل تک داب پکڑے تو ہزار یکدم میں تر تر ہے
دیکھاویں مولویت وہاں کہ جاں کوئی نہیں ہے مجلس میں
کُتیاں کا راج اس جاکا جہاں خالی جو کوئی گھر ہے
... ...
اگر خوش شعر پڑ کر بے سمجھہ ہنکے تو کچھہ غم نہیں
کہ شعر اتنا چہ سمجھے ان اپیں جتنا سخنور ہے

نظر میں کور طبعاں کے گلستاں عین خارستاں
ہنر باریک بین آنکھیں ہر یک کا ڑی بھی ڈونگر ہے
گلاں رنگیں نظر پر تھے رہے ہو داغ چھاتی میں
دسے تو خار پکھادا وہی آنکھانکا ان کی افسر ہے
جو صاحب طبع ہیں ان کوں بھی سب وقت اختیاری نہیں
کہ ہو الہام تب اتنا کہ جس بن جے مقدر ہے
کرم کر حق تعالیٰ یوں دیا اس فن کی دولت مجھ
میری نوبت کے طبلاں سن دندی بد مغز نت کر ہے
میرا استاد عالم اور مربی ہے کہ اس شہ کوں
پچھانے پھر کر اپنا کہ جس فن کا کبیشر ہے
علی عادل شہ غازی جو ہے صاحب خرد ایسا
کہ ہر مشکل ہنر جس کی غلامی کاچ مظہر ہے
غزا کا فیض مجھ حق میں عطا ہو شہچہ سمجے پر
ہنر سب بخشنے کے تیں سبب وے بندہ پرور ہے
نوی میں طرز پیدا کر کہیا ہر بھانت شعر ایسا
سخن نو سکھ کا منزل کوں انہو نے نت یو رہبر ہے
دکھن کے شاعراں کی میں روش پر شعر بولیا نہیں
ہوا کیا سب گزر گئے تو دیکھو حاضر وو دفتر ہے
خدا بخشی کوں طبعاں کی پرس ہے مجھ سخن الحق
لگے یو جس پھتر دل کوں وہ پھر دیکھے تلک زر ہے
مرا شعر اہل کو ... ... مشقت خیر ہوے جانو
ولے کم ذات کے ہت میں سخن پڑے تھے یوں ڈر ہے

طبیعت جس سخن تے پا جو ہوے پھر عیب چھن تس کا
ہوا جیوں باپ سوں ملکر حرامی نسل ازکثر ہے
بجز صاحب نظر ہرگز ہنر کی قدر کن بوجی
دیے تو ہات اندھلے کے برابر سنگ و جوہر ہے
تریلہ ہر سخنور کا ہنر ملداں سمجتے ہیں
اچھے جاں موج زن دریا تو کس گنتی میں وہاں لر ہے
غزا کا تیغ ہے الحق اگرچہ مجہ سخن لیکن
سور جب اتھہ اپیں دوڑے تو لازم وار اس پر ہے
زباں گرداں لے رہنا اپنا اے نصرتی بہتر
کہ کرنا ہجو لایق نہیں نہ حاسد تجہ پر ابتر ہے
الہی جب تلک لعنت اچھے ابلیس پر تب لگ
سیہ رو آ چھیو جگ میں کہ جے حاسد بد اختر ہے

اس ہجویہ قصیدے میں ایک بات قابل غور ہے' اس نے یہ فخریہ بیان کیا ہے کہ میں نے دکھنی شاعروں کی روش پر شعر نہیں کہے اور جسے باور نہ ہو وہ میرے کلام کو ان کے کلام سے مقابلہ کر کے دیکھ لے —

دکھن کے شاعراں کی میں روش پر شعر بولیا نہیں
ہوا کیا سب گزر گئے تو دیکھو حاضر و دفتر ہے

حالانکہ خود اس نے بار بار اس کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے دکھنی زبان اور دکھنی شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے - یہاں غالباً اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے جو شاعر گزرے ہیں ان کی

تقلید نہیں کی بلکہ فارسی شعرا کے رنگ میں لکھا ہے - اس کی زبان بھی تھیٹ دکھنی ہے لیکن دوسرے شعرا کے مقابل میں مشکل ہے اس لیے کہ اس نے رزم و بزم کے دونوں میدانوں میں یکہ تازی کی ہے جس میں مختلف قسم کے حالات اور واقعات طرح طرح کے مناظر اور جذبات کی کیفیت بیان کرنی پڑی اور موقع اور محل کی خصوصیت سے بعض اوقات انوکھے اور غیر مانوس الفاظ اور محاورے استعمال کرنے پڑے ہیں - یہی وجہ ہے کہ اس کے معاصرین نے اس کی زبان پر حرف گیری کی ہے جس کا اظہار خود اس نے اپنے کلام میں کیا ہے —

حقیقت میں جو ہوئیں کوتہ نظر
زباں پر رکھیں عیب سٹ سب ہنر

شفیق کو بھی اس کی زبان کے متعلق شکایت ہے چنانچہ وہ اپنے تذکرے میں لکھتا ہے "اگرچہ الفاظش بطور دکھنیاں بر زبانہا گراں می آید" - شفیق کی شکایت تو خیر ایک حد تک بجا ہے کہ وہ اورنگ آبادی ہے لیکن نصرتی کے معاصرین کی شکایت کسی قدر حیرت انگیز ہے —

نصرتی خود اپنے کلام کی قدر سمجھتا تھا اور اسے اس بات پر بجا فخر تھا کہ اس نے دکھنی زبان کو سنوارا ہے اور اس میں نیا رنگ پیدا کیا ہے اور وہ

وہ چیزیں لکھی ہیں جو اس سے پہلے ناپید تھیں۔ دکھنی ایک بے مایہ اور بے حقیقت زبان تھی اس نے اس میں جان ڈالی اور اسے سزاوار تحسین بنایا —

گھڑیاں ہوں سلامت سوں یک یک بچن
مضامین کی مد میں اوتیا سخن
لگایا ہوں کے نگ طبیعت سوں اوت
دیا خوب سورج کے مہرے سوں جوت
اول کے اگر لوگ برنا و پیر
کتے تھے کہ ہے شعر دکھنی حقیر
حقیقت میں ان کی طرف حق اتھا
کہ تب شعر بے مایہ مطلق اتھا
سزاور تحسین ہے یو شعر آج
نہ کوئی رکھہ سکے بات حاسد کے باج

اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ ہندی میں فارسی کی سی فصاحت اور حسن نہ تھا لیکن ہندی میں بھی بعض خوبیاں ایسی ہیں جو فارسی میں نہیں - میں نے دونوں کی خوبیوں کو دھیان میں رکھا اور ہندی شعر کو فارسی کا ہمسر بنا دیا ہے - اُس کا یہ دعوی بجا ہے' اس کے کلام پر جس قدر فارسی کا اثر ہے اُسی قدر ہندی کا بھی ہے - اس نے دونوں رنگ سمو کر اپنے کلام میں نئی شان پیدا کی ہے —

مری ہر بچن ہے معانی کی سوت
رکھیا ہوں سوتونگر کوں کاڑی کے اوت

تک آیا ہوں جاں سخن کے کام میں
رکھیا بھر سمندر کوں یک جام میں

ہنر کا ملا سوپ لئی مایہ دار
عمارت اوچایا ہوں خوش پایہ دار

معانی کی صورت کی ہے آرسی
دکھن کا کیا شعر جوں فارسی

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام
دھرے فخر ہندی بچن پر مدام

وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر
نہ سکتے ہیں لیا فارسی میں سنور

میں اس دو ہنر کے خلاصے کوں پا
کیا شعر تازہ دونوں فن ملا

(یعنی اگرچہ فارسی کو فصاحت میں ہندی پر فخر حاصل ہے لیکن بعض خوبیاں ہندی میں بھی ایسی ہیں جو فارسی میں نہیں پائی جاتیں۔ سو میں نے دونوں کی خوبیوں کو ملا کر ایک نئی شان پیدا کی ہے) —

اس کے بعد حاسد پر پھر چوٹ کرتا ہے کہ اُس کا حسد سے یہ کہنا کہ یہ تو دکھنی کتاب ہے کوئی معقول بات نہیں - خریدار کو اچھے سودے سے کام ہے نہ کہ دوکان کے در و دیوار سے —

ادیکھیا ادک ہو حسد سوں کباب
کہے بول اتنا کہ دکھلی کتاب

سمجدار کوں خوب سودے سوں کام
نہ دوکان کا دیکھنا سقف و بام

اسی طرح وہ اپنی دوسری مثنوی (علی نامہ) کے بارے میں کہتا ہے —

عجب فن کی بولیاں ہوں یہ مثنوی
کہ کئی بھانت ہے اس ہنر میں نوی

سنواریا ہوں کئی بزم کی انجمن
کھلایا ہوں خوش رزم کے پھولبن

بھریاں ہوں ہنر سوں سراسر کتاب
رکھیا ہوں نزاکت سوں سب بھر کتاب

آگے چل کر پھر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ میں نے ہندی اور فارسی دونوں کی خوبیوں کا ست نکال لیا ہے ۔

میری بات میں لاف نیں ہے خلاف
کہ نادان کا ہے ہنر عین لاف

کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کہیا ہوں بڑے دبدبے کے سنگات

کہیا میں تو قطع نظر لاف سوں
ولے داد ہے اہل انصاف سوں

کہ کہوں میں پکڑ آج بھانت آگ نوں
زبوں بات کوں کر دکھایا قوی

اگر کوی معنی کوں کر وا رسی
پڑے رزمیہ هندی و فارسی
اگر اوهے کامل سمج کا دهنی
تو اس یک سوں هوے دو هنر کا غنی
کہ دونوں کی خوبی مجھ انکھیاں میں آن
خلاصہ نکالیا هوں خوش مایہ جہان

آخر میں فخر کے ساتھہ اپنے تمام کلام پر نظر ڈالتا هے اور اپنی رزم و بزم پیش کر کے نکتہ چیں کو چلونی دیتا هے —

کیا هوں کوبل تهی سو وہ چلکے پلت
کیا هوں قصائد نول ان گنلت
دیکھو بات مجھ عشق میں بے جواب
کہ هے گلشن عشق حاضر کتاب
جو هوتے هیں معشوق و عاشق میں کام
کیا هوں وو سب نازکیاں سوں تمام
دیکھیں رزمیہ گر کلے کا هار
پڑیں شعر یو هے سخن مختصر
نہ هے مجھ میں اور هر مدعی میں سخن
نہ ویسا هوں میں وو بی نہیں مجھ نمن
ادک تیز تازی تہے میرا خیال
تهکانے میں جس کی فلک پر پڑے جہال

قلم ہے مرا مست ہاتی تے چڑ
جدر رخ کیا فتح کیتا رکز
نشان آج مجہ طرز ہے بے مثال
صفاں میں سخن کے ہتی پر کی ڈھال

بعض صاحبوں کا یہ اعتراض ہے کہ نصرتی یا اس سے قبل اور بعد کے بعض شعرا کے کلام کو قدیم اردو کہنا زبردستی کی بات ہے - انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زندہ زبان ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے اور یہی اس کی زندگی کی علامت ہے - وہ مردہ زبان ہے جو صحیفوں اور کاغذوں کے قفلوں میں بلد ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے - اگر اُن صاحبوں کے معیار پر اساتذہ کے کلام کو جانچا جائے تو ولی اور ایک مدت کے بعد میر وغیرہ کے کلام کو بھی اردو سے خارج کرنا پڑے گا - میں نصرتی کے چند صاف شعر پیش کرتا ہوں اور ان حضرات سے پوچھتا ہوں کہ یہ اردو نہیں تو اور کیا ہے -

نہ موجود ہونے کے مختار تھے
نہ اس زندگی کے ہوسدار تھے

کروں شکر منعم کا لاریب میں
کہ پایا ہوں یو گنج از غیب میں

جنے جگ میں یوں راست بازی رکھی
خدا تس کی تیوں سر فرازی رکھی

طمع اهل عزت کو کوتی هے خوار
کرے جگ ملے قول بے اعتبار

ترا ذهن نرمل تری طبع صاف
سخن سلج باریک بهن موشگاف

سزاوار تجه عشق کا تاج هے
روا تجه کو عشاق پر راج هے

علامت قیامت کا پیدا هوا
که دجال گویا هویدا هوا
پهریا سب کا ایمان یکبارگی
لگے کرنے آپ اپنی آوارگی

دهلی تونچ هے مسجد و دیر کا
تهیں هے سبب صلح هور خیر کا
اگر دین حق کے نه قابل اهیں
ولے تیری وحدت کے قائل اهیں

خدا پاس مقبول تیری دعا
توکل ترا حاصل مدعا
ترے هاته میں دین و دنیا کا بل
خدا تجکوں دیتا هے علم و عمل

فرھنگ

ا

الفاظ	معنی
ابرھن	لباس، پیرھن
ابھال	بادل
اپچانہ	پیدا کرنے والا
اپروپ	نادر
اپکار	احسان
اپلگ	نادر (اپروپ)
ات	بہت
اتبار	کثرت
اٹک پڑنا	گر پڑنا
اجھوں	ابھی تک
اچالنا	اچھالنا، برپا کرنا
اچلبک	عجیب
اچھنا	رھنا، ھونا
ادت	ممتاز
ادک	بہت، نہایت
ادھر	لب، ھونٹ
ارت	ارتھ، معنی
اکھلت	سالم، پورا
اگیٹی	انگیٹھی
النگاں	فصیل، دیواریں (النگ = دیوار)
اس	ھمت، حوصلہ
اسولک	انمول، بیش بہا
ان	غذا
انت	انتہا
انجو	آنسو (جمع انجواں)

الفاظ	معنی
اندلا	اندھا
انڈرا	انڈا
انکڑنا (انگڑنا)	رُکنا
انگار آنا	حرارت پیدا ھونا غیرت آنا
انگڑنا	رکنا
انوپ	عمدہ، اعلیٰ
اوبالاں	جوش، حرارت (واحد اُبال)
اوبرنا	باقی رھنا، بچنا
اوپٹنا	بڑھنا، (اوپٹیا = بڑھا)
اوپرال	محافظ، حفاظت کرنے والا
اوٹ جا	ارنٹ کر
اوٹھاں	اُٹھے
اودھوتلیاں	بہادر
اوساساں	آھیں
اوکلتی	بےچین
اوگن پڑنا	بری طرح پڑنا (پڑیا = بری طرح پڑا)
ایلاتہ	علاقہ؛ ھاروں میں جو جا بجا موتیوں یا پھولوں کی ایک لڑی سی لگا دیتے ھیں۔

ب

الفاظ	معنے
باٹ سارو	مسافر
باج	بغیر
بار	بھرپور
بارا	ہوا
بالکیاں	لڑکیاں
بالی	لڑکی
بان	تیر
بانچ	بچ (بانچنا = بچنا)
بجر سل	پتھر کی سل، پہاڑ
بچالی	گھانس: وہ گھاس جو گھوڑے کے تھان میں بچھائی جاتی ہے۔
بُد	عقل
بُد بل	عقل کی قوت
بدل	بادل
بڈنا	بڑھنا
برد	کمال، ہتھیار
بربڑا	حباب، بلبلا
بر بوڑے	بلبلے
بس آنا	پورا پڑنا، کافی ہونا
بستار	وسعت، فراخی
بسلا	بٹھا [بسلانا-بٹھانا]
بکس	پھوک
بل	زور
بل	بلکہ
بلہوس	بوالہوس

الفاظ	معنے
بلی	بہادر
بلچانا	بچانا
بلدیاں	باندھ دیا (باندھے)
بلک	پہرے والا
بوجک	بوجھنے والا، پرکھنے والا
بوڑا	بہرا
بونت	انگلی کی پور
بوڑی	نیزے کی ڈنڈی
بہار	قوی
بہالے کر	بہالے دار، بہالے بردار
بہانڈے	رال وغیرہ کے برتن جو غلیم پر پھینکے جاتے ہیں۔
بھٹی	بھٹی۔ مجازاً بدن
بھدروت	آغاز شباب
بھنوریاں	بھنور
بھوئیں	زمیں
بھیر و برغم	نقارے
بی	بھی
بیتاں	بیت (جمع)
بیخلاف	بلاشبہ
بے درنگ	بے دھڑک، بے تامل، بے تکلف
بیری	دشمن
بیسنا	بیٹھنا
بیگدی	جلدی سے
بین	بیان

پ

الفاظ	معنے
پاچ	زمرد، ہیرا
پاکھ	چاندنی کے ایام، چاندنی راتیں
پائے دل	پیدل
پایک و پرواز	مقدم اور دیسکھ
پٹا	گدکا
پٹن	شہر
پدک	پانو
پرس	پارس (پتھر)
پرکھار	بزرگ
پرگٹ	ظاہر
پر نہار	جان لیوا
پستک	کتاب
پکا	پکا کر

الفاظ	معنے
پاپل	لحظہ بہ لحظہ
پلالے	پرنالے
پلٹ	رسکہ
پوتاں	پوت
پولاد	فولاد
پون	ہوا
پھاٹ	پھٹ کر
پھندس	بوجل
پھوٹ پھاپ	ٹکر بکر
پہن	پہن کر، [پیلدا-پہلدا]
پیٹ رکھنا	پشتی بانی کرنا، حمایت کرنا

ت

تاریخ لکھتیاں	تاریخ لکھنے والے
تاؤ	نشان، ادا
تریاں	مچھلیاں، (مجازاً آنسو)
تکٹ	چادر، فرش
تلک	تلک
تبراں	ضربیں
تولاں	تڈی
توڑچھ	توھی
تھاٹ	ٹھاٹ

تھر	تہہ
تھر کانپنا	تھر تھر کانپنا، بے حد ڈرنا، دہشت یا ختہ ہونا
تھوپ رکھنا	تھوپنا، لیپنا
تھوے	طبق، تہیں
تھے	تے = سے
تھہر	مستقل

ڈ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ڈاک	ڈھونا	ڈھکان	انداز
ڈوبن	ڈوب	ڈھنٹوری	ڈھنڈری

ج

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
جان کرنا	جانے کا ارادہ کرنا	جنی	ماں ، سکھی
جاگہاں	جگہ	جول	میل جول
جروانا	ضبط کرنا ، روکنا	جھانپ	چھپ کر
جس	قوت ، نظم	جھانپ رکھنا	بچا لینا
جلجل	جل بل کے	جھجر	پارہ پارہ
جلک	جب تک	جیبھ	زبان
جم	ہمیشہ		

چ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
چپل	تیز	چکل	بھینچ کر
چرن	پیر ، قدم	چل	ہلچل ، چال
چڑ	بڑھ کر	چمٹی	چیونٹی
چڑت	چڑھتا ہوا	چنیلی	چنبیلی
چک	ذرا	چوپ	چپ ، (یعنے یونہی)
چک	آنکھ	چوتھل	عماری
چکائیاں	بزدل	چوڑ	تباہ ، ویران
چکھ چار	آنکھیں چار کرنا	چوندھیر	چاروں طرف

ح

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
حال میں آنا، ہونا	کیفیت طاری ہونا	حجابت	خدمت وزارت
حالی	فی الحال	حد	قدرت

خ

الفاظ	معنی
خاصہ	اپنا، اپنی، ذاتی
خرخرانا	خراٹے لینا
خلسہ	خنکی
خنگ	گھوڑا
خویشانچہ	خویش و اقارب ہی

د

الفاظ	معنی
دات	بدن رستہ
درون، درونا	دل، جی، اندرون
دروزا ستیا	دھاوا کیا
دسنا	دِکھنا، نظر آنا
دمار	بھیجا
دنبال	پیچھے
دندی	دشمن
دوا	چراغ، دیا
دوگن	دگنا، دوچند
دولت تے	بدولت، وجہ سے
دھات	طرح، مثل، قسم
دھاک	اندیشہ
دھامنیاں	دھامنی (سانپ کی ایک قسم)
دھرتری	زمین
دھرنہار	رکھنے والا
دھک	حرارت، سوزش
دھم پہ دھم	دھوم دھام
دھنک	کمان
دھوپ کالا	گرمی کا موسم
دھور	بہادر (سپہ سالار)
دھوراں	بہادر (جمع)
دھولاراں	دھول، گرد و غبار
دہیں	دہی
دیپ	چراغ
دیری	دیر والے
دیکھوڑی	سکوڑے
دیلایا	دلایا، ڈلایا
دیو نل	بڑا نل

ڈ

الفاظ	معنی
ڈرسیں	ڈریں گے
ڈلملا	ڈھلملانا
ڈونگر	پہاڑ، چٹان
ڈونگراں	چٹانیں
ڈھلانا	ڈھلکانا
ڈھوا	دھاوا، حملہ، ہلہ

ر

الفاظ	معنی
راواں	توتا
راوت	بہادر
راوت (ع)	جھلڈا
رتن	موتی
رج	تمیز
رچ	(رچنا سے) یعنی ساری ہونا
رسمت	قطار

الفاظ	معنی
رکھ	درخت
رکت	خون
رنڈ	بے سر
روپیری	روپہلی
روت	رُت ' بہار
ریت	رسم
ریز کرنا	باز چلانا
رین	رات

ز

الفاظ	معنی
زبان آڑی پڑنا	گونگا ہونا
زرایش	لباس

الفاظ	معنی
زر حل	حل کیا ہوا زر

س

الفاظ	معنی
ساندنا	یکجا کرنا، جوڑنا، ملانا
ساؤ	ساہو
سباس	خوشبو
سٹلا	سیتلا ' چیچک
سٹیڑی	خونخواری
سرنگ	خوبصورت
سرانا	سراہنا ' تعریف کرنا
سرب	سب
سربدل	فوج
سرجنا	پیدا کرنا
سرس	زیادہ ' بہتر

الفاظ	معنی
سرس	نفیس
سرنگ	خوش نما ' (سرخ)
سرور	تالاب
سس پھول	سر میں پہننے کا پھول یا زیور
سک	(سکنا سے)
سکائی	سکھائی
سکچ	سکچنا، ھچکنا، شرم کرنا
سگل	سب ' سارا ' کل
سلاحاں	اسلحہ

الفاظ	معنے
سمّی	مسمی
سن	عمر ' زندگی
سندان	گھن
سنمک	سامنے
سنمکھ	سامنے
سور	سورج
سوریاپاں	چھتری
سوندل	سوبدل ' فوج ' جنگ
سونہری	سنہری
سہج	آسان ' معمولی
سہنا	دسنا ' دکھنا

الفاظ	معنے
سہے	نظر آئے' دکھے
سہوں	دکھتے ھیں' نظر آتے ھیں
سیام	سیاہ ' سانولا
سیمت	پُل
سیس	سر
سیلتیاں	برچھیاں
سیوت	آخر
سیوتّ	تمام
سیونا	سیوا کرنا ' پوجنا
سیویاکر	سیوا نامی ' سیوا نام کا

ش

الفاظ	معنے
شدیاں	شدے ' علم
شرزہ	شیر بچہ
شکر پھوتانیاں	شکر میں لپٹے ھوئے چنے

ع

الفاظ	معنے
عرابا	عرابہ

غ

الفاظ	معنے
غرش	غرانا

ف

الفاظ	معنے
فرغل	لبادہ
فرنگ	تلوار
فلوتیاں	حجوب ' گولیاں

ق

الفاظ	معنے
قطع	قطعہ ' خطّہ

ک

الفاظ	معنے
کا	کیا
کاری	کالی
کاڑنا	نکالنا
کال لینا	بُرا حال کرنا
کالوا	نالہ
کالوے	نالے
کانسیاں	کاسے، پیالے
کبل	بہت مشکل
کبیشر	بڑا شاعر
کچکول	کشکول
کد	کبھی
کدھیں	کبھی
کرہ نایاں	قرنا
کڑاڑا	کنارا
کڑکا	کنارا
کسالا، کسالی	بدمزہ
کسلیا	سرخ رنگ
کسوت	لباس
کلافر	نیلوفر
کلا کرنا	چیخنا، چلانا
کلنگڑے	تربوز
کلنتھا	کنتھا
کلدرانا	گریز کرنا،

الفاظ	معنے
	پہلو تہی کرنا
کوا	کدواں
کوہل	کبل، بہت مشکل
کوپیاں	پیالیاں (چپٹی کپیاں = چپٹی کی)
کوتا	کُتّا (جمع کوتے)
کوکیاں	کوکے
کولاتے	گرہ باز (ایک قسم کا پرند)
کوتدن	کلدان
کونک بار	انقباض، گرفتگی، رنج
کھنر	خطر
کھدیڑنا	تعاقب کرنا، رگیدنا
کھڑگ	تلوار
کھلال، کھلالے	سیلاب
کھن	کان، معدن
کھن	دولت، خزانہ
کھم	آسمان
کن	کوئی
کینتی	کتنے، کتنی
کیچھ	کیچڑ
کیر	لکیر
کیس	بال

گ

الفاظ	معنے
گاجا	باجوں کا بجنا
گپت	پوشیدہ
گت	حالت
گج	ہاتھی

الفاظ	معنے
گدگلی	گدگدی
گرز پلکھیاں	گِد
گگن	آسمان
گلہار	گلے کا (کے) ہار
گھالنا	ڈالنا
گھت	بہ شدت
گھت	جسم
گھت	مضبوط
گھلوری	غارت گر، لٹیرا

ل

الفاظ	معنے
لاک	لاکھ
لبد	لب، ہونٹھ
لت کھانا	شکست کھانا، ہزیمت اٹھانا
لقہ	لقا (کبوتر)
لراں	لہریں
لکلکانا	جگمگانا
لگ	تک
لوچن	آنکھ
لوک	لوگ، لشکر
لہوے	لوہے

م

الفاظ	معنے
ماپھل	جائفل
مادیاناں	گھوڑیاں
ماحی	متانے والا
ماس	گوشت
متا / متے	مت (جمع متے)
مجمر	عود دان
مجھار	بیچ
مسجدی	مسجد والے
مسکتاناں	مسکرانا
مسکتیں	مسکرائیں
مسطول	طول طویل؛ نیز ایک کتاب کا نام
مکمکانا	مہکنا، مہک اٹھنا
ملکہ	ملکہ
مندھیر	مندر، محل
ملذاسا	دستار، پگڑی
موپ	سرمایہ
موتاری	عصا
موت	پلندہ، بستہ
مہبلی	بڑا بہادر، بڑا شخص
مہکار	مہک، خوشبو
مہراتے (مہراتے)	مرھٹے
مہور	مور
میت	دوست
میراتے	مرھٹے
میغ	بادل
میہوں	مینہ، بارش

ن

الفاظ	معنی
نابات	نبات
ناسار	بے مانند، بے مثال
نانڈنا	شروع کرنا
نبات	مصری
نیڑپن	لڑکپن
نیانا	پورا کرنا
نت	ہمیشہ
نجھا	غور کرکے
نچھول	خالص، اصلی
نچہل	خوشنما
نرپتی	آقا
نرمل	پاک صاف، خالص
نس	رات
نسپتی	رات کا مالک
نسلگ	بہت
نکھ	ناخن
نگوڑا نگوڑے نگوڑیاں	کم بخت؛ (لغوی معنے اپاہج-جس کے گھٹنے ٹوٹے ہوئے ہوں)
نورے (واحد نورا)	چونے کی بھٹی
نوسری	ایک زیور
نول	عجیب، نادر
نہاتیاں	مفرورین، بھاگنے والے
نہاسنا	بھاگنا
نہال	درخت (جمع)
نہالی	چھوٹی توشک [نہالچہ]
نہلوادگی	بچپن
نہنوں	ناخن
نمن	مانند، مثل
نوے	جھکے
نیٹھ	صاف، سیدھا
نید	نیند
نیکالیا	نکالیا، (نکالا)
نہلاب	دریا
نیمہ	نیم، آدھی، نصف
نیمہ نیم	چور چور

و

وانبو	بندر
وتیاں	انتڑی (جمع)
وجل	دیر
وجوداں	اجسام
ور	افضل
وفائی کرنا	وفا کرنا

ھ

الفاظ	معنے
ھت	دوست ' یار
ھتاں	جمع ھت کی بمعنی بل' سوراخ
ھتو	دل
ھٹکنا	جھجوکنا
ھڈرنا	ھلنا
ھرکیوں	کسی نہ کسی طرح
ھزار	بلبل

الفاظ	معنے
ھست	ھاتھی
ھکاتاں	نعرے ' پکار
ھلڈنا	گرنا
ھلونت	ھلوماں
ھور	اور
ھوڑ	شرط ' قریب
ھیا	دل

ی

الفاظ	معنے
یک پنا	وحدت
یک رنجکہ	یکبارگی' ایکا کرکے
یک ستھ	ایک ساتھ

الفاظ	معنے
یکھادا	ایک آدھ
یل	بہادر

DUE DATE